"میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا"

(الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود
ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

الفضل ما شهدت به الأعداء

مسیح موعودؑ اور جماعت احمدیہ انصاف پسند اصحاب کی نظر میں

مرتبہ

جناب مولوی عبدالمنان صاحب مولوی فاضل شاہد مربی سلسلہ احمدیہ

الناشر

مہتمم نشر و اشاعت نظارت اصلاح و ارشاد صدر انجمن احمدیہ ربوہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم
والسلام علیٰ عبدہ المسیح الموعود
خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
ھُوَالنَّاصِرُ

باب اوّل

سیدنا حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کا دعویٰ مجددیت

اللہ جل شانہٗ و عزّ اسمہ اپنی کتاب قرآن مجید میں فرماتا ہے۔
"اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ"
(سورۃ حجر ع۱)

یعنی یقیناً ہم نے ہی الذکر یعنی قرآن مجید اتارا ہے اور یقیناً ہم ہی ضرور اس کی حفاظت کریں گے۔ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ نے کتب سابقہ کی حفاظت کا کوئی وعدہ نہیں فرمایا۔ کیونکہ وہ سب مختص القوم و الزمان تھیں۔ ان کا کام اپنے وقت پر ختم ہو چکا۔ مگر قرآن مجید کامل دین اور عالمگیر شریعت ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔
"اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا" (سورۃ مائدہ ع۱)

یعنی آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی ہے۔ اور تمہارے لئے دین کے طور پر اسلام کو پسند کیا ہے۔

فرمایا:۔

"وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ"

(آل عمران ع ۹)

یعنی جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کو اختیار کرنا چاہے۔ تو ہرگز اس سے قبول نہیں کیا جائے گا۔

چونکہ دین اسلام کی کتاب قرآن مجید تمام قوموں تمام ملکوں اور تمام زمانوں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے بھیجی گئی تھی اس لئے اللہ تعالےٰ نے خود اس کی لفظی و معنوی کامل حفاظت کی ذمہ داری اٹھائی۔ سو اللہ تعالیٰ نے آجتک اپنے وعدہ کے مطابق قرآن مجید کی ظاہری و لفظی حفاظت بذریعہ حفاظ و کتابت و پریس وغیرہ جس طور پر فرمائی ہے وہ کسی دلیل و برہان کی محتاج نہیں۔ آفتاب آمد دلیل آفتاب۔

اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی باطنی اور معنوی حفاظت کا وعدہ بھی بڑی شان سے پورا فرمایا۔ کہ جب بھی مسلمانوں میں اسلامی روح مفقود ہوئی۔ اور انہوں نے قرآن مجید کی تعلیم و احکام پر عمل کرنا ترک کیا۔ اور ان میں ایمان، عقائد صحیحہ، اعمال صالحہ اور اخلاق فاضلہ کے لحاظ سے کمزوری واقع ہوئی اور ان میں سے امر بالمعروف و نہی عن المنکر یعنی تبلیغی جوش ختم ہوا۔ اور وہ دین اور عقبیٰ و آخرت کی طرف نظر رکھنے کی بجائے دنیاوی لذات کی طرف مائل

ہو گئے۔ تو عین ضرورت کے وقت اللہ تعالیٰ نے اپنا فرستادہ مبعوث فرما کر
ان کی اصلاح کا سامان پیدا فرمایا۔ اور حفاظتِ دین اسلام کا وعدہ پورا فرمایا۔
تاکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات و فیوض سے فیضیاب ہو کر سنتِ
رسول اور اسلامی کردار کو اپنے عملی نمونہ کے ذریعہ دنیا کے سامنے پیش کرے
"لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ"
(سورۃ نساء ع ۲۴)

تاکہ لوگوں کا رسولوں کے بعد اللہ تعالیٰ پر کوئی الزام نہ رہے۔........
کہ ہماری ہدایت و رہنمائی کے لئے کوئی عملی نمونہ تو بھیجا نہیں، ہم احکام الٰہیہ پر
کیسے عمل کرتے۔

پس یہی وہ مجدد اور امام تھے جن کے ذریعہ ہر صدی کے سر پر
خدا تعالیٰ کی طرف سے لوگوں پر اتمام حجت ہوتی رہی جنہوں نے روح القدس کی
برکت و نصرت سے رؤیا ء صالحہ، کشوف صادقہ اور الہامات الٰہیہ کی روشنی میں
اپنی فعلی شہادت اور عملی نمونہ سے قرآن مجید کی تعلیم پر کار بند ہونے کی روحانی
تحریک چلائی اور اپنے زمانہ کے لوگوں میں جس قسم کی بھی بے دینی، بد اعمالی اور
مفاسد و خرابی پیدا ہو چکی تھی کو اپنی قوت ایمانی، نشانات آسمانی اور تائید
ربانی سے اس کی کامل اصلاح کی۔ اور دلائل قاطعہ اور براہین ساطعہ اور تازہ
نشانات الٰہیہ سے ضرورت زمانہ کے لحاظ سے قرآن مجید کے حقائق و معارف
بیان کر کے دین اسلام شریعت غراء قرآن مجید کا زندہ و تابندہ ہونا پایۂ ثبوت
تک پہنچایا۔ اور عقائد، اعمال اور اخلاق کی اصلاح کی۔

پس اس متذکرہ بالا نص قرآن "انّا نحن نزّلنا الذکر وانّا لہٗ لحافظون"
کی تشریح کے مطابق سرورِ کائنات فخرِ موجودات خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ
صلی اللہ علیہ وسلّم کی پیشگوئی (جو شیعہ و سنی کتب میں ہے) ہر صدی پر اپنی پوری
شان کے ساتھ منصۂ شہود پر آتی رہی۔ فرمایا

"اِنَّ اللّٰہَ یَبْعَثُ لِھٰذِہِ الْاُمَّۃِ عَلٰی رَاْسِ کُلِّ مِأَۃِ
سَنَۃٍ مَنْ یُّجَدِّدُ لَھَا دِیْنَھَا۔"

(سنن ابی داؤد کتاب الفتن جلد ۲ صفحہ ۲۱۲ مشکوٰۃ المصابیح کتاب العلم صفحہ ۳۶)

یعنی ضرور اللہ تعالیٰ اس امتِ محمدیّہ کے لئے ہر سو سال کے سر پر
اپنا ایک فرستادہ مبعوث کرتا رہے گا جو اس کے لئے تجدید و احیاءِ
دین کا کام کرے گا۔

گویا جس طرح قرآن مجید پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے عمل کرکے قرآن مجید کی
حفاظت کی اور مطابق آیت کریمہ "لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ"
(احزاب) حضورؐ اسوہ حسنہ ٹھہرے۔ اسی طرح امت کے مجدّدین بھی قرآن مجید
کے احکام پر عمل پیرا ہو کر لوگوں کے سامنے اپنا اسوہ حسنہ اور اعلیٰ کردار پیش
کریں گے۔ کیونکہ اگر انسان کے پاس کامل تعلیم اور اکمل دین اور شریعت کا مجموعہ
موجود بھی ہو پھر بھی وہ اس پر عمل کرنے کے لحاظ سے ہر وقت نمونہ و مثال
کا محتاج ہے۔

یہاں اگر کوئی کہے کہ علماءِ زمانہ موجود ہیں تو مجدّدین کے مبعوث ہونے
کی کیا ضرورت ہے؟ اسے یاد رکھنا چاہیئے کہ حدیث کے لفظ "یبعث" نے

اس حقیقت کو آشکار کیا گیا ہے کہ تجدید و احیاءِ اسلام کا اہم فریضہ علماءِ ظواہر کے بس میں نہ ہو گا۔ وہ یہ اہم کام کامل طور پر سرانجام نہیں دے سکیں گے کیونکہ ان کا اللہ تعالیٰ سے کامل تعلق نہ ہونے کی وجہ سے وہ خاص قوتِ قدسیہ جذب و کشش برکاتِ روحانیہ اور روح القدس کی مدد و نصرت سے محروم ہوتے ہیں اور نہ ہی صدی کے سر پر ان کے کھڑے ہونے کی کوئی شرط ہے وہ تو ہر وقت دنیا میں موجود ہوتے ہیں جو اپنے ظاہری علم و ادب اور منطقی دلائل اور عقلی استدلالات کے ذریعہ خدمتِ دین میں مصروف رہتے ہیں۔ مگر وہ روحانی انقلاب کے ذریعہ دنیا میں پاک تبدیلی پیدا کرنے کے اہل نہیں ہوتے اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دنیا میں روحانی انقلاب پیدا کرنے کے لئے وہ خود اپنی طرف سے انبیاء کی طرح مجددین امت مبعوث کرتا رہے گا جیسا کہ حدیث نبوی "عُلَمَاءُ أُمَّتِي كَأَنْبِيَاءِ بَنِي إِسْرَائِيلَ" سے ظاہر ہے کہ امتِ محمدیہ کے علماء یعنی مجددین امت اسرائیلی انبیاء کی طرح مبعوث ہوں گے جو آسمانی تائید و نصرت روح القدس کی برکت۔ الٰہی قوت و شوکت مدد و کشش دلائل و براہین کامل ایمان و معرفت اور نورانی آیات بینات سے اپنے زمانہ کی گمراہی کو ہدایت سے۔ بے اطمینانی کو تسلی و راحت سے خوف و خطرات کو امن و آرام سے بے چینی و پریشانی کو سکینت سے ظلمت و ضلالت کو نور اور روشنی سے بدل دیں گے۔ اور روحانی لحاظ سے وہ نئے آسمان اور نئی زمین کی تعمیر کریں گے ان کی قوتِ قدسیہ اور روحانی کشش و جذب اور دعاؤں سے ایسے فدایانِ اسلام تیار ہوں گے۔ جو صحابہ کی طرح قربانیاں کریں گے۔ ان مجددین کے ذریعہ ایسے

مذہبی دیوانے پیدا ہوں گے جو اپنی ساری جان سارے دل ۔ مال ۔ عزت ۔ اولاد جذبات کی قربانی سے از سرِ نو اسلام کو زندہ کر دیں گے ۔ انہی کے ذریعہ دنیا اللہ تعالیٰ کا حفاظتِ دینِ اسلام کا وعدہ پورا ہوتا دیکھ لے گی ۔ پس یہی وہ اسلام کی نام لیوا مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہوگی جو خدا تعالیٰ کی طرف سے فرقان اور حَکم کی حیثیت رکھے گی ۔ جن کے ذریعہ خالص روحانی اور اسلامی حکومت کا قیام عمل میں لایا جائیگا ۔ پس یہی اپنے وقت کے وہ "امام" ہیں جن کے متعلق (شیعہ وسنی کتب میں) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح فرمان ہے کہ :۔

"مَنْ لَمْ يَعْرِفْ إِمَامَ زَمَانِهٖ فَقَدْ مَاتَ مِيْتَةً الْجَاهِلِيَّةِ" ۔

(بحار الانوار جلد ۱۳ صفحہ ۲ وکلینی صفحہ ۱۹۰ وکنز العمال صفحہ ۲۰۶)

یعنی جو شخص اپنے وقت کے امام کو شناخت کر کے اس کی بیعت نہ کریگا اور اس کے مقرر کردہ نظام میں شمولیت اختیار نہ کرے گا ۔ وہ جاہلیت کی موت مرے گا یعنی کفر و انکار کی حالت میں مریگا یعنی گویا اسلام کے مقابل پر کفر ہے ۔ پس جو لوگ امامِ وقت کے جھنڈے کے نیچے آتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلیٰ درجہ کے روحانی قویٰ بخشے جاتے ہیں اور ان کو نمایاں اخلاقی قوت عطا کی جاتی ہے ۔ اور زمانہ کی ضرورت کے لحاظ سے ہر قسم کی لیاقت وعلمیت وقابلیت جذب وکشش ومعرفت وبرکت دی جاتی ہے ۔ اور ان کے ہاتھ پر دین کو دوبارہ غلبہ اور فتح نصیب ہوتی ہے ۔

پس اسی پیشگوئی کے مطابق اہل سنت والجماعت اور اہل تشیع کے

نزدیک ہر سو برس بعد امت محمدیہ پر صدی میں اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے مطابق حفاظت دین
اور احیائے اسلام کیلئے اپنے برگزیدہ بندے بھیجتا رہا ہے۔ سنیوں کے مجددین
کے اسماء دیکھیں (منتخب التواریخ مؤلفہ رکن الاسلام محمد ہاشم النجم خراسانی المشہدی
والفضیل یکم اکتوبر ۱۹۶۳ء) مشہور اہل حدیث مولوی نواب صدیق حسن خان صاحب
بھوپالوی نے اپنی کتاب "حجج الکرامہ" میں تیرھویں صدی تک کے اہل سنت والجماعت
مجددین کی فہرست درج کی ہے:-

پہلی صدی کے مجدد حضرت عمر بن عبدالعزیز صاحبؒ (۶۱ھ تا ۱۰۱ھ)۔
دوسری صدی کے حضرت امام شافعیؒ (۱۵۰ھ تا ۲۰۴ھ) و حضرت احمد بن حنبلؒ۔
تیسری کے حضرت ابو شریح و ابوالحسن اشعریؒ (۲۷۰ھ تا ۳۰۳ھ)۔
چوتھی کے حضرت ابو عبیدہ نیشاپوریؒ و قاضی ابوبکر باقلانیؒ (وفات ۴۰۳ھ)۔
پانچویں کے حضرت امام غزالیؒ (۴۵۰ھ تا ۵۰۵ھ)۔
چھٹی کے حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ (۴۷۰ھ تا ۵۶۱ھ)۔
ساتویں کے حضرت امام ابن تیمیہؒ (ولادت ۶۶۱ھ) و حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ۔
آٹھویں کے حضرت حافظ ابن حجر عسقلانی (وفات ۸۵۲ھ) و حضرت صالح بن عمرؒ۔
نویں کے حضرت امام جلال الدین سیوطیؒ (وفات ۹۱۱ھ) و سید محمد

جونپوری رح

دسویں کے حضرت امام محمد طاہر گجراتی رح (وفات سنہ ۹۸۶ھ)

گیارہویں کے حضرت شیخ احمد صاحب سرہندی مجدد الف ثانی رح
(۲۶ رجب ۹۷۲ھ تا ۱۰ صفر ۱۰۳۴ھ)

بارہویں کے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رح (وفات ۱۱۷۶ھ) و ۱۷۰۳ / ت ۱۷۶۲

تیرہویں کے حضرت سید احمد صاحب بریلوی رح (ولادت ۶ صفر/اکتوبر ۱۲۰۱ھ)
(وفات ۶ مئی ۱۸۳۱ء)
(حجج الکرامہ صفحہ ۱۳۵ تا ۱۳۹)

چودہویں صدی کے مجدد کے متعلق نواب صدیق حسن خان صاحب بھوپالوی
ت سنہ ۱۳۰۷ھ مطابق ۱۸۸۹ء) تحریر فرماتے ہیں :-

"در سر مائۃ چہار دہم کہ دہ سال کامل آنرا باقی است۔ اگر ظہور مہدی علیہ السلام و نزول عیسیٰ صورت گرفت پس ایشان مجدد و مجتہد باشند"
(حجج الکرامہ صفحہ ۱۳۹)

کہ چودہویں صدی کے سر پر جس کی ابھی پورے دس سال باقی ہیں۔ اگر حضرت
مہدی علیہ السلام ظاہر ہوگئے یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگیا تو وہی
[چودہ]ویں صدی کے مجدد ہوں گے۔

احباب کرام! اب غور فرمائیں کہ کیا چودہویں صدی خدا تعالیٰ کے مجدد سے
[خالی رہ گئی ہے]؟ کیا خدا تعالیٰ اپنا وعدہ بھول گیا؟ کیا اب حفاظتِ دین کی ضرورت نہیں
[رہی؟] نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ حفاظتِ دین اور احیاءِ اسلام کے بارہ میں الٰہی تقدیر
[اپنے و]قت پورا ہوا اور عین صدی کے سر پر اور ضرورت کے موقعہ پر قادیان کی

مقدس سرزمین سے سیدنا حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے نہایت جرأتمندانہ بلند آواز سے پکارا ۔

"اب بالآخر یہ سوال باقی رہا کہ اس زمانہ میں امام الزمان کون ہے
جس کی پیروی عام مسلمانوں اور زاہدوں اور خواب بینوں اور
ملہموں کو کرنی خدا تعالیٰ کی طرف سے فرض قرار دیا گیا ہے۔ سو
میں اس وقت بے دھڑک کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے فضل اور
عنایت سے امام الزمان میں ہوں۔ اور مجھ میں خدا تعالیٰ نے
وہ تمام علامتیں اور شرطیں جمع کی ہیں اور صدی کے سر پر
مجھے مبعوث فرمایا ہے"

(رسالہ ضرورۃ الامام صـ۲۴)

فرمایا:۔
"اس صدی کے سر پر جو خدا کی طرف سے تجدید دین کے لئے
آنے والا تھا وہ میں ہوں۔ تا وہ ایمان جو زمین پر سے اٹھ گیا
ہے اس کو دوبارہ قائم کروں اور خدا سے قوت پا کر اسکے
ہاتھ کی کشش سے دنیا کو صلاح اور تقویٰ کی طرف کھینچوں
اور ان کی اعتقادی اور عملی غلطیوں کو دور کردوں"

(تذکرۃ الشہادتین صـ۱)

فرمایا:۔
"ہر ایک صدی میں ضرورت کے وقت ان کے وارث پیدا

ہوتے رہے ہیں۔ اور اس صدی میں یہ عاجز ہے۔ خدا تعالیٰ نے مجھکو اس زمانہ کی اصلاح کے لئے بھیجا ہے۔ تا وہ غلطیاں جو بجز خدا تعالیٰ کی خاص تائید کے نکل نہیں سکتی تھیں وہ مسلمانوں کے خیالات سے نکالی جائیں۔ اور منکرین کو سچے اور زندہ خدا کا ثبوت دیا جائے۔ اسلام کی عظمت اور حقیقت تازہ نشانوں سے ثابت کی جائے"

(برکات الدعاء صفحہ ۱۹)

فرمایا:۔

"افسوس ان لوگوں کی حالت پر ان لوگوں نے خدا اور رسول کے فرمودہ کی کچھ بھی عزت نہ کی اور صدی پر بھی سترہ[1] برس گذر گئے مگر ان کا مجدد اب تک کسی غار میں چھپا بیٹھا ہے"۔ (اربعین ۲ صفحہ ۱۳)

فرمایا:۔

رسید مژدہ زغیبم کہ من ہماں مردم ✦ کہ او مجدد ایں دین و رہنما باشد

نوید فتح و ظفر ہر سعید خواہد بود ✦ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

حضرت اقدس اپنی بعثت کی غرض و غایت بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں۔ کیا یورپ اور کیا ایشیا ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالےٰ کا مقصد ہے جس کے لئے میں دنیا میں بھیجا گیا۔ سو تم اس مقصد کی پیروی کرو مگر نرمی اور اخلاق

---

[1] اب چھتیس سال گذر گئے۔ (شاہد)

اور دعاؤں پر زور دینے سے۔" (رسالہ الوصیت ص۹)

فرمایا:۔

"ہماری بعثت کی علتِ غائی یہی ہے کہ رستہ منزلِ جاناں سے بھولے بھٹکوں، دل کے اندھوں، جذامِ ضلالت کے مبتلاؤں، ہلاکت کے گڑھے میں گرنے والے کور باطنوں کو صراطِ مستقیم پر چلا کر وصالِ ذاتِ ذوالجلال کا شیریں جام پلایا جاوے اور عرفانِ الٰہی کے اسی نقطۂ انتہا تک انکو پہنچایا جائے تاکہ ان کو حیاتِ ابدی اور راحتِ دائمی نصیب ہو۔ اور وہ جوارِ رحمتِ ایزدی میں جگہ لے کر مست و سرشار رہیں۔" (ملفوظات جلد۱ ص۱۸۹)

فرمایا:۔

بیا درم کہ رہِ صدق را درخشانم ۔ بدلستان برم آنکہ پارسا باشد

کسیکہ سایۂ بالِ ہماش سود نداد ۔ بیایدش کہ دو روزے بظلِ ما باشد

گلے کہ روئے خزاں را گہے نخواہد دید ۔ بباغِ ماست اگر قسمتِ رسا باشد

حضرت اقدس نے فرمایا:۔

"جو مجھے چھوڑتا ہے وہ اس کو چھوڑتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے اور جو مجھ سے پیوند کرتا ہے۔ وہ اس سے کرتا ہے جس کی طرف سے میں آیا ہوں۔ میرے ہاتھ میں ایک چراغ ہے جو شخص میرے پاس آتا ہے۔ ضرور وہ اس روشنی سے حصہ لے گا۔ مگر جو شخص وہم اور بدگمانی کی وجہ سے دور بھاگتا ہے۔ وہ ظلمت

ں ڈالی دیا جائیگا۔ اس زمانہ کا حصن حصین میں ہوں۔ جو مجھ میں
داخل ہوتا ہے۔ وہ چوروں اور قزاقوں اور درندوں سے
اپنی جان بچائے گا۔ مگر جو شخص میری دیواروں سے دُور رہنا
چاہتا ہے۔ ہر طرف اس کو موت درپیش ہے اور اس کی لاش بھی
سلامت نہیں رہے گی۔ مجھ میں کون داخل ہوتا ہے؟ وہ جو بدی
چھوڑتا اور نیکی کو اختیار کرتا ہے۔ اور کجی کو چھوڑتا اور راستی پر قدم مارتا
ہے۔ اور شیطان کی غلامی سے آزاد ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ کا ایک
مطیع بندہ بن جاتا ہے۔ ہر ایک جو ایسا کرتا ہے وہ مجھ میں ہے
اور میں اس میں ہوں۔" (فتح اسلام صـ۳۴)

یا ہے

صدق سے میری طرف آؤ اسی میں خیر ہے
ہیں درندے ہر طرف میں عافیت کا ہوں حصار
پشتی دیوار دیں اور مامن اسلام ہوں
نارسا ہے دست دشمن تا بفرق ایں جدار
اب اسی گلشن میں لوگو راحت و آرام ہے
وقت ہے جلد آؤ اے آوارگان دشت خار
طرف آواز دینا ہے ہمارا کام آج
جس کی فطرت نیک ہے وہ آئیگا انجام کار
(درثمین)

فرمایا:۔

"مبارک وہ جس نے مجھے پہچانا۔ میں خدا کی سب راہوں میں سے آخری راہ ہوں۔ اور میں اس کے نوروں میں سے آخری نور ہوں بدقسمت ہے وہ جو مجھے چھوڑتا ہے۔ کیونکہ میرے بغیر سب تاریکی ہے"۔ (کشتی نوح صفحہ ۱۰۹)

دعویٰ المسیح موعود

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں امت محمدیہ کے مجددین کو خلفاء کا خطاب دیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:۔

"وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ"۔ (سورۃ نور ع ۷)

یعنی اللہ تعالیٰ نے ان مسلمانوں سے وعدہ فرمایا ہے۔ کہ جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ بجا لائے ان کو ضرور زمین میں اسی طرح خلیفے بنائے گا جس طرح ان سے پہلی امتوں میں بنائے۔ یہاں "مِنْ قَبْلِهِمْ" سے مراد "امت موسویہ" اور اس کے خلفا ہیں اور دوسری جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مثیل ٹھہرایا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:۔

"اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا" (سورۃ مزمل ع ۱)

یعنی ہم نے اسی طریق پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔ جس طریق پر ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی طرف رسول بنا کر بھیجا تھا۔ اور نظام خلافت کے لحاظ سے امت محمدیہ کے خلفاء کو امت موسویہ کے خلفاء کا مثیل اور ہم وزن قرار دیا۔ پس دونوں سلسلوں کی مشابہت کے لحاظ سے جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد چودھویں صدی میں یہود کے گمراہ ہونے پر حضرت مسیح بن مریم کو مبعوث فرمایا۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چودھویں صدی کے سر پر مبعوث ہونے والے خلیفہ و مجدد کو استعارہ کے رنگ میں "مسیح موعود" کے نام سے موسوم فرمایا۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے اس عقیدہ کو صریحاً غلط قرار دیا ہے کہ اسرائیلی مسیح بن مریم آسمان پر زندہ مع جسم العنصری اٹھائے گئے ہیں اور وہی امت محمدیہ کی اصلاح کے لئے آسمان سے اتریں گے۔ حیات مسیح کا عقیدہ عیسائیوں نے مسلمانوں میں داخل کیا تھا۔ اس عقیدہ سے اسلام کو سخت نقصان پہنچا۔

اللہ تعالیٰ نے چودھویں صدی کے مجدد و مامور حضرت بانی سلسلہ احمدیہ پر اس حقیقت کا انکشاف فرمایا۔ کہ در حقیقت حضرت مسیح بن مریم کو صلیب پر لٹکائے جانے کا واقعہ تو ضرور پیش آیا مگر انہوں نے صلیب پر جان نہیں دی۔ اللہ تعالیٰ کی خاص تدبیر سے بے ہوشی کی حالت میں صلیب پر سے اتار لئے گئے۔ ان کی ہڈیاں نہیں توڑی گئیں۔ بعد ازاں صحتیاب ہو کر فلسطین سے کشمیر

کی طرف ہجرت کر آئے۔ جہاں انہوں نے اپنی تعلیم پھیلائی اور اپنا مشن پورا کر کے
ایک سو بیس سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ آج بھی ان کا مقبرہ سری نگر کشمیر
محلہ خانیار میں مرجع خلائق ہے۔

چنانچہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:-

"خدا تعالیٰ نے اس عاجز کو شرف مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف فرما کر اس
صدی کی چہاردہم کا مجدد قرار دیا ہے۔ اور ہر ایک مجدد کا بلحاظ حالت موجودہ
زمانہ کے ایک خاص کام ہوتا ہے۔ جس کے لئے وہ مامور کیا جاتا ہے۔ سو
اسی سنت اللہ کے موافق یہ عاجز صلیبی شوکت کو توڑنے کے لئے مامور
ہے۔ یعنی خدا تعالیٰ کی طرف سے اس خدمت پر مقرر کیا گیا ہے کہ جو کچھ
عیسائی پادریوں نے کفارہ اور تثلیث کے باطل مسائل کو دنیا میں پھیلایا
ہے۔ اور خدائے واحد لاشریک کی کسر شان کی ہے۔ یہ تمام فتنہ سچے
دلائل اور روشن براہین اور پاک نشانوں کے ذریعہ سے فرو کیا جائے۔
اس بات کی کسی کو خبر نہیں کہ دنیا میں اس زمانہ میں ایک ہی فتنہ ہے۔ جو
کمال کو پہنچ گیا ہے۔ اور الٰہی تعلیم کا سخت مخالف ہے۔ یعنی کفارہ اور
تثلیث کی تعلیم جسکو صلیبی فتنہ کے نام سے موسوم کرنا چاہیئے۔ کیونکہ
کفارہ اور تثلیث کے تمام اغراض صلیب کے ساتھ وابستہ ہیں۔
سو خدا تعالیٰ نے آسمان پر سے دیکھا کہ یہ فتنہ بہت بڑھ گیا ہے اور یہ
زمانہ اس فتنہ کے تموج اور طوفان کا زمانہ ہے۔ پس خدا نے اپنے وعدہ
کے موافق چاہا کہ اس صلیبی فتنہ کو پارہ پارہ کرے۔ اور اس نسخہ ابد ماہر کی

نے نبی مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے خبر دی تھی کہ جس شخص کی ہمت
ر دعا اور قوتِ بیان اور تاثیرِ کلام اور انفاس کافر کش سے یہ فتنہ فرو
رگا۔ اسی کا نام اس وقت عیسیٰ اور مسیح موعود ہوگا۔"

(انجام آتھم صفحہ [illegible])

ی زمانہ کے مجدد کا نام مسیح موعود رکھنا اس مصلحت پر مبنی معلوم ہوتا ہے کہ
ا مجدد کا عظیم الشان کام عیسائیت کا غلبہ توڑنا اور ان کے حملوں کو دفع کرنا
ر ان کے فلسفہ کو جو مخالفِ قرآن ہے دلائل قویہ کے ساتھ توڑنا اور ان پر
لام کی حجت پوری کرنا ہے کیونکہ سب سے بڑی آفت اس زمانہ میں اسلام
لئے جو بغیر تائیدِ الٰہی دور نہیں ہو سکتی ہے عیسائیوں کے فلسفیانہ حملے
ر مذہبی نکتہ چینیاں ہیں جن کے دور کرنے کے لئے ضروری تھا۔ کہ
ا تعالیٰ کی طرف سے مامور آوے۔"

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ [illegible])

۵

م مسیح بہ بانگ بلند مے گویم ◆ منم خلیفۂ شاہے کہ بر سما باشد
ندا نسبت کردست بریں ادیم زمین ◆ ہزار ہا دل و جاں بر رہِ خدا باشد

۶

میں اپنے دعویٰ کی نسبت اس قدر بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ میں
ین ضرورت کے وقت خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجا گیا ہوں، جبکہ اس
[illegible] بگڑا۔ اور نہ صرف تقویٰ و طہارت کو

چھوڑا بلکہ ان یہود کی طرح جو مسیح کے وقت میں تھے سچائی کے دشمن ہو گئے۔ تب بالمقابل خدا تعالیٰ نے میرا نام مسیح رکھدیا۔ نہ صرف یہ کہ میں اس زمانہ کے لوگوں کو اپنی طرف بلاتا ہوں بلکہ خود زمانہ نے مجھے بلایا ہے۔"

(پیغام صلح ص۳۴)

فرمایا:-

"پھر یہ کہنا کہ ان یہودیوں کی اصلاح کے لئے اسرائیلی عیسیٰ آسمان سے نازل ہوگا بالکل غیر معقول بات ہے۔ کیونکہ اول تو باہر سے ایک نبی کے آنے سے مہر ختم نبوت ٹوٹتی ہے۔ اور قرآن شریف صریح طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء ٹھہراتا ہے۔ ماسوا اس کے قرآن شریف کی رو سے یہ امت خیر الامم کہلاتی ہے۔ پس اس کی اس سے زیادہ بے عزتی اور کوئی نہیں ہوسکتی کہ یہودی بننے کے لئے تو یہ امت ہو مگر عیسیٰ باہر سے آوے۔ اگر یہ سچ ہے کہ کسی زمانہ میں اکثر علماء اس امت کے یہودی بن جائیں گے یعنی یہود خصلت ہو جائیں گے تو پھر یہ بھی سچ ہے کہ ان یہود کے درست کرنے کے لئے عیسیٰ باہر سے نہیں آئے گا بلکہ جیسا کہ بعض افراد کا نام یہود رکھا گیا ہے۔ ایسا ہی ان کے مقابل پر ایک فرد کا نام عیسیٰ بھی رکھا جائیگا۔"

(تذکرۃ الشہادتین ص۱۱)

فرمایا:-

چوں مرا نورے پئے قوم مسیحی دادہ اند
مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

"یہ خدا کا ارادہ تھا کہ وہ چمکتا ہوا حربہ، اور حقیقت نما برہان کہ جو صلیبی اعتقاد کا خاتمہ کرے اس کی نسبت ابتداء سے یہی مقدر تھا کہ مسیح موعود کے ذریعہ سے دنیا میں ظاہر ہو۔ کیونکہ خدا کے پاک نبی نے یہ پیشگوئی کی تھی کہ صلیبی مذہب نہ گھٹے گا اور نہ اس کی ترقی میں فتور آئے گا جب تک کہ مسیح موعود دنیا میں ظاہر نہ ہو۔ اور وہی ہے جو کسر صلیب اس کے ہاتھ پر ہوگی۔ اس پیشگوئی میں یہی اشارہ تھا کہ مسیح موعود کے وقت میں خدا کے ارادہ سے ایسے اسباب پیدا ہو جائیں گے جن کے ذریعہ سے صلیبی واقعہ کی اصلیت کھل جائے گی۔ تب انجام ہوگا اور اس عقیدہ کی عمر پوری ہو جائیگی۔ لیکن نہ کسی جنگ اور لڑائی سے بلکہ محض آسمانی اسباب سے۔ جو علمی اور استدلالی رنگ میں دنیا میں ظاہر ہوں گے۔ یہی مفہوم اس حدیث کا ہے جو صحیح بخاری اور دوسری کتابوں میں درج ہے۔ پس ضرور تھا کہ آسمان ان امور اور ان شہادتوں اور ان قطعی اور یقینی ثبوتوں کو ظاہر نہ کرتا۔ جب تک کہ مسیح موعود دنیا میں نہ آتا۔ اور ایسا ہی ہوا۔ اور اب سے وہ موعود ظاہر ہوا۔ ہر ایک کی آنکھ کھلے گی اور غور کرنے والے غور کریں گے۔ کیونکہ خدا کا مسیح آگیا۔ اب ضرور ہے کہ دماغوں میں روشنی اور دلوں میں توجہ اور قلموں میں زور اور کمروں میں ہمت پیدا ہو۔ اور اب ہر ایک سعید کو فہم عطا کیا جائے۔ اور ہر ایک رشید کو عقل دی جائے گی کیونکہ جو چیز آسمان میں چمکتی ہے وہ ضرور زمین کو بھی منور کرتی

ہے۔ مبارک وہ جو اس روشنی سے حصہ لے اور کیا ہی سعادتمند وہ شخص ہے جو اس نور میں سے کچھ پاوے۔" (مسیح ہندوستان میں صفحہ ۲۲)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:۔

"اے میرے دوستو! اب میری ایک آخری وصیت کو سنو۔ اور ایک راز کی بات کہتا ہوں۔ اس کو خوب یاد رکھو کہ تم اپنے ان تمام مناظرات کا جو عیسائیوں سے تمہیں پیش آتے ہیں۔ پہلو بدل لو۔ اور عیسائیوں پر یہ ثابت کر دو کہ درحقیقت مسیح ابن مریم ہمیشہ کے لئے فوت ہو چکا ہے یہی ایک بحث ہے جس میں فتحیاب ہونے سے تم عیسائی مذہب کی روئے زمین سے صف لپیٹ دو گے۔ تمہیں کچھ ضرورت نہیں کہ دوسرے لمبے لمبے جھگڑوں میں اپنے اوقات عزیز کو ضائع کرو۔ صرف مسیح ابن مریم کی وفات پر زور دو اور پُرزور دلائل سے عیسائیوں کو لاجواب اور ساکت کر دو۔ جب تم مسیح کا مردوں میں داخل ہونا ثابت کر دو گے اور عیسائیوں کے دلوں پر نقش کر دو گے تو اسی دن تم سمجھ لو کہ آج عیسائی مذہب دنیا سے رخصت ہوا یقیناً سمجھو کہ جب تک ان کا خدا فوت نہ ہو ان کا مذہب بھی فوت نہیں ہو سکتا۔ اور دوسری تمام بحثیں ان کے ساتھ عبث ہیں۔ ان کے مذہب کا ایک ہی ستون ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اب تک مسیح ابن مریم آسمان پر زندہ بیٹھا ہے۔ اس ستون کو پاش پاش کرو۔ پھر نظر اٹھا کر دیکھو کہ عیسائی مذہب دنیا میں کہاں ہے۔ چونکہ خدا تعالیٰ بھی چاہتا ہے کہ اس ستون کو ریزہ ریزہ کرے

اور یورپ اور ایشیا میں توحید کی ہوا چلا وے۔ اس لئے اس نے مجھے بھیجا اور میرے پر اپنے خاص الہام سے ظاہر کیا کہ مسیح ابن مریم فوت ہوچکا ہے۔ چنانچہ اس کا الہام یہ ہے کہ مسیح ابن مریم رسول اللہ فوت ہوچکا ہے اور اس کے رنگ میں ہو کر وعدہ کے موافق تو آیا ہے وکان وعد اللہ مفعولا۔ انت معی و انت علی الحق المبین۔ انت مصیب و معین الحق۔"

(ازالہ اوہام صفحہ ۲۳۲)

حضرت اقدس نے سنہ ۱۸۹۱ء میں دعویٰ مسیحیت کے بارہ میں ایک مختصر رسالہ "فتح اسلام" شائع فرمایا۔ اس کے ٹائیٹل پیج پر یہ الہامی رباعی درج فرمائی۔

کیا شک ہے ماننے میں تمہیں اس مسیح کے
جس کی مماثلت کو خدا نے بتا دیا
حاذق طبیب پاتے ہیں تم سے یہی خطاب
خوبوں کو بھی تو تم نے مسیحا بنا دیا

فرمایا:-

"مسلمانو! یاد رکھو اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ تمہیں یہ خبر دی ہے۔ کہ میں نے اپنا پیغام پہنچا دیا ہے۔ اب اس کو سننا نہ سننا تمہارے اختیار میں ہے۔ یہ سچی بات ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات

پاچکے ہیں۔ اور میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جو مسیح موعود آنے والا تھا وہ میں ہی ہوں اور یہ بھی سچی بات ہے۔ کہ اسلام کی زندگی عیسےٰ کے مرنے میں ہے

(لیکچر لدھیانہ۔ الحکم ستمبر، اکتوبر ۱۹۰۵ء)

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:-

مسیح موعود کا آسمان سے اترنا محض جھوٹا خیال ہے۔ یاد رکھو کوئی آسمان سے نہیں اترے گا۔ ہمارے سب مخالف جو اب زندہ موجود ہیں۔ وہ تمام مریں گے اور کوئی ان میں سے عیسیٰ بن مریم کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گا۔ اور پھر ان کی اولاد جو باقی رہے گی مرے گی اور ان میں سے بھی کوئی آدمی عیسےٰ ابن مریم کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گا۔ اور پھر اولاد کی اولاد مرے گی اور وہ بھی مریم کے بیٹے کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گی۔ تب خدا ان کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالے گا کہ زمانہ صلیب کے غلبہ کا بھی گزر چکا اور دنیا دوسرے رنگ میں آگئی۔ مگر مریم کا بیٹا عیسےٰ اب تک آسمان سے نہیں اترا۔ تب دانشمند یکدفعہ اس عقیدہ سے بیزار ہو جائیں گے۔ اور ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہوگی کہ عیسیٰ کا انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت ناامید اور بدظن ہو کر اس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑ دیں گے۔ اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا۔ میں تو ایک تخم ریزی

نوٹ: دیکھیں رسالہ عقیدہ حیات مسیح سے بیزاری جس میں [illegible] نے لکھ کر [illegible] کے [illegible] دیے گئے ہیں۔

کرنے آیا ہوں۔ سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔"

(تذکرۃ الشہادتین مطبوعہ ۱۹۰۳ء)

دعویٰ مہدی معہود

چودھویں صدی کے آغاز میں مسلمان مذہبی اور سیاسی لحاظ سے انتہائی طور پر تنزل اور انحطاط کا شکار ہو چکے تھے اور تمام مذاہب اسلام پر حملہ آور تھے اور چند ہی دنوں میں اسے دنیا سے نیست و نابود کرنے اور صفحۂ عالم سے مٹا دینے پر تلے ہوئے تھے اور دینِ اسلام حضورؐ کے ان اشعار کا مصداق تھا ؎

ہر طرف کفر است جوشاں ہمچو افواجِ یزید
دینِ حق بیمار و بے کس ہمچو زین العابدین

مردمِ ذی مقدرت مشغولِ عشرت ہائے خویش
خرم و خنداں نشستہ با بتانِ نازنین

عالماں را روز و شب باہم فساد از جوشِ نفس
زاہداں غافل سراسر از ضرورت ہائے دیں

ایں دو فکرِ دینِ احمد مغزِ جانِ ما گداخت
کثرتِ اعدائے ملت قلتِ انصارِ دیں

اور یہی وہ زمانہ تھا جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے پیشگوئی بیان فرمائی تھی کہ جب قرآن دنیا سے اٹھ جائے گا تو ایک فارسی الاصل شخص (ثریا) آسمان سے ایمان، اسلام اور قرآن کو واپس لا کر دنیا میں دوبارہ قائم کر دے گا۔ اور صحابہ جیسی فدائی اسلام جماعت قائم کرے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:-

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ

اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْہِمْ وَیُعَلِّمُہُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ ۔ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝ وَّاٰخَرِیْنَ مِنْہُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِہِمْ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ۔ (سورہ جمعہ ع ۱)

یعنی عزیز و حکیم وہ خدا ہے جس نے امیوں میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے۔ اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے۔ اگرچہ وہ پہلے اس سے صریح گمراہ تھے۔ اور ایسا ہی وہ رسول جو ان کی تربیت کر رہا ہے۔ ایک دوسرے گروہ کی بھی تربیت کرے گا۔ جو انہیں میں سے ہو جائیں گے اور انہیں کے کمالات پیدا کر لیں گے مگر ابھی وہ ان سے ملے نہیں۔"

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۰۵)

مندرجہ بالا آیت کی تفسیر میں حضرت ابوہریرہؓ یہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ وہ کون سے لوگ ہمارے مثیل اور ہم رنگ ہوں گے۔ اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ پر ہاتھ مبارک رکھ کر فرمایا:۔

لَوْ کَانَ الْاِیْمَانُ مُعَلَّقًا عِنْدَ الثُّرَیَّا لَنَالَہٗ رِجَالٌ اَوْ رَجُلٌ مِّنْ ھٰؤُلَاءِ "

(بخاری شریف تفسیر سورۃ جمعہ جلد ۲ و مشکوٰۃ جلد ۲ صفحہ ۵۸۶/۲۸۲ باب جامع المناقب)

یعنی اگر ایمان ثریا ستارے پر بھی چلا گیا تو پھر بھی ان اہل فارس میں سے ایک سے زائد یا ایک شخص اسے دوبارہ دنیا میں واپس لا کر قائم کر دے گا۔ یہی وہ مسیح و مہدی ہے

جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل بروز ہوگا اور آنحضرت کے عشق و محبت میں فنا ہونے کی وجہ سے اس کی بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت متصور ہوگی۔ وہ آنحضرت ہی سے قوت قدسیہ اور فیضانِ نبوت پا کر امت کی اصلاح کرے گا۔ اور اس کی آواز پر لبیک کہنے والی جماعت صحابہ کے رنگ میں رنگین ہوسکے اور صحابہ جیسا صدق و وفا۔ ایمان و فدائیت۔ اخلاص و محبت۔ تقویٰ طہارت۔ استقلال و استقامت دکھلانے اور صحابہ جیسی جانی و مالی قربانیوں کی وجہ سے مثیلِ صحابہ کہلائے گی۔ فرمایا۔

ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ؕ

پس یہی وہ زمانہ تھا جو خود پکار پکار کر کہہ رہا تھا کہ فارسی الاصل شخص آسمان سے دوبارہ ایمان کو لا کر دنیا میں جاری کرے۔ کیونکہ بقول نواب صدیق حسن خان اسلام کا صرف نام اور قرآن کا صرف نقش باقی رہ گیا ہے (اقتراب الساعۃ صہ ۱۲) اور بقول مولوی ثناء اللہ امرتسری "یہی بات تو یہ ہے کہ ہم میں سے قرآن مجید بالکل اٹھ چکا ہے۔" (اہلحدیث امرتسر ۱۴ جون سنہ ۱۹۱۲ء)

چنانچہ عین ضرورت کے وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا جو بقول مولوی محمد حسین بٹالوی۔

"مؤلف براہین احمدیہ قریشی نہیں فارسی الاصل ہے"

حضرت اقدس فرماتے ہیں۔

"اس عاجز کا خاندان دراصل فارسی ہے"

(حقیقۃ الوحی صہ ۸۰ و اربعین ۲ صہ ۱۷ حاشیہ)

رت اقدس نے دعویٰ مہدویت کا اعلان بدیں الفاظ فرماتے ہیں:۔
ن آیت کی تشریح میں یہ حدیث لوکان الایمان معلقاً بالثریا
الہ رجل من فارس اور چونکہ اس فارسی شخص کی طرف وہ صفت
دب کی گئی ہے جو مسیح موعود اور مہدی سے مخصوص ہے یعنی زمین جو
ن اور توحید سے خالی ہو کر ظلم سے بھر گئی ہے پھر اس کو عدل سے
ینا۔ لہٰذا یہی شخص مہدی اور مسیح موعود ہے۔ اور وہ میں ہوں۔۔۔۔
۔۔۔۔۔۔ ایسا ہی تیرہ سو برس کے عرصہ میں کسی نے خدا تعالیٰ سے
م پا کر یہ دعویٰ نہیں کیا کہ اس پیشگوئی لناله رجل من فارس کا
مداق میں ہوں۔" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۲۰)

سے

ہ وقت اب دنیا میں آیا ✦ خدا نے عہد کا دن ہے دکھایا
رک وہ جواب ایمان لایا ✦ صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا
ں سے آج ساقی نے پلادی ✦ فسبحان الذی اخزی الاعادی

لسلہ احمدیہ کے آباء کا مختصر ذکر

بی ملامن حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام ایران کے مشہور

ضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امام مہدی کی یہ علامت بیان فرمائی تھی کہ "لوکان الایمان
الثریا لناله رجل من فارس (مشکوٰۃ و بخاری کتاب التفسیر سورۃ جمعہ جلد ۳)
یمان و قرآن اور اسلام دنیا سے اٹھ کر آسمان پر پہنچ جائے گا تو ایک فارسی شخص
دبارہ دنیا میں قائم کر دے گا۔

ہلی پہنچے۔ چونکہ انہیں شاہی خاندان کے ساتھ قرابتی تعلقات تھے اسلئے حکومت
نظر میں وہ معزز سرداروں میں شمار کیے گئے۔ اور بادشاہ کی طرف سے انہیں
لاقہ پنجاب ضلع گورداسپور میں کئی دیہات بطور جاگیر ملے۔

چنانچہ حضرت مرزا ہادی بیگ صاحب نے لاہور سے ستر میل جانب شمال مشرق
سلام پور کے نام سے ایک گاؤں آباد کیا اور چونکہ انہیں اس علاقہ کا قاضی یعنی
اکم اعلیٰ مقرر کیا گیا تھا اس لئے یہ گاؤں اسلام پور قاضی کے نام سے مشہور ہوا۔
پر رفتہ رفتہ اسلام پور متروک ہو گیا اور صرف قاضی رہ گیا اور قاضی سے قادی
ا۔ پھر جمع کی صورت میں قادیان[1] مشہور ہو گیا۔

بعد ازاں بھی اس خاندان کے حکومت مغلیہ کے ساتھ گہرے مراسم اور تعلقات
ائم رہے اور ان کی قدر و منزلت، عزت و وقار، رعب و جلال اور عظمت و
وکت میں دن بدن اضافہ ہوتا گیا۔

مرزا فیض محمد عضد الدولہ

حتیٰ کہ ان کی نویں پشت میں مرزا فیض محمد کی اعلیٰ قابلیت
اور سیاسی تدبر کی بناء پر ۱۷۱۶ء میں مغل شہنشاہ
رخ سیر نے انہیں ہفت ہزاری کا جلیل القدر عہدہ دیکر عضد الدولہ کا ممتاز ترین خطاب دیا۔

---

[1] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امام مہدی کی یہ علامت بیان فرمائی ہے کہ:۔
"یَخْرُجُ الْمَهْدِیُّ مِنْ قَرْیَةٍ یُقَالُ لَهَا کَدْعَه" کہ مہدی کدعہ بستی میں
مبعوث ہوگا۔ و لفظ کدعہ معرب از قادیان است۔

(۱ شواہد فریدی جلد ۲ صفحہ ۸ و بحار الانوار جلد ۱۳ صفحہ ۱۹ و جواہر الاسرار از حضرت علی حمزہ بن علی ملک الطوسی)

مرزا گل محمد

ان کے بعد ان کے فرزند ارجمند مرزا گل محمد (جو ایک ولی اللہ اور صاحب کرامات اور بہادر جرنیل تھے) ان کے عہد اقتدار میں حکومت مغلیہ پر زوال آگیا۔ اس وقت سکھوں نے چاروں طرف اودھم مچا رکھا تھا مگر اس طوائف الملوکی میں سرزمین قادیان اسلام کی ضیا پاش کرنوں سے بقعۂ نور بنی ہوئی تھی۔ حضرت مرزا گل محمد صاحب نے اپنے علاقہ (جو چوراسی گاؤں پر مشتمل تھا) کی حفاظت کا مکمل انتظام کر دیا تھا۔ اور خود مختار حکمران کی حیثیت میں ان کے پاس سوار اور پیادہ فوج کا باقاعدہ انتظام تھا۔ قادیان کے گرد بیس فٹ اونچی فصیل تھی جس پر بیک وقت دو چھکڑے چل سکتے تھے۔ چار صد علماء صاحب تھے بالعموم حافظ قرآن اور وظیفہ خوار تھے اور چکی پیسنے والی عورتیں بھی تہجد گذار تھیں۔ حضرت مرزا گل محمد کی دیانت، شجاعت، مروت، فرزانگی حکومت، جوش نصرت دین، دربار کا وقار اور رعب اور دربار کو عقلمند، نیک چال چلن، بہادروں سے پُر پاکر سلطنت مغلیہ کے وزیر غیاث الدولہ (جو قادیان آیا تھا) چشم پُر آب ہو کر بولا:۔

"اگر مجھے پہلے خبر ہوتی کہ خاندان مغلیہ میں سے ایک ایسا مرد پنجاب کے ایک گوشے میں موجود ہے تو میں کوشش کرتا کہ تا وہی دہلی میں تخت نشین ہو جاتا۔"

(ازالہ اوہام ص [illegible] حاشیہ)

مرزا عطا محمد

ان کے بعد ۱۸۰۰ء میں ان کے فرزند مرزا عطا محمد کے عہد میں قادیان پر سکھ غالب آگئے۔ بعد ازاں ان کے بیٹے مرزا غلام مرتضیٰ کو مہاراجہ رنجیت سنگھ نے قادیان اور اس کے ملحقہ پانچ گاؤں واپس دیدیئے۔ مگر انگریزوں نے ۱۸۴۹ء میں سوائے قادیان اور اس کے ملحقہ دو دیہات کے سب جدی

انگریز بعض باغی لیڈروں کی جاگیروں کے ساتھ ضبط کر لی ۔ مگر اس زمانہ میں اس
ندان کے تنزل کا دَور ختم ہو چکا تھا۔ کیونکہ اس خاندان میں ساری دنیا کا روحانی بادشاہ
یدا ہو چکا تھا جس کے ساتھ آئندہ دنیا کی تقدیر وابستہ تھی ۔ یہ روحانی بادشاہ
ضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود جری اللہ فی حلل الانبیاء
ہے جو ۱۳ ر فروری ۱۸۳۵ء بروز جمعۃ المبارک بعد نماز فجر توام[1] پیدا ہوئے ۔

بچپن و تعلیم حضور کو بچپن ہی سے نیکی کے ساتھ گہرا لگاؤ تھا۔ بچوں کی طرح کھیل کود
کی طرف راغب نہ تھے ۔ البتہ اعتدال کے ساتھ تیراکی، گھوڑے کی
ری کے مشتاق تھے اور ورزش کے طور پر کئی کئی میل پیدل سیر کرتے اور یہ
ں عمر کے آخر تک جاری رہا ۔

حضورؑ کو ملکی رواج کے مطابق گھر پر ہی مروجہ تعلیم دی گئی ۔ حضورؑ کو علیحدگی میں
دتِ الٰہی اور ریاضت کا بے حد شوق تھا ۔ سارا دن مسجد میں پورے اہتمام
ر توجہ سے مذہبی کتابوں کے مطالعہ میں معروف رہتے ۔ حضور کو قرآن مجید کے ساتھ
پناہ عشق تھا ۔ ہر دم اس کے مطالعہ اور تدبر میں محو و مستغرق رہتے ۔ حضورؑ نے
فرمایا :- ؎

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

حضرت اقدسؑ کے والد محترم مطالعہ کم کرنے کی نصیحت فرماتے تاصحت میں فرق نہ

---

[1] حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ پیشگوئی کی تھی کہ مہدی توام پیدا ہوگا۔
(فصوص الحکم مترجم صفحہ ۳۶)

آتے۔ اور دنیاوی کاروبار یا کسی نوکری کی تحریک کرتے تو حضورؑ جواب میں فرماتے "میں خدا کا نوکر ہو گیا ہوں"۔ کسی نے سچ کہا ہے۔ ؎

ہر کسے را بہر کارے ساختند

حضور کے والد محترم نہایت رقت سے فرماتے۔

"تو حالی پاکیزہ غلام احمد کا ہے وہ ہمارا کہاں۔ یہ شخص زمینی نہیں آسمانی ہے۔ یہ آدمی نہیں فرشتہ ہے"۔ (تذکرۃ المہدی جلد ۲ ص۱۶)

حضورؑ کی پہلی شادی پندرہ سال کی عمر میں اور دوسری شادی تقریباً پچاس سال کی عمر میں ہوئی۔ مگر کسی شادی سے حضور کی زاویہ نشینی۔ کثرت مطالعہ اور انقطاع الی اللہ میں کوئی فرق نہ آیا۔

یہ زمانہ ایسا تھا کہ ایمان ثریا پر پہنچ چکا تھا۔ ساری دنیا ظہر الفساد فی البر والبحر کی مصداق بن چکی تھی۔ دین اسلام حضور کے اس شعر کا مصداق تھا۔ ؎

بے کسے شد دین احمد ہیچ خویش و یار نیست

ہر کسے در کار خود با دین احمد کار نیست

عیسائی پادری۔ آریہ۔ برہمو ملکہ کل مذاہب۔ اسلام پر حملہ آور تھے عیسائیوں کا سب سے زیادہ زور تھا وہ اپنے حکومتی رعب اور فریبانہ چالوں سے چند دنوں میں اسلام کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینے پر تلے ہوئے تھے۔ ان حالات کو دیکھ کر حضرت اقدسؑ کے دل میں اللہ جل شانہ وعزاسمہ اور اس کے حبیب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی آتش عشق شعلہ زن ہوئی اور دینی غیرت و حمیت نے جوش مارا۔ حضرت اقدسؑ نے ایک طرف تو "قرآن مجید کے گہرے سمندر میں غوطے

قائق ومعارف کے قیمتی جواہرات اور رُشد تمیز نچھاور کئے ۔ اور دوسری
لام پر سائنس وہیئت وفلسفہ وطبیعات وغیرہ جملہ علوم کے لحاظ سے
تے کہ ایسے دندان شکن جوابات دیئے کہ مذہبی دنیا میں تہلکہ مچ گیا اور
روشن اور چمکدار سورج بے نقاب ہو کر دُنیا کو جگمگانے لگا۔
وقت حضرت اقدس مسلمانوں کی زبوں حالی اور اسلام کی حالت زار دیکھکر
تھے۔ چنانچہ حضرت اقدسؑ کے ایک صحابی مولوی فتح دین صاحبؓ دھرمکوٹی
رتے ہیں کہ

ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ آدھی رات کے قریب حضرت صاحب بہت
قراری سے تڑپ رہے ہیں اور ایک کونہ سے دوسرے کونہ کی طرف
تے ہوئے چلے جاتے ہیں ۔ جیسے ماہی بے آب تڑپتی ہے ۔ حضورؑ
ان کے استفسار پر اس حالت واردہ کی یہ وجہ بیان فرمائی کہ
، وقت ہمیں اسلام کی مہم یاد آتی ہے اور جو جو مصیبتیں اسوقت
ام پر آرہی ہیں۔ ان کا خیال آتا ہے۔ تو ہماری طبیعت سخت
چین ہو جاتی ہے ۔ اور یہ اسلام ہی کا درد ہے جو ہمیں اس طرح
قرار کر دیتا ہے " (سیرۃ المہدی جلد ۳ - صفحہ ۲۹)

ندسؑ دین اسلام کے بارہ میں اپنے درد کا اظہار ان الفاظ میں فرماتے ہیں :-
چھا رہے دشمنانِ دین کا ہم پر رات ہے

اے مرے سورج نکل باہر کہ میں ہوں بیقرار
ں کے ہاتھوں اب اس وقت کر میری مدد
کشتیٔ اسلام تا ہو جائے اس طوفاں سے پار

کھا رہا ہے دیں طمانچے ہاتھ سے قوموں کے آج
اک تزلزل میں پڑا اسلام کا عالی منار

دل نکل جاتا ہے قابو سے یہ مشکل سوچ کر
اے مری جاں کی پناہ فوجِ ملائک کو اتار

میرے زخموں پر لگا مرہم کہ میں رنجور ہوں
میری فریادوں کو سُن میں ہو گیا زار و نزار

دیکھ سکتا ہی نہیں میں ضعفِ دینِ مصطفےٰ
مجھ کو کر اے میرے سلطاں کامیاب و کامگار

یا الٰہی فضل کر اسلام پر اور خود بچا
اس شکستہ ناؤ کے بندوں کی اب سُن لے پکار

ایک عالم مر گیا ہے تیرے پانی کے بغیر
پھیر دے اب میرے مولیٰ اس طرف دریا کی دھار

کشتیٔ اسلام بے لُطفِ خدا اب غرق ہے
اے جنوں کچھ کام کر بیکار ہیں عقلوں کے وار

وہ لگا دے آگ میرے دل میں ملّت کے لئے
شعلے پہنچیں جس کے ہر دم آسماں تک بیشمار

پیشہ ہے رونا ہمارا پیشِ رَبِّ ذوالمنن
یہ شجر آخر کبھی اس نہر سے لائیں گے بار

نسلِ انساں سے مدد اب مانگنا بے کار ہے
اب ہماری ہے تری درگاہ میں یا رب پکار

(براہین احمدیہ حصہ پنجم)

یہی وہ زمانہ تھا جس میں اللہ تعالیٰ ایک مامور کو دنیا کی ہدایت و رہنمائی کیلئے کھڑا کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی نظر انتخاب آپ پر پڑی۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"ایک مرتبہ الہام ہوا جس کے معنے یہ تھے کہ ملاء اعلیٰ کے لوگ خصومت میں ہیں۔ یعنی ارادہ الٰہی احیاء دین کے لئے جوش میں ہے۔ لیکن ہنوز ملاء اعلیٰ پر شخص مُحیی کی تعیین ظاہر نہیں ہوئی"

(براہین احمدیہ حصہ چہارم ص۵۰۲ و تذکرہ ص۲۹)

فرمایا:۔

"اسی اثناء میں خواب میں دیکھا کہ لوگ ایک مُحیی کی تلاش کرتے پھرتے ہیں اور ایک شخص اس عاجز کے سامنے آیا اور اشارہ سے اس نے کہا۔

هٰذَا رَجُلٌ یُحِبُّ رَسُوْلَ اللّٰہِ

یعنی وہ آدمی ہے جو رسول اللہ سے محبت رکھتا ہے اور اس قول کا مطلب تھا کہ شرطِ اعظم اس عہدہ کی محبتِ رسول ہے۔ سو وہ اس شخص میں متحقق ہے" (براہین احمدیہ حصہ چہارم ص۵۰۳ و تذکرہ ص۲۹)

فرمایا:۔

"ابھی تھوڑے سے دن گذرے ہیں کہ ایک مدقوق اور قریب الموت انسان مجھے دکھائی دیا اور اس نے ظاہر کیا کہ میرا نام دین محمد ہے اور میرے دل میں ڈالا گیا کہ یہ دین محمدی ہے جو مجسّم ہو کر نظر آیا۔ اور میں نے اس کو تسلی دی کہ تو میرے ہاتھ سے شفا پائے گا" (تذکرہ ص۱۸۹)

اسی طرح حضور کو الہام ہوا:۔

"یحیی الدین و یقیم الشریعۃ" وہ دین کو قائم کریگا اور شریعت کو زندہ کرے گا"

پھر حضور نے ایک ایمان افروز رؤیا دیکھا۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں:۔

"ایک رات میں لکھ رہا تھا کہ اسی اثناء میں مجھے نیند آگئی اور میں سو گیا۔ اس وقت میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپ کا چہرہ بدر تام کی طرح درخشاں تھا۔ آپ میرے قریب ہوئے اور میں نے ایسا محسوس کیا کہ آپ مجھ سے معانقہ کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے مجھ سے معانقہ کیا۔ اور میں نے دیکھا کہ آپ کے چہرہ سے نور کی کرنیں نمودار ہوئیں۔ اور میرے اندر داخل ہوگئیں۔ میں ان انوار کو ظاہری روشنی کی طرح پاتا تھا۔ اور یقینی طور پر سمجھتا تھا کہ میں انہیں محض روحانی آنکھوں سے ہی نہیں بلکہ ظاہری آنکھوں سے بھی دیکھ رہا ہوں۔ اور اس معانقہ کے بعد نہ ہی میں نے محسوس کیا کہ آپ مجھ سے الگ ہوئے ہیں۔ اور نہ ہی یہ سمجھا کہ آپ تشریف لے گئے ہیں۔ اس کے بعد مجھ پر الہام الٰہی کے دروازے کھول دیئے گئے۔ اور میرے رب نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا۔

یَا اَحْمَدُ بَارَکَ اللّٰہُ فِیْکَ۔ مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی۔ اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ۔ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُھُمْ۔ وَلِتَسْتَبِیْنَ سَبِیْلُ الْمُجْرِمِیْنَ۔ قُلْ اِنِّیْ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ۔

ی اے احمد خدا نے تجھ میں برکت رکھدی ہے۔ جو کچھ تو نے چلایا وہ تو نے
ہیں چلایا۔ بلکہ خدا نے چلایا۔ خدا نے تجھے قرآن سکھلایا۔ تاکہ تو ان لوگوں
ڈرا دے۔ جن کے باپ دادے ڈرائے نہیں گئے۔ اور تاکہ مجرموں کی
راہ کھل جائے۔ کہہ میں خدا کی طرف سے مامور ہوں اور میں سب سے
پہلے ایمان لانے والا ہوں۔ (تذکرہ صفحہ ۱۴۳-۱۴۴)

یا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔
خدا نے مجھے بھیجا ہے کہ تا میں اس بات کا ثبوت دوں کہ زندہ کتاب
قرآن ہے۔ اور زندہ دین اسلام ہے اور زندہ رسول محمد مصطفےٰ صلے اللہ
علیہ وسلم ہے۔ دیکھو میں زمین اور آسمان کو گواہ کرکے کہتا ہوں۔ کہ یہ
باتیں سچ ہیں اور خدا وہی ایک خدا ہے جو کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد
رسول اللہ میں پیش کیا گیا ہے۔ اور زندہ رسول وہی ایک رسول
ہے جس کے قدم پر نئے سرے سے مُردے زندہ ہو رہے ہیں۔
نشان ظاہر ہو رہے ہیں۔ برکات ظہور میں آ رہے ہیں۔ غیب کے
چشمے کھل رہے ہیں۔" (الحکم ۳۱ر مئی ۱۹۰۰ء)

"اس تاریکی کے زمانہ کا نور میں ہوں جو شخص میری پیروی کرتا ہے۔ وہ اُن
گڑھوں اور خندقوں سے بچایا جائے گا جو شیطان نے تاریکی میں چلنے
والوں کے لئے تیار کئے ہیں۔ مجھے اس نے بھیجا ہے کہ تا میں امن اور
حلم کے ساتھ دنیا کو سچے خدا کی طرف رہبری کروں۔ اور اسلام میں

اخلاقی حالتوں کو دوبارہ قائم کردں۔ اور مجھے اس نے حق کے طالبوں کی تسلی پانے کے لئے آسمانی نشان بھی عطا فرمائے ہیں۔ اور میری تائید میں اپنے عجیب کام دکھلائے ہیں۔ اور غیب کی باتیں اور آئندہ کے بھید جو خدا تعالیٰ کی پاک کتابوں کی رُو سے صادق کی شناخت کیلئے اصل معیار ہے میرے پر کھولے ہیں۔ وہ پاک معارف اور علوم مجھے عطا فرمائے ہیں۔ اس لئے ان روحوں نے مجھ سے دشمنی کی جو سچائی کو نہیں چاہتیں۔ اور تاریکی سے خوش ہیں۔ مگر میں نے چاہا کہ جہاں تک مجھ سے ہو سکے نوع انسان کی ہمدردی کردں "

(مسیح ہندوستان میں ص۱۱)

مسلمانوں کی ناگفتہ بہ حالت

اللہ تعالیٰ نے حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایسے زمانہ میں مبعوث فرمایا جبکہ زمانہ "ظھر الفساد فی البرّ والبحر" کا مصداق بن چکا تھا اور مسلمانوں کے زوال کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مندرجہ ذیل پیشگوئی بیان فرمائی تھی وہ اظہر من الشمس ہو چکی تھی کہ :-

"یَاْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ لَا یَبْقٰی مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اِسْمُہٗ وَلَا مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا رَسْمُہٗ مَسَاجِدُھُمْ عَامِرَۃٌ وَھِیَ خَرَابٌ مِنَ الْھُدٰی عُلَمَاءُھُمْ شَرٌّ مَنْ تَحْتَ اَدِیْمِ السَّمَاءِ تَخْرُجُ مِنْھُمُ الْفِتْنَۃُ وَفِیْھِمْ تَعُوْدُ" (مشکوٰۃ کتاب العلم ص۳۸)

یعنی لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ جب اسلام کا محض نام رہ جائے گا۔ اور قرآن مجید اٹھ جانے کی وجہ سے محض اس کے نشان رہ جائیں گے۔ مسلمانوں کی مساجد بظاہر تو آباد ہوں گی مگر ہدایت اور روحانیت سے خالی ہوں گی۔ ان کے علماء آسمان کے نیچے بدترین مخلوق ہوں گے۔ انہیں میں سے فتنہ نکلے گا اور انہیں میں واپس لوٹے گا۔

چنانچہ عین چودھویں صدی کے سر پر مسلمانوں کو سیاسی۔ تمدنی۔ اقتصادی۔ علمی۔ سائنسی۔ مذہبی و اعتقادی اور معاشرتی لحاظ سے مکمل زوال آچکا تھا۔ دشمن چہار اطراف سے حملے کر رہا تھا۔ مگر مسلمان بے چارے ان کے حملوں کا جواب

دینے کی بجائے شکست پہ شکست کھاتے جا رہے تھے۔ اور کوئی ان کا پرسان حال نہ تھا۔ عیسائی پادری، اور آریہ پنڈت لالچ دے دے کر لوگوں کو اپنے اپنے مذہب کی طرف کھینچ رہے تھے۔ مسلمانوں کی دگرگوں اور حالت زار دیکھکر ہر دل غمگین اور ہر آنکھ آنسو بہا رہی تھی۔ مسلمانوں کے لیڈر، علماء اور قوم و ملت کے ہمدرد و خیرخواہ ان کی پستی اور زوال اور ادبار دیکھکر ان کی دوبارہ ترقی و اصلاح سے کلیتاً مایوس ہو چکے تھے۔ اسی لئے کئی ایک نے اسلام کا مرثیہ پڑھ دیا۔ (افسوس صد افسوس)۔

نمونہ کے طور پر چند ایک لیڈروں کے خیالات ملاحظہ فرمائیں:۔

مشہور مسلم لیڈر جناب سرسید احمد خان بانی یونیورسٹی علیگڑھ

اپنے ایک خط میں جو انہوں نے نواب وقار الملک صاحب کو لکھا تھا مسلمانوں کی زبوں حالی اور ان کے زوال و ادبار اور دوبارہ ترقی اسلام سے مایوسی کا ان الفاظ اظہار کرتے ہیں:۔

"تعجب یہ ہے کہ جو تعلیم پاتے جاتے ہیں اور جن سے قومی بھلائی کی امید تھی وہ خود شیطان اور بدترین قوم ہوتے جاتے ہیں۔۔۔۔۔۔ قومی رفاہ و اصلاح کی امید باقی نہیں ہے۔ نہایت تعجب ہے کہ مسلمان مختلف قوم کے، مختلف طبائع کے، مختلف ملکوں کے اور مختلف آب و ہوا کے رہنے والے ہیں۔ مگر سب ایک قسم کی ابتری، خرابی، بدانتظامی، زوال و زبال کی حالت میں ہیں۔ پس کونسا امر سبب میں

مشترک ہے جس کے سبب سے سب کی یکساں حالت ہے۔ مسٹر چارلس
ترپولین کا قول ہے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مشترک شے اسلام ہے۔ ترکی کو اس
نے یہ نصیحت کی تھی کہ جب تک اسلام نہ چھوڑ دے اصلاح نہیں ہو سکتی"
(مکتوبات سرسید احمد خاں ص۲۷۴ شائع کردہ انجمن ترقی ادب لاہور)

مشہور اہلحدیث ومصنف نواب صدیق حسن خاں بھوپالوی نے لکھا:۔

"اب اسلام کا صرف نام، قرآن کا فقط نقش باقی رہ گیا ہے۔ مسجدیں
ظاہر میں تو آباد ہیں۔ لیکن ہدایت سے بالکل ویران ہیں۔ علماء اس امت
کے بدتر ان کے ہیں جو نیچے آسمان کے ہیں۔ انہیں سے فتنے نکلتے ہیں۔
انہیں کے اندر پھر کر جاتے ہیں"۔ (اقتراب الساعۃ ص۱۲)

جناب نواب صاحب مذکور نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مندرجہ ذیل پیشگوئی کے
عین مطابق مسلمانوں کی حالت کا نقشہ ظاہر کیا ہے:۔

"یاتی علی الناس زمان لا یبقی من الاسلام الا اسمہ
ولم یبقی من القرآن الا اسمہ۔ مساجدھم عامرۃ
وھی خراب من الھدیٰ۔ علماءھم شر من تحت
ادیم السماء تخرج الفتنہ وفیھم تعود"۔
(مشکوٰۃ کتاب العلم ص۳۸)

مشہور اہلحدیث مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری

نے بحوالہ کرزن گزٹ مندرجہ ذیل الفاظ اپنے اخبار میں شائع کئے:۔

"سچی بات یہ ہے کہ ہم میں سے قرآن مجید بالکل اُٹھ چکا ہے۔ فرضی طور پر ہم قرآن مجید پر ایمان رکھتے ہیں۔ مگر واللہ دل سے اسے معمولی اور بہت معمولی بے کار کتاب جانتے ہیں۔" (اہلحدیث ص۶ ۱۴ جون ۱۹۱۲ء)

مشہور مسلم لیڈر اور قومی شاعر جناب مولانا الطاف حسین حالی

کی مسدس کے شروع میں مندرجہ ذیل قطعہ درج ہے:-

پستی کا کوئی حد سے گذرنا دیکھے ۔ اسلام کا گر کر نہ اُبھرنا دیکھے
ماننے نہ کبھی کہ مد ہے ہر جذر کے بعد ۔ دریا کا ہمارے جو اترنا دیکھے

مولانا حالی مسلمانوں کی حالت زار کا نقشہ بایں الفاظ کھینچتے ہیں:-

نہ ثروت رہی انکی قائم نہ عزت ۔ گئے ساتھ چھوڑ ان کا اقبال و دولت
ہوئے علم و فن ان سے ایک ایک رخصت ۔ مٹیں خوبیاں ساری نوبت بہ نوبت
رہا دین باقی نہ اسلام باقی
اک اسلام کا رہ گیا نام باقی

تنزل نے کی ہے بُری گت ہماری ۔ بہت دُور پہنچی ہے نکبت ہماری
گئی گذری دنیا سے عزت ہماری ۔ نہیں کچھ اُبھرنے کی صورت ہماری
پڑے ہیں اک اُمید کے ہم سہارے
توقع پہ جنت کے جیتے ہیں سارے

پھر اک باغ دیکھے گا اجڑا سراسر ۔ جہاں خاک اڑتی ہے ہر سو برابر
نہیں تازگی کا کہیں نام جس پر ۔ ہری ٹہنیاں جھڑ گئیں جس کی جل کر

نہیں پھول پھل جس میں آنے کے قابل
ہوئے سرد کھو جس کے جلانے کے قابل

چمن میں ہوا آچکی ہے خزاں کی | پھری ہے نظر دیر سے باغباں کی
صدا اور ہے بلبلِ نغمہ خواں کی | کوئی دم میں رحلت ہے اب گلستاں کی

تباہی کے خواب آرہے ہیں نظر سب
مصیبت کی ہے آنیوالی سحر اب

مشہور قومی شاعر جناب ڈاکٹر علامہ سر محمد اقبال

نے موجودہ زمانہ کے مسلمانوں کا نقشہ مندرجہ ذیل اشعار میں کھینچا ہے ؎

شور ہے ہوگئے دنیا سے مسلماں نابود ❊ ہم یہ کہتے ہیں کہ تھے بھی کہیں مسلم موجود
وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود ❊ یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود
یوں تو تم سید بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو ❊ تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو

علامہ اقبال کے ان اشعار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مندرجہ ذیل پیشگوئی کو حرف بحرف پورا ہونا ثابت کر دیا - نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کی گمراہی کے بارہ میں پیشگوئی بیان فرماتے ہیں کہ :-

"لَتَتْبَعُنَّ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ حَتّٰى لَوْ دَخَلُوْا فِيْ جُحْرِ ضَبٍّ لَاتَّبَعْتُمُوْهُمْ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى قَالَ فَمَنْ"

(مسلم شریف جلد ۲ کتاب العلم باب اتباع سنن الیہود والنصاری)

رسالہ المنیر ہفت روزہ لائل پور میں ایک نظم شائع ہوئی اسکے دو شعر یہ ہیں :-

خلقِ خدا سے پیار نہ خالق سے واسطہ ٭ اس درجہ گر گئے ہیں مقامِ بشر سے ہم
ہر شکل میں نصاریٰ تو کردار میں یہود ٭ کس دل سے پیار کرتے ہیں خیر البشر سے ہم

(المنیر ۴ دسمبر ۱۹۵۲ء)

پس جب مسلمان یہود کے مثیل بن گئے تو ضروری تھا کہ امت محمدیہ میں ایک مامور حضرت عیسیٰؑ کے رنگ میں ظاہر ہو۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ دعا سکھلائی ہے۔ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین۔ منعم علیہم نبی۔ صدیق۔ شہید صالحین ہیں۔ (سورۃ نساء ع ۹) ۔ مغضوب علیھم سے مراد یہود اور الضالین نصاریٰ ہیں۔ (متفق علیہ) اسی دعا سے ظاہر ہے کہ مسلمانوں میں ایک موعود آنے والا ہے جس کے انکار سے مسلمان مثیل یہود ہو جائیں گے۔ اور وہ اپنی تمام عادات میں یہود کے نقش قدم پر چلیں گے۔ چنانچہ علامہ اقبال کے مذکورہ اشعار کلیتاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کو اظہر من الشمس کر رہے ہیں۔ فسبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔

ڈاکٹر علامہ اقبال مسلمانوں کی حالت بتلاتے ہیں کہ ؎

مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے
یعنی وہ صاحبِ اوصافِ حجازی نہ رہے

پھر فرمایا ؎

مسجد تو بنا دی شب بھر میں ایماں کی حرارت والوں نے
من اپنا پرانا پاپی ہے برسوں میں نمازی بن نہ سکا

مسلمانوں کے باہمی افتراق کے بارہ میں کہا۔ ؎

کعبہ بھی ایک رسول ایک ہے قرآن بھی ایک
کیا بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک

اور کہا ع

یہ امت باعث رسوائی پیغمبر ہے

جناب مولانا سعید احمد صاحب ایم۔ اے اکبر آبادی

نے لکھا :۔

"اب حالت بالکل دگرگوں ہے۔ زندگی کے ہر شعبہ میں مسلمانوں پر ادبار و انحطاط کا تسلط ہے اور علم و عمل کے ہر میدان میں وہ سب سے پیچھے نظر آتے ہیں کہیں جہالت و نادانی کا دور دورہ ہے اور کسی جگہ دوسری اقوام کی تقلید کا سودا۔ اسلامی انفرادیت۔ بہرحال اس قدر مضمحل ہو چکی ہے کہ آجکل مسلمانوں کی بحیثیت مجموعی پہلے زمانہ کے مسلمانوں کا جانشین یا ان کے منصب و عظمت کا وارث کہنا اپنی ہنسی خود آپ اڑانے کے مترادف ہے" (مسلمانوں کا عروج و زوال ص۶)

سید ابوالاعلیٰ مودودی امیر جماعت اسلامی پاکستان

نے مسلمانوں کے بارہ میں لکھا :۔

"یہ انبوہ عظیم جس کو مسلمان قوم کہا جاتا ہے۔ اس کا حال یہ ہے کہ اس کے

۹۹۹ فی ہزار افراد جو اسلام کا علم رکھتے ہی نہ حق و باطل کی تمیز سے آشنا ہیں، نہ ان کا اخلاقی نقطہ نظر اور ذہنی رویہ اسلام کے مطابق تبدیل ہوا ہے۔ باپ سے بیٹے اور بیٹے سے پوتے کو بس مسلمان کا نام ملتا چلا آرہا ہے۔

(سیاسی کشمکش حصہ سوم ص ۱۰۵-۱۰۶)

رسالہ تائید اسلام اچھرہ لاہور

لکھتا ہے:-

"چودھویں صدی کا زمانہ تھا فتنے ہر طرف ٹوٹ رہے تھے۔ یہ وہی زمانہ ہے کہ جس کے متعلق خواجہ ہر دو عالم فخر الاولین والآخرین پیشگوئی فرما گئے تھے کہ آسمان کے نیچے سب سے زیادہ شرار الناس علماء سوء ہوں گے۔ فرمایا۔ منہم یبدء الفتنۃ وفیہم تعود ان شریروں ہی سے فتنہ شروع ہوگا۔ پھر قیامت میں وبال اس کا ان کمبختوں پر ہی عائد ہوگا۔"

(تائید اسلام اچھرہ لاہور ص ۱۲ ۲۸ ستمبر ۱۹۲۸ء)

مولوی سید ابوالحسن ندوی

نے لکھا:-

"اسلام عیسائیت کی طرح چند اعتقادات اور چند رسوم کا مجموعہ بنکر رہ گیا ہے۔"

(سیرت سید احمد شہید ص ۲۳ مطبوعہ ۱۹۴۱ء)

مشہور خطیب سید عطاء اللہ شاہ بخاری (امیر شریعت مزعومہ)

نے اپنی تقریر میں کہا:۔

"ہمارا اسلام، ہم نے اسلام کے نام پر جو کچھ اختیار کر رکھا ہے۔ وہ تو سر بھی کفر ہے۔ ہمارے دل دین کی سمجھ سے دور، ہماری آنکھیں بصیرت سے نا آشنا، کان سچی بات سُننے سے گریزاں ؎

بے دلی ہائے تماشہ کہ نہ عبرت ہے نہ ذوق
بے کسی ہائے تمنا کہ نہ دنیا ہے نہ دیں

میں کمیونزم سے کیوں ٹکراؤں وہ کونسا اسلام ہے جس پر کمیونزم فرق لگا رہا ہے۔ ہمارا اسلام ؎

بتوں سے تجھ کو تمنا خدا سے نومیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے

یہ اسلام جو تم نے اختیار کر رکھا ہے کیا یہی اسلام ہے جو نبی نے سکھلایا تھا کیا ہماری رفتار و گفتار اور کردار میں وہی دین ہے جو خدا نے نازل کیا تھا؟ یہ روزے اور نمازیں جو ہم میں سے بعض بعض پڑھتے ہیں۔ ان کے پڑھنے میں ہم کتنا وقت صرف کرتے ہیں۔ جو معنی میں کھرا ہے وہ قرآن سنانا نہیں جاتا۔ اور جو سُنتے ہیں وہ نہیں جانتے کہ کیا سُن رہے ہیں۔ اور باقی تیئس گھنٹے ہم کیا کرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ گورنری سے لے کر گداگری تک مجھے ایک بات ہی بتلاؤ جو کہ

قرآن اور اسلام کے مطابق ہو۔ پھر میں کیونزم سے کیوں لڑوں ......
ہمارا تو سارا نظام کفر ہے۔ قرآن کے مقابلہ میں ہم نے ابلیس کے دامن
میں پناہ لے رکھی ہے۔ قرآن صرف تعویذ کے لئے اور قسم کھانے کے
لئے ہے" (آزاد ۹ دسمبر ۱۹۴۹ء)

جناب شورش کاشمیری ایڈیٹر رسالہ "چٹان" لاہور

نے لکھا:۔

"اس وقت مسلمانوں کی حالت یہ ہے کہ ایک زوال پذیر قوم کی تمام
نشانیاں انہوں نے قبول کر رکھی ہیں ..... ایک قوم کی حقیقی روح اس
کی معنوی زندگی ہے۔ اگر کسی قوم میں معنوی زندگی نہ رہے تو وہ قوم
تدریجاً یا سریعاً مردہ ہو جاتی ہے۔ روسی ترکستان کو یہی حادثہ پیش
آیا" (چٹان ۱۹ اگست ۱۹۶۳ء)

اسی طرح شورش صاحب علماء زمانہ کے بارہ میں رقمطراز ہیں:۔

"جتنا نقصان ہمارے علماء محترم کی اکثریت نے اسلام کو پہنچایا،
اتنا شاید نصرانیت اور مجوسیت کے اجتماعی حملے نے بھی نہ پہنچایا
ہو۔ لوگ مرتد اس لئے نہیں ہو رہے کہ ان کے لئے اسلام میں دلکشی
نہیں رہی۔ لوگ اس لئے مرتد ہو رہے ہیں کہ جو لوگ مسند رسول
کے وارث ہیں۔ اور جنہوں نے اپنے ناموں کے ساتھ خطابات
حسنہ کا ایک انبار لگا رکھا ہے۔ ان کے اعمال و افعال عامۃ الناس

کو مرتد کر رہے ہیں" (رسالہ چٹان، ۲ ستمبر ۱۹۶۳ء)

معارف اسلام لاہور

و اہل تشیع کا ترجمان ہے لکھتا ہے :-

و "سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ وہ صحیح تعلیم اسلام کہاں سے ملے۔ اسلام میں اتنے فرقے ہو گئے ہیں کہ اگر کوئی شخص تعلیم اسلام کی تلاش کرنے نکلے تو ڈر ہے کہ کہیں پہلا ہی قدم دلدل میں نہ پھنس جائے۔ اب ہمیں جناب رسول خدا کا کہنا یاد آیا کہ جس نے صحیح امام زمانہ کی معرفت حاصل نہ کی وہ کافر مرا"

(معارف اسلام نومبر، دسمبر ۱۱ سنہ ۱۹۶۳ء)

وقت تھا وقتِ مسیحا نہ کسی اور کا وقت

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن مجید میں اس زمانہ کی بھی تعین فرما دی کہ جب قرآن آسمان پر اٹھ جائیگا۔ تو مسیح و مہدی کا ظہور ہوگا۔ فرمایا:۔

یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ ثُمَّ یَعْرُجُ اِلَیْهِ فِیْ یَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۔

(سورہ سجدہ ع ۱)

یعنی اللہ تعالیٰ آسمان سے زمین پر قرآن مجید کو نازل و نافذ کرتا ہے۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد یہ آسمان کی طرف اٹھ جائے گا۔ اور یہ زمانہ تمہارے حساب کے مطابق ایک ہزار سال کا ہے۔ جب ہم اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو حدیث نبوی "خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ ثُمَّ یَفْشُو الْكَذِبُ ۔ (ترمذی شریف جلد ۲)

کہ میری صدی اور اس کے ساتھ کی دو صدیاں یعنی تین صدیاں بہتر ہیں بعد از اں جھوٹ اور بے ایمانی پھیل جائے گی۔

اگر مطابق آیت قرآنی ایک ہزار سال میں تین سو سال ملائیں تو تیرھویں صدی تک قرآن و اسلام کا اٹھ جانا مقدر ہے۔ جب کہ مسیح و مہدی ظاہر ہوں گے۔ اہل تشیع کی کتاب غایۃ المقصود جلد ۲ ص ۱۸۱ میں بھی ہے۔ کہ

"چودھویں صدی میں امام مہدی علیہ السلام کے مبعوث ہونیکا انتظار ہوگا۔"

رنبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ

"اَلْاٰیَاتُ بَعْدَ الْمِائَتَیْنِ۔"

(ابن ماجہ اشراط الساعۃ مشکوٰۃ مجتبائی صـ۴۷۱)

ا حدیث کی تشریح میں حضرت ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ

"المائتین پر جو الف لام عہد کا ہے اس سے ظاہر ہے کہ ایک ہزار سال کے بعد دو سو سال یعنی بارہ (۱۲۰۰) سو سال گزرنے پر نشانات ظاہر ہوں گے اور یہی مہدی کے ظہور کا وقت ہے۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ برحاشیہ صـ۴۷۱)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کو الہاماً بتایا گیا کہ مہدی کا نام "چراغ دین"

۵۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"اس عاجز نے اس طرف توجہ کی کہ کیا اس حدیث کا جو الآیات بعد المائتین ہے ایک یہ بھی منشاء ہے کہ تیرھویں صدی کے اواخر میں مسیح موعود کا ظہور ہوگا۔ اور کیا اس حدیث کے مفہوم میں بھی یہ عاجز داخل ہے تو مجھے کشفی طور پر اس مندرجہ ذیل نام کے اعداد حروف کی طرف توجہ دلائی گئی کہ دیکھ یہی مسیح ہے کہ جو تیرھویں صدی کے پورے ہونے پر ظاہر ہونے والا تھا پہلے سے یہی تاریخ ہم نے نام میں مقرر کر رکھی تھی اور وہ یہ نام ہے غلام احمد قادیانی اس نام کے عدد پورے تیرہ سو ہیں اور اس قصبہ قادیان میں بجز اس عاجز کے اور کسی شخص کا غلام احمد نام نہیں اور اس عاجز کے ساتھ اکثر یہ عادت اللہ جاری ہے کہ وہ سبحانہ بعض اسرار اعداد حروف تہجی میں میرے پر ظاہر کر دیتا ہے۔ ایک دفعہ میں نے آدم کے سن پیدائش کی طرف توجہ کی تو مجھے اشارہ کیا گیا کہ ان اعداد پر نظر ڈال جو سورۃ العصر کے حروف میں ہیں کہ انہیں میں سے وہ تاریخ نکلتی ہے۔"

(ازالہ اوہام صـ۱۸۹-۱۹۰)

سنہ ۱۳۰۰ھ کی تشریح جو آپ نے کی ہے وہ نواب صدیق حسن صاحب نے اپنی کتاب حجج الکرامہ صفحہ ۳۹۴ میں درج کی ہے کہ چراغ دین کے اعداد بحساب ابجد ۱۲۶۸ ہیں پس ۱۲۶۸ ہجری کے بعد مہدی کا ظہور مقدر ہے۔ پھر شاہ صاحب موصوف اپنی کتاب تفہیمات الٰہیہ میں اپنی تفہیم کے ماتحت لکھتے ہیں :-

"اِنَّ الْمَہْدِیَّ قَدْ تَھَیَّأَ لِلْخُرُوْجِ"

کہ بے شک مہدی ظاہر ہونے کو تیار ہے۔

حضرت شاہ عبد العزیز نے تحفہ اثنا عشریہ میں اور حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ نے اربعین فی احوال المہدیین میں لکھا ہے کہ:-

"تیرہ سو ہجری کے بعد مہدی کا انتظار کرنا چاہیئے"

مشہور عالم دین مولانا محمد عبد الحی لکھنوی نے لکھا :-

"اقترب ظہور امام المہدی امام آخر الزمان وما ادریکم لعلہ یظہر فی ہذہ المائۃ"

کہ امام مہدی آخر الزمان کا ظاہر ہونا قریب ہو گیا ہے اور کیا معلوم کہ وہ اسی صدی میں ظاہر ہوں۔ (لطائف مستحسنہ)

یہی بات شیعہ کتاب غایۃ المقصود جلد ۲ صفحہ ۲۰۲ میں ہے کہ چودھویں صدی میں مہدی کے مبعوث ہونے کا انتظار ہوگا۔

حافظ برخوردار ساکن چپی ضلع سیالکوٹ اپنی پنجابی کتاب "انواع" میں حضرت عیسیٰ کے ظاہر ہونے کے بارہ میں لکھتے ہیں۔ ؎

پچھے اک ہزار دے گذرے ترے سے سال ۱۳۰۰
عیسیٰ ظاہر ہوسیا کرسی عدل کمال

عنی جب ایک ہزار پر تین سو سال گزر جائیں گے تو چودھویں صدی میں حضرت عیسیٰ ؑ
ظاہر ہوں گے۔

قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی نے سیف مسلول میں لکھا۔

"علماء ظاہر و باطن کے اندازہ کے مطابق مہدی کے ظہور کا وقت
تیرھویں صدی کا آغاز ہے۔" (حجج الکرامہ صفحہ ۳۹۴)

علاقہ ملتان میں صوفی بزرگ شیخ محمد عبد العزیز پہاروی کا یہ شعر زبان زد خلائق ہے۔

در سن غاشی ہجری دو قران خواہد بود
از پئے مہدی و دجال نشان خواہد بود

ن ۱۳۱۱ھ میں سورج و چاند کو اکٹھا گرہن ہوگا۔ اور یہ دو نشان سچے مہدی اور
مدعی دجال کے درمیان امتیاز کریں گے۔ چنانچہ اسی سن ۱۳۱۱ھ مطابق ۱۸۹۴ء
مہدی کی علامت چاند و سورج گرہن ظہور میں آئی جبکہ حضور کے دعویٰ پر چار سال گزر چکے تھے۔

حضرت نعمت اللہ ولی اپنے قصیدہ میں لکھتے ہیں ؎

غ ۱۲۰۰ در سال چوں گذشت از سال
بوالعجب کاروبار مے بینم

یں تیرھویں صدی ہجری میں عجیب و غریب کام دیکھتا ہوں۔

نواب صدیق حسن خان بھوپالوی لکھتے ہیں۔

"جان لینا چاہیئے کہ چودھویں صدی کے سر پر ان کا ظہور ہوگا۔"
(حجج الکرامہ صفحہ ۳۹۵)

لکھا:۔

"تیرہ سو سال سے تجاوز نہیں کر سکتا۔" (حجج الکرامہ صفحہ ۳۹۴)

پھر لکھا:۔

"بہرحال ظہور مہدی کا چودھویں صدی کے سر پر آنے کا قوی احتمال ہے۔" (حجج الکرامہ ص۵۲)

پھر لکھا:۔

"ظہور مہدی کا شروع تیرھویں صدی پر ہونا چاہیئے تھا۔ مگر یہ صدی پوری گزر گئی مہدی نہ آئے۔ اب یہ صدی چودھویں شروع ہے۔ ہر طرف سے آواز فتنے و فساد نے کانوں کو بھر دیا ہے۔ دیکھئے اونٹ کس کل بیٹھے۔ ہماری فاقہ مستی کونسا رنگ لاوے۔" (اقتراب الساعۃ ص۲۲۱)

پھر لکھتے ہیں:۔

"اسی حساب سے ظہور مہدی علیہ السلام کا تیرھویں صدی پر ہونا چاہیئے تھا مگر یہ صدی پوری ہو گئی تو مہدی نہ آئے۔ اب چودھویں صدی ہمارے سر پر آئی ہے اس صدی سے اس کتاب کے لکھنے تک چھ ماہ گذر چکے ہیں۔ شاید اللہ تعالیٰ اپنا فضل و عدل و رحم و کرم فرمائے۔ چار چھ سال کے اندر مہدی ظاہر ہو جائیں۔" (اقتراب الساعۃ ص۲۲۱)

مشہور صوفی و ادیب جناب خواجہ حسن نظامی سجادہ نشین درگاہ شریف حضرت نظام الدین اولیاءؒ دہلی نے بلاد عربیہ کی سیاحت کے بعد لکھا:۔

"ممالک اسلامیہ کے سفر میں جتنے مشائخ اور علماء سے ملاقات ہوئی۔ میں نے ان کو امام مہدی کا بڑی بے تابی سے منتظر پایا۔ شیخ سنوسی کے ایک خلیفہ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ اسی سن ۱۳۳۰ھ میں

امام مہدی ظاہر ہو جائیں گے۔" (اہلحدیث ۲۶ر جنوری ۱۹۱۲ء)

بعد ازاں خواجہ صاحب نے لکھا:۔

"۱۹۱۱ء میں مصر اور فلسطین اور شام اور حجاز کی سیاحت سے واپسی کے بعد میں نے ایک کتاب حضرت امام مہدی کے ظہور کی نسبت شائع کی تھی۔ پھر دوسری جنگ یورپ کے وقت دوبارہ چھوٹے سائز کا ایک مختصر رسالہ ظہور امام مہدی کے نام سے شائع کیا تھا۔ اور یہ سب میرے دلی جذبات اور عقائد کا مظاہرہ تھا اور مجھے یقین تھا کہ امام مہدی کے ظہور کا وقت گذر گیا ہے مگر جب حضرت امام مہدی ظہور نہیں ہوا تو میرے نفس نے ..... مجھے ملامت کی کہ تو خود بھی دھوکہ میں رہا اور دوسروں کو بھی دھوکا میں رکھا۔ کیونکہ تو نے حضرت امام مہدی کے ظہور کا وقت مقرر کر دیا۔ حالانکہ جو علامات حدیثوں میں ہیں وہ سب ابھی پوری طرح ظاہر نہیں ہوئی تھیں۔ لیکن اب میرا خیال ہے۔ کہ علامات پوری ہو گئی ہیں۔ کیونکہ سب سے بڑی علامت ظہور امام مہدی کی تمام دنیا میں ظلم و جور کا پھیل جانا ہے اور وہ ساری دنیا میں موجود ہے۔ کوئی ملک کوئی علاقہ ظلم و ستم اور بے انصافی اور دغا فریب اور جھوٹ و بے ایمانی سے خالی نہیں رہا....... لہٰذا وقت آگیا ہے کہ حضرت مہدی فوراً ظاہر ہو کر ساری دُنیا کو ظلم و جور کے گناہوں کی مصیبت سے بچائیں۔" (رسالہ منادی ۱۹ر مئی ۱۹۴۶ء)

اسی طرح خواجہ حسن نظامی نے لکھا:۔

"نوٹ:۔ سُنتا ہوں گاکر اٹلی نے جبشہ د نیسبیح پر فوج کشی کا ارادہ کیا ہے۔ یہ

مقامات مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کی بندرگاہیں ہیں۔ کیا اب بھی اس پیشگوئی کی صداقت میں شک رہ گیا کہ ظہور مہدی سے پہلے کفار حرمین پہ حملہ کرنے کا سامان کریں گے اور مسلمانوں کی عین حیرانی و پریشانی میں حضرت امام کا ظہور ہوگا۔ کیا عجب ہے کہ یہ وہی وقت ہو اور سن ۱۳۳۰ھ میں سنوسی کی خبر کے مطابق حضرت امام کا ظہور ہو جائے۔ اور اگر وہ وقت ابھی نہیں آیا تو سنہ [illegible]ھ تک تو ظہور بالکل یقینی ہے کیونکہ متعدد بزرگوں کی پیشگوئیوں کو ملایا جائے تو سنہ [illegible]ھ تک سب کا اتفاق ہو جاتا ہے یعنی بعض نے سنہ ۱۳۳۰ھ کہا بعض نے ۱۳۳۵ھ بعض نے سنہ ۱۳۳۰ھ سے سنہ ۱۳۴۰ھ کے اندر اندر۔"

(کتابچہ سنوسی اور ظہور مہدی آخر الزمان صفحہ ۶)

رسالہ بُرہان ترجمان اہل تشیع اثنا عشری

انیسویں یا بیسویں صدی عیسوی ہی ظہور امام مہدی کا زمانہ قرار دیتے ہوئے لکھتا ہے:۔

"اثنا عشری کے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ انیسویں یا بیسویں صدی کا آغاز ہی امام مہدی کا زمانہ خروج ہے۔ سنہ ۱۹۱۲ء ایسا زمانہ ہے جو خدا کے جنگی قانون کے اجراء کا خواہاں ہے۔ اس وقت ایسی طاقت کی ضرورت ہوگی۔ جو شیطنوں کی خدائی کو توڑے۔ جسم پرستی کو نیست و نابود کرے انسان کو جسم پرستی سے آزاد کر کے روحانیت کے میدان میں لائے.....
یہی طاقت اصلاح اسلام میں جناب امام علیہ السلام ہے"۔

(رسالہ برہان دسمبر سنہ ۱۹۱۲ء زیر ادارت مولوی سید محمد سبطین صاحب)

الشیخ علی اصغر البروجردی نے شعر لکھا۔

" اندر مرغی اگر بسانی زندہ ملک ملک وملت و دین برگردد "

(نور الانوار صـ ۲۱۵)

یعنی سال مرغی میں اگر تو زندہ رہا تو ملک بادشاہت اور ملت و دین میں انقلاب آجائے گا۔ مرغی کے اعداد بحساب ابجد ۱۲۹۰ ہیں۔ بائیبل نے بھی یہی ۱۲۹۰ دن ظہور مسیح کے لئے مقرر کئے تھے۔

سبحان اللہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ۱۲۹۰ھ میں دعویٰ وحی و الہام فرما چکے تھے۔ ازاں بعد حضور نے واضح طور پر بحکم الہٰی مسیح و مہدی ہونیکا اعلان فرمایا۔
حضرت شاہ محمد حسن صاحب صابری کی طرف سے ۱۸۵۶ء میں پہلی بار "حقیقت گلزار صابری" اشاعت پذیر ہوئی جس میں حضرت امام مہدی و مسیح علیہ السلام کے ظہور کے زمانہ کی تعیین کی گئی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے :-

"طرح طرح کے فتنے ہفت اقلیم میں ظہور میں آویں گے اور ۱۳۰۰ھ ہجری کے بعد ۱۳۰۰ھ ہجری سے یہ امر بطون سے مرتبہ ظہور میں آویں گے"۔ (صـ ۱۵۲)

پھر لکھا ہے :-

"جمیع مکتوبات خطاب کو حضرت امام مہدی کے تفویض کردیگا اور زمانہ حضرت امام مہدی علیہ السلام کا ۱۳۰۰ھ ہجری کے قریب ہوگا"۔ (صـ ۳۶۹)

پھر لکھا ہے :-

"حکمرانی تمام ہندوستان کی بامر باطنی شاہ فرنگ کو دیدی گئی ہے۔ اب بادشاہت دہلی ماتحت شاہ فرنگ رہے گی .... مگر حکومت

تمام ہندوستان پر زمانہ حضرت امام مہدی علیہ السلام تک شاہانِ اسلام کی نہ ہوگی "

ایک ہندو ودوان نے لکھا :-

"ستیارتھ ساری دھرم پستکوں میں لکھا ہے کہ اب ایک کسی ایسی ستا کا پرادربھاد ہونے والا ہے۔ اس کے آنے سے سارے کشٹ دور ہو جائیں گے۔ ہندو کہتے ہیں کہ پورن برہم نہکلنک اوتار دھارن کریں گے۔ مسلمانوں کا وشواس ہے کہ امام مہدی کا پرادربھاد ہوگا۔ سکھوں کا وشواس ہے کہ کلکی اوتار ہوگا اور عیسائی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ الیشور سے ایک ہو کر پدھاریں گے۔ پرنتو اب یہ جاننا شیش ہے کہ یہ ساری ستائیں پر تھک پر تھک ہوں گی یا ایک ہی۔ اس کا اتر یہ ہے کہ نہیں ایک ہی ہوگی "

(ترجمہ از رسالت لیگ الہ آباد ستمبر ۱۹۱۶ء بحوالہ الفضل سالانہ نمبر ۱۹۶۳ء)

ایک ہندو شاعر نے کہا ہے

نہکلنک اوتار آ-آ-اے امامِ دو جہاں
منتظر ہیں ہم کہ اب ہوتا ہے کب تیرا ظہور
تو مسلمانوں کا مہدی تو نصاریٰ کا مسیح
تو ہے شہ مسکان بستی تو شہنشاہ طیور

(اخبار ویر بھارت کرشن نمبر اگست ۱۹۲۶ء
بحوالہ الفضل سالانہ نمبر ۱۹۶۳ء)

مسٹر جے۔ ایف۔ اُنفر نے لکھا:۔
"سب سے ضروری امر جس کی طرف تمام پیشگوئیاں اشارہ کرتی ہیں جناب مسیح کی آمد ثانی تھی۔ چنانچہ دانیال کی کتاب میں ہے۔ "مبارک وہ جو انتظار کرتا ہے اور ایک ہزار تین سو پینتیس روز تک آتا ہے (دانی ایل ۱۲)" اگر اس پر غور کیا جائے تو یہ تاریخ یقیناً اس وقت کو معین کر دیتی ہے۔ جس میں جناب مسیح کو دوسری بار آنا چاہیئے۔ پس اگر وہی قاعدہ کہ ایک دن ایک ہزار کے لئے سمجھا جائے تو ۶۳۹ء کے بعد ۱۳۳۵ دن ہم کو ۱۸۹۶ء میں لے آتے ہیں۔ جو کہ بائبل کے علم تاریخ کے مطابق جناب مسیح کی آمد ثانی کا وقت ہے۔"

(عورڈ دی ہارف آف کارڈ و چہدی نامہ صلہ از قاضی مرتضیٰ علی خاں)

اسی طرح دانیال اور حزقیل نبی نے سن ۱۲۹۰ھ کا سن تعین کیا ہے۔
پس عین وقت مقدرہ کے مطابق سیدنا حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام ۱۳ شوال ۱۲۵۰ھ بمطابق ۱۳ فروری ۱۸۳۵ء بروز جمعہ قادیان میں پیدا ہوئے اور ۱۲۹۰ھ کو چودھویں صدی کے سر پر چالیس سال کی عمر میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہوئے فنحن علی ذالک من المشاھدین والشاکرین والحمد للہ رب العالمین۔

؎ وقت تھا وقت مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

وہ آیا منتظر جس کے تھے دن رات

جناب مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی امیر جماعت اسلامی پاکستان
اس زمانہ میں مسلم اکثریت کی آواز کی ترجمانی کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"اکثر لوگ اقامت دین کی تحریک کے لئے کسی ایسے مرد کامل کو ڈھونڈتے ہیں جو ان میں سے ایک ایک شخص کے تصور کمال کا مجسمہ ہو اور جس کے سارے پہلو قوی ہی قوی ہوں۔ کوئی پہلو کمزور نہ ہو۔ دوسرے الفاظ میں یہ لوگ دراصل نبی کے طالب ہیں۔ اگرچہ زبان سے ختم نبوت کا اقرار کرتے ہیں اور کوئی اجرائے نبوت کا نام لے دے تو اس کی زبان گدی سے کھینچنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ مگر اندر سے ان کے دل ایک نبی مانگتے ہیں۔ اور نبی سے کم کسی پر راضی نہیں ہیں کہ اس کی قیادت میں دین کی اقامت کے لئے جدوجہد کریں"

(اخبار مسلمان ۲۸ ر فروری ۱۹۴۳ء)

یہی مولانا صاحب فرماتے ہیں :-

"اس دور میں تجدید دین کے لئے صرف علوم دینیہ کا احیاء اور اتباع شریعت کی روح کو تازہ کر دینا ہی کافی نہیں۔ بلکہ ایک جامع اور ہمہ گیر اسلامی تحریک کی ضرورت ہے۔ نیز تجدید کا کام نئی اجتہادی قوت کا طالب ہے۔ محض وہ اجتہادی بصیرت جو شاہ ولی اللہ صاحب یا ان سے پہلے مجتہدین مجددین

کے کارناموں میں پائی جاتی ہے۔ اس وقت کے کام سے عہدہ برآ ہونے کے لئے کافی نہیں ہے۔" (تجدید احیائے دین ص۹۱)

جناب ایڈیٹر صاحب رسالہ المنبر لائل پور نے اس زمانہ میں ضرورت مصلح کو بایں الفاظ بیان کیا:۔

"اس ملک میں تجدید ایمان کی ایک زوردار جدوجہد مطلوب ہے جو خالصۃً اور ہم اس لفظ کو بڑی اہمیت سے استعمال کر رہے ہیں۔ اور ہر اعتبار سے خالصۃً۔ طریق نبوت سے ہم آہنگ ہو۔ یعنی ایک ایسی جدوجہد جو قلوب کی دنیا بدل ڈالے۔ جذبات کا رُخ پھیر دے۔ جس سے ماحول یکسر تبدیل ہو جائے۔ اور جس کے نتیجے میں دنیوی زندگی اتنی حقیر ہو جائے کہ اس کے نشیب و فراز کی وقعت ہی ختم ہو جائے اور لوگ آخرت کے شیدائی اور متوالے بن جائیں۔"

(رسالہ المنبر لائل پور ۲۳ر نومبر ۱۹۶۱ء)

جناب ایڈیٹر صاحب "الامان" اس زمانہ میں مصلح کی ضرورت کے بارہ میں رقمطراز ہیں:۔

"مرکزیت ہی سب سے بڑی نعمت ہے۔ اور اس کے فقدان نے فرزندانِ توحید کو تباہ و برباد کر رکھا ہے۔ بجلی اپنے مرکز سے تمام شہر کو بقعۂ نور بنا دیتی ہے۔ اگر مسلمانوں میں بھی کوئی مرکزی اقتدار و شان رکھنے والا رہنما پیدا ہو جائے جس کی آواز پر لوگ لبیک کہیں اور دیوانہ وار اس کی طرف دوڑنے لگیں تو سمجھ لیجئے کہ ہمارے سو فی صدی مصائب کا

اسی دن خاتمہ ہو جائے۔ مسلمان تو اس وقت بے سردار کی فوج ہیں۔ مسلمانوں
میں سب سے پہلے ایک مقتدر رہنما کی ضرورت ہے۔ جب تک کوئی با اثر
رہنما پیدا نہ ہوگا۔ اس وقت تک انتشار، زوال دُور نہیں ہوگا۔"
(الامان ۳ر اگست ۱۹۳۰ء)

پروفیسر میکنزی نے لکھا۔

"عہد حاضر کے معاشرتی مسائل کا فلسفیانہ فہم و ادراک ہی وقت کی اہم
ضرورت نہیں۔ معلم بھی چاہیئے اور پیغمبر بھی .... غالباً ہمیں ایک
مسیح کی ضرورت ہے۔"

(بحوالہ مکاتیب اقبال صـ۲۶۲ مرتبہ شیخ عطاء اللہ ایم۔ اے)

کسی نے سچ کہا ہے

ابن مریم ہوا کرے کوئی ۔ مرے دل کی دوا کرے کوئی

جناب مارس انڈس یورپ کے مفکر و سیاح نے مختلف ممالک کی سیاحت
کے بعد لکھا:-

"آج عرب دنیا سوئی ہوئی ہے۔ اسے کسی محمد کی ضرورت ہے جو اسے
نیا الہام دے کر حرکت میں لے آئے .... دمشق، بیروت، بغداد
مکہ، طہران، قاہرہ اعدان کے ساتھ لندن اور واشنگٹن بھی ایک
پیغمبر کے انتظار میں ہیں جو سماجی مقصد و اصلاح کا جھنڈا لئے ہوئے
عیسیٰ کی طرح کاشتکار کو صرف یہ کہکر ہوش میں لائے کہ جاگ! جاگ! اور
طاقت کا مظاہرہ کر" (بحوالہ رسالہ نگار جنوری، فروری ۱۹۵۱ء)

جناب ثناء اللہ خاں ایڈیٹر اخبار وطن نے لکھا:۔

" اس وقت عالم اسلام خواہ وہ کسی فرقے اور حیثیت کے ہوں۔ ایک سچے رہبر کی ضرورت محسوس کرتا ہے۔ اور اس کی تلاش میں لگا ہوا ہے۔"

(وطن مئی ۱۹۱۲ء)

جناب نواب مولوی صدیق حسن خانصاحب لکھتے ہیں:۔

" یہی یہی کہیں عیسیٰ بن مریم علیہم السلام ہی جلد رونق بخش ہوں اگر مہدی نہیں آتے تو نہ آویں۔" (اقتراب الساعۃ صـ۲۲۴)

اخبار زمیندار لاہور نے لکھا:۔

" وہ آواز آج بھی فضا میں گونج رہی ہے۔ جو فاران کی چوٹیوں سے بلند ہوئی اور دنیا کے ہر مظلوم کو سربلند کرکے ہر کجرو ظالم کو راستی کی راہ پر چلنے پر مجبور کر گئی۔ سماعت کو آج پھر ان کانوں کی احتیاج ہے جو اس آواز کو سن سکیں اور اس پر لبیک کہیں۔ پستیوں کو رفعتوں سے بدل دینے والا انقلاب آج اسی آواز پر لبیک کہنے والوں کو جنبش قدم کا منتظر ہے۔"

(زمیندار ۱۳ دسمبر ۱۹۵۱ء)

رسالہ برہان " ترجمان اہل تشیع نے لکھا:۔

" یہ فسادات اور خونریزی اہل زمانہ کی موجودہ حالت مسلمانوں پر سختی و تباہی کی شہادت دے رہی ہے کہ وہ شخص جلد آنے والا ہے۔ جس کے آنے کے سب منتظر تھے۔ اور طبیعت زمانہ مقتضی ہے کہ قدرت جلد اپنا کرشمہ دکھائے اور فراعنہ زمانہ کی گردن توڑنے کیلئے موسیٰ دوراں و مہدی

آخرالزمان کو ظاہر کرے۔ اور تمام مواد فاسدہ کا قلع قمع کرکے دنیا کو عدل و
داد سے پُر کرے۔ اور تمام عالم پر قانون الٰہی جاری ہو "
(شعبان ۱۳۳۱ھ)

اسی رسالہ نے مولوی نبی بخش کے یہ شعر لکھے ؎

شب و روز ہے خلق کو انتظار ✣ دکھا دیجئے جلوہ میاں السلام
نہیں تاب ہے اب ہمیں صبر کی ✣ یہ غیبت ہے ازگراں السلام

اخبار تیج دہلی لکھتا ہے :-
اب بھگوان کرشن کے جنم کی مہا بھارت کے زمانہ سے بھی زیادہ ضرورت
ہے .... دنیا سے شرم اٹھتی جا رہی ہے ......بیسویں صدی
میں سوشل زوال اور پولیٹیکل گراوٹ انتہائی حالت کو پہنچ گئی ہے۔
اگر بھگوت گیتا میں بھگوان کا وعدہ سچا ہے تو اوتار کی سب سے زیادہ
ضرورت آجکل ہے۔ اسلئے بھگوان کرشن آؤ! جنم لو! دنیا کی نا پاکی
دُور کرو " (تیج دہلی ۱۸ اگست ۱۹۳۰ء)

اخبار انڈین کلکتہ نے لکھا :-
" آجکل زمانہ نیچ حیوانی زندگی کا نمونہ ہے ......اور جنگ لوگوں کی
ایسی خوفناک حالت سے مکتی کے لئے ایک اوتار کے آنے کی آرزو
کر رہا ہے " (۱۴ اکتوبر ۱۹۳۰ء)
ہر مذہب و ملت کے شعراء حضرات نے بھی ضرورت مصلح محسوس کرتے ہوئے
اپنے خیالات کا اظہار شعروں میں کیا ہے۔

جناب مولانا الطاف حسین حالیؔ امت محمدیہ کی زبوں حالی دیکھکر سرورِ کائنات فخر موجودات حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور اقدس میں مناجات و دعا کرتے ہیں:۔ ؎

اے خاصۂ خاصانِ رُسل وقتِ دُعا ہے
امت پہ تیری آکے عجب وقت پڑا ہے
جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے
پردیس میں وہ آج غریب الغرباء ہے
وہ دین ہوئی بزم جہاں جس سے چراغاں
اب اس کی مجالس میں نہ بتی نہ دیا ہے
جو دین کہ ہمدرد بنی نوع بشر تھا
اب جنگ و جدل چار طرف اس میں بپا ہے
دولت ہے نہ عزت نہ فضیلت نہ ہنر ہے
اک دین ہے باقی سو وہ بے برگ و نوا ہے
بگڑی ہے کچھ ایسی کہ بنائے نہیں بنتی
ہے اس سے یہ ظاہر کہ یہی حکم خدا ہے
فریاد ہے اے کشتیٔ امت کے نگہباں
بیڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے
ہم نیک ہیں یا بد ہیں پر آخر ہیں تمہارے
نسبت بہت اچھی ہے گر حال بُرا ہے

تدبیر سنبھلنے کی ہمارے نہیں کوئی
ہاں ایک دعا تیری کہ مقبول خدا ہے
(تتمہ مسدس حالی)

شاعر مشرق علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال نے اس زمانہ میں مصلح کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے کہا:-

یہ دور اپنے ابراہیم کی تلاش میں ہے
صنم کدہ ہے جہاں لا الٰہ الا اللہ

پھر لکھا:-

ہو چکا گو قوم کی شانِ جلالی کا ظہور
ہے مگر باقی ابھی شانِ جمالی کا ظہور

پھر کہا:-

مثل کلیم پیدا ہو گر معرکہ آزما کوئی!
اب درخت طور سے آتی ہے بانگ لاتخف

جناب مولانا ظفر علی خاں ظفر نے کہا:-

اٹھ دکھا گم کردہ راہوں کو صراط مستقیم
اس زمانہ کو ہے میر کارواں کا انتظار
آنے والے آ، زمانے کی امامت کے لئے
مضطرب ہیں تیرے شیدائی زیارت کے لئے
(اخبار زمیندار ۲۹ مارچ ۱۹۲۵ء)

پھر کہا ہے ؎

پڑھا تھا نوحہ جس بیڑے کی غرقابی کا حالی نے
خوشی جس کی منانے کو مہاجروں کے دل آئے
بقول شبلی، خدا کی ان پر رحمت ہو
عجب کیا ہے وہ بیڑا غرق ہو کر پھر ابھل آئے

(زمیندار ۱۶ ستمبر ۱۹۳۲ء)

مولوی نبی بخش نے امام مہدی علیہ السلام کے ظہور کے بارہ میں بے صبری کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ ؎

شب و روز ہے خلق کو انتظار ٭ دکھا دیجئے جلوہ جیاں السلام
نہیں تاب ہے اب ہمیں صبر کی ٭ یہ غیبت ہے بار گراں السلام

علیگڑھ انسٹیٹیوٹ میں ایک دردانگیز نظم شائع ہوئی اس کا پہلا شعر یہ تھا۔ ؎

یا صاحب الزمان ظہور شتاب کن
عالم ز دست رفت تو پا در رکاب کن

(وطن مئی ۱۹۱۲ء)

پرتاپ کرشن نمبر میں لکھا گیا۔ ؎

دہرم تیرا آجکل جبیط آلام ہے ٭ منکروں کو پھر دلا زاری کی ہر دم کام ہے
آبلائی ہے مجھے بربادی ہندوستان ٭ آکر چھنگی تجھ سے ہی آزادی ہندوستان

(۲۸ راگست ۱۹۲۹ء)

اسی اخبار میں شائع ہوا ۔

بس انتہا رہا اب زلف معنبر دکھا دیجئے ۔ تیرا ہی واسطہ تجھ دیتا ہوں آئینہ!
ہیں غم رسیدہ سینے سے اپنے لگا لیجئے ۔ بگڑی ہوئی ہماری حالت بنا لیجئے!
مدت ہوئی ہے دیدۂ دل وا کئے ہوئے ۔ اور اک فقط تمہاری تمنا لئے ہوئے

(پرتاپ کرشن نمبر ۲۰ اگست ۱۹۲۶ء)

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام نے فرمایا :-

"اے بندگان خدا آپ لوگ جانتے ہیں کہ جب امساک باراں ہوتا ہے اور ایک مدت تک مینہ نہیں برستا تو اس کا آخری نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کوئیں بھی خشک ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ پس جس طرح جسمانی طور پر آسمانی پانی بھی زمین کے پانیوں میں جوش پیدا کرتا ہے اسی طرح روحانی طور پر جو آسمانی پانی ہے (یعنی وحی الہٰی) وہی سفلی عقلوں کو تازگی بخشتا ہے۔ سو یہ زمانہ بھی اسی روحانی پانی کا محتاج تھا۔ میں اپنے دعویٰ کی نسبت اسی قدر بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ میں عین ضرورت کے وقت خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجا گیا ہوں۔ جبکہ اس زمانہ میں بہتوں نے یہود کا رنگ پکڑا اور نہ صرف تقویٰ طہارت کو چھوڑا۔ بلکہ ان یہود کی طرح جو حضرت عیسیٰ کے وقت تھے سچائی کے دشمن ہو گئے۔ تب بالمقابل خدا نے میرا نام مسیح رکھ دیا۔ نہ صرف یہ ہے کہ میں اس زمانہ کے لوگوں کو اپنی طرف بلاتا ہوں۔ بلکہ خود زمانے نے مجھے بلایا ہے"

(براہین احمدیہ حصہ پنجم ضمیمہ آخر)

۱۹۲۹

۔ اب اس کے بعد اور کا ہے انتظار کیا
توبہ کرو کہ جینے کا ہے اعتبار کیا

حضرت اقدسؑ نے یہ فرمایا:۔

۔ باغ مرجھایا ہوا تھا گر گئے تھے سب ثمر
میں خدا کا فضل لایا پھر ہوئے پیدا ثمار
میں وہ پانی ہوں کہ آیا آسماں سے وقت پر
میں وہ ہوں نورِ خدا جس سے ہوا دن آشکار
اک زماں کے بعد اب آئی ہے یہ ٹھنڈی ہوا
پھر خدا جانے کہ کب آویں یہ دن اور یہ بہار

سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے ان الفاظ میں اپنے دعویٰ کا اعلان فرمایا:۔

"جیسا کہ خدا نے مجھے مسلمانوں اور عیسائیوں کے لئے مسیح موعود کرکے بھیجا ہے۔ ایسا ہی میں ہندوؤں کے لئے بطور اوتار کے ہوں۔ اور میں عرصہ بیس برس سے یا کچھ زیادہ برسوں سے اس بات کو شہرت دے رہا ہوں کہ میں ان گناہوں کو دُور کرنے کے لئے آیا ہوں۔ جن سے زمین پُر ہو گئی ہے۔ جیسا کہ مسیح ابن مریم کے رنگ میں ہوں ایسا ہی راجہ کرشن کے رنگ میں بھی ہوں۔ جو ہندو مذہب کے تمام اوتاروں میں سے ایک بڑا اوتار تھا...... یہ میرے

خیال اور قیاس سے نہیں بلکہ وہ خدا جو زمین و آسمان کا خدا ہے۔ اس نے میرے پر ظاہر کیا ہے۔ اور نہ ایک دفعہ بلکہ کئی دفعہ مجھے بتایا ہے کہ تو ہندوؤں کے لئے کرشن اور مسلمانوں اور عیسائیوں کے لئے مسیح موعود ہے۔"

(لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۳۳)

مُلکِ ہند پر پادریوں کی چڑھائی

تیرھویں صدی ہجری یا انیسویں صدی عیسوی میں جب عیسائی حکومت نے مختلف ہتھکنڈوں اور مکر و فریب سے ہندوستان پر تسلط جما لیا تو عیسائی پادری خوشی سے اُچھلنے لگے اور اس غلبہ کو اپنے خداوند یسوع مسیح کا ایک معجزہ تصور کرنے لگے ۔ اور یہ یقین کرنے لگے کہ اب ملکِ ہند کے زیرنگیں قوموں کو عیسائیت قبول کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ رہے گا۔ اسلئے انہوں نے تن ۔ من ۔ دھن سے عیسائیت کو پھیلانے میں رات دن ایک کر دیا ۔ اور غریب و مفلس اور جاہل ۔ کمزور اعتقاد مسلمانوں اور ہندوؤں اور دیگر اقوام کو زن ۔ زر ۔ زمین کا لالچ دے دے کر اپنے دام تزویر میں پھنسانے لگے ۔ اور ان کی اس کارروائی میں حکومت کی مشینری خوب مدد دے رہی تھی ۔ مگر ان کو کیا معلوم تھا کہ ان کے اس خطرناک زہر کو کافور کرنے کے لئے اسی سرزمین ہند سے تریاق بھی مہیا کر دیا گیا ہے ۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلّم کی پیشگوئی کے مطابق پہلے سے مقدر کر رکھا تھا کہ دجّال کا خروج مشرق سے ہوگا (عمدہ القاری جلد ۱ صفحہ ۳۵۳) اسلئے ضروری تھا کہ جہاں دجّال کا خروج ہو وہیں سے مسیح موعود کا بھی ظہور ہو تا کہ پیشگوئی کے مطابق اسے ختم کر سکیں ۔ چنانچہ حدیث شریف میں پیشگوئی مندرج ہے کہ :۔

"عِصَابَةٌ تَغْزُو الْهِنْدَ وَهِيَ تَكُونُ مَعَ الْمَهْدِی اِسْمُهٗ اَحْمَد" (رواہ البخاری فی تاریخہ)

کہ ایک جماعت ہندوستان میں مہدی سے مل کر (دینی) جہاد کرے گی اور اس مہدی (دینی) کا نام احمد ہوگا۔

ایک حدیث میں ہے:-

"یَخْرُجُ نَاسٌ مِنَ الْمَشْرِقِ یُوَطِّئُوْنَ لِلْمَهْدِی یَعْنِیْ سُلْطَانَهٗ" ۔ کہ مشرق سے لوگ نکلیں گے جو مہدی کو عبگہ دیں گے یعنی اس کی خلافت کو قبول کریں گے۔

نیز کسی نے خوب کہا ہے ؎

کَانَتْ لِاٰدَمَ اَرْضُ الْهِنْدِ مَهْبِطًا
وَفِیْهِ نُوْرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ مَشْغُوْلُ
مِنْ هٰهُنَا مُسْتَبِیْنٌ اَنَّ مَهْدِیْنَا
مُهَنَّدٌ مِنْ سُیُوْفِ اللّٰهِ مَسْلُوْلُ

ناظرین کرام! پہلے اس زہر کو ملاحظہ فرمائیں جو عیسائی حکومتِ ہند کے افسروں اور پادریوں کے منہ سے نکل رہا ہے اور کس طریق و ذرائع سے اس زہر کو سارے ملک میں پھیلانے کا تہیا کئے ہوئے ہیں اور اسے اپنی حکومت کے استحکام کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔

بعد ازاں آپ دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے تریاق سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کس طرح اس زہر کو زائل کرتے ہیں +

مسٹر سر ہربرٹ ایڈورڈ ایکینٹ گورنر جنرل نے پشاور میں ۱۹ دسمبر ۱۸۳۵ء[۱] کو عیسائیت کا مشن قائم کرتے ہوئے اپنی تقریر میں کہا:۔

"مشرق کا یہ برصغیر ہمیں ایک خاص غرض کے لئے دیا گیا ہے۔ وہ مشن ہمارے جسموں اور دلوں سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ وہ انسانوں کی روحوں سے تعلق رکھتا ہے۔۔۔۔۔۔ انگلستان ہی وہ ملک ہے جو عیسائیت کو اپنی اصل خالص شکل میں قائم رکھنے کے لئے سب سے زیادہ کوشش کرتا ہے۔۔۔۔۔ اس لئے ہمارا یہ مشن ہے کہ ہم وہ بہترین ذرائع اور وسائل مہیا کریں جن سے ہم اپنے اردگرد کے ممالک میں انجیل کی تعلیم پھیلا دیں۔"

(مشنز پنجاب اینڈ سندھ صفحہ ۱۶۱-۱۶۲)

لارڈ پامرسٹن وزیراعظم انگلستان اور مسٹر چارلس وڈ وزیر ہند کی خدمت میں ۱۸۵۸ء کو ایک وفد پیش ہوا جس میں چیدہ لوگ اور ہاؤس آف کامنز اور ہاؤس آف لارڈ کے ممبر شامل تھے اور اس وفد کا تعارف آرچ بشپ آف کنٹربری نے کرایا۔ اس وفد کو مخاطب کرتے ہوئے وزیراعظم نے فرمایا:۔

"میں سمجھتا ہوں کہ ہم سب اپنے مقصد میں متحد ہیں۔ یہ ہمارا فرض ہی نہیں بلکہ خود ہمارا مفاد بھی اسی امر سے وابستہ ہے کہ ہم عیسائیت کی تبلیغ کو جہاں تک بھی ہو سکے فروغ دیں اور ہندوستان کے کونے کونے میں اس کو پھیلا دیں۔"

---

[۱] اسی سن عیسوی میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کاسر صلیب کی پیدائش ہوئی۔

جناب مسٹر چارلس وڈ وزیر ہند نے کہا:۔

"میرا ایمان ہے کہ ہر وہ عیسائی جو ہندوستان میں عیسائیت قبول کرتا ہے۔ انگلستان کے ساتھ ایک نیا رابطہ اتحاد بنتا ہے اور ایمپائر کے استحکام کے لئے ایک نیا ذریعہ ہے۔"

(دی مشنز بائی رابرٹ کلارک لنڈن ص۲۳۴ ۱۹۰۴ء)

لارڈ لارنس (۱۸۶۴ء تا ۱۸۶۹ء) نے ایک موقعہ پر کہا:۔

"کوئی چیز بھی ہماری سلطنت کے استحکام کا اس امر سے زیادہ موجب استحکام نہیں ہو سکتی کہ ہم عیسائیت کو ہندوستان میں پھیلا دیں۔"

(لارڈ لارنس لائف جلد ۲ ص۳۱۳)

سر ڈونلڈ میکلوڈ لفٹننٹ گورنر پنجاب نے کہا:۔

"میں اپنے اس یقین کا بھی اظہار کرنا چاہتا ہوں کہ ہم سرزمین ہند میں اپنی سلطنت کا تحفظ چاہتے ہیں تو ہمیں انتہائی کوشش کرنی چاہیئے۔ کہ یہ ملک عیسائی ہو جائے۔"

(دی مشنز پنجاب اینڈ سندھ ص۴۰)

انگریزی حکومت نے ۱۸۷۳ء میں ہندوستان کی مادی اور اخلاقی ترقی کے متعلق جو رپورٹ پیش کی۔ اور ہاؤس آف کامنز لنڈن نے اسے شائع کیا۔ اس میں یہ ذکر ہے کہ:۔

"حکومت ہند انتہائی شکر گذاری کے جذبات کے ساتھ ان چھ سو مشنریوں کی نیک کوششوں کو سراہتی ہے جو ہندوستانیوں کو بہتر آدمی اور اس عظیم الشان ایمپائر کے بہتر شہری بننے

کے لئے تیار کر رہے ہیں "

(ہسٹری آف پروٹسٹنٹ مشنز بائی اے۔ ایم شیرنگ لنڈن
صف ۲۶۵ ۱۸۷۵ء)

مشہور ہندوستانی پادری عماد الدین نے کہا :-

" ہمارے دشمن ہندو، مسلمان، دیانندی اور دوسرے مذاہب والے خواہ کتنی ہی مخالفت کریں اور خواہ کتنا ہی زور لگائیں یقیناً عنقریب وہ وقت آنے والا ہے کہ جب ڈھونڈنے سے بھی ان کا پتہ نہ ملے گا "

(دی کنورشن آف انڈیا بحوالہ رسالہ انصار اللہ صف ۲ ستمبر ۱۹۶۲ء)

اسی مشہور ہندوستانی پادری عماد الدین نے ۲۹ اپریل ۱۸۶۶ء کو امرتسر میں چرچ مشنری سوسائٹی کے اخبار انٹیلی جنس میں اسلام اور عیسائیت کا مقابلہ کرتے ہوئے لکھا :-

" بحث و تمحیص کا سلسلہ اب فی الحقیقت ختم ہو چکا ہے۔ اور وہ بھی کامیابی کے ساتھ۔ اور خدا کے فضل سے عیسائیوں کو اس مقابلے میں مکمل فتح حاصل ہو چکی ہے۔ جبکہ ہمارے مخالفین بری طرح شکست کھا چکے ہیں اور ان کے دلائل کی نامعقولیت اور کھوکھلا پن واضح طور پر ظاہر ہو چکا ہے .... اب اسلام کے ساتھ مقابلہ کی خاطر مزید کتابیں تیار کرنے میں اپنا وقت خرچ کرنا بے فائدہ ہے۔ ایک بچھڑے ہوئے دشمن کے جسم کو روندنے سے بھلا کیا فائدہ ہو سکتا ہے ؟ "

(CRUSADERS OF THE TWENTIETH CENTURY) (بیسویں صدی کے صلیبی مجاہدین) مصنفہ ریورنڈ ڈبلیو اے رائس صف ۵۰۵)

مسٹر ہینگس ممبر پارلیمنٹ برطانیہ نے تقریر کرتے ہوئے کہا۔

"خداوند تعالیٰ نے ہمیں یہ دن دکھایا ہے کہ ہندوستان کی سلطنت انگلستان کے زیر نگیں ہے تاکہ عیسیٰ مسیح کی فتح کا جھنڈا ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک لہرائے ہر شخص کو اپنی تمام تر قوت ہندوستان کو عیسائی بنانے کی عظیم الشان کام کی تکمیل میں صرف کر دینی چاہیئے۔ اور اس میں کسی طرح تساہل نہیں کرنا چاہیئے۔"

(علمائے حق اور ان کے مجاہدانہ کارنامے۔ ص ۲۶۵)

پادری فرینک بالڈ نے کہا۔

"اسلام کے احیاء کی تمام تر حاصل کوششیں بالآخر اس پیچیدہ تضاد پر منتج ہوتی دکھائی دے رہی ہیں کہ وہ واحد طریق جس کی مدد سے یہ اپنے آپ کو تباہی سے بچا سکتا ہے بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ یہ اپنے ہی ہاتھوں اپنی زندگی کا خاتمہ کرے۔"

(WHY NOT ISLAM - بحوالہ رسالہ مغرب کے افق پر ص ۶)

مسٹر چارلس ایچی سن لفٹننٹ گورنر پنجاب نے [illegible] میں بمقام شملہ مسیحی مبلغوں کی ایک میٹنگ میں تقریر کرتے ہوئے ہندوستان میں عیسائیت کی روز افزوں ترقی کا ذکر بایں الفاظ کیا۔

"بعض ایسے لوگوں کو جنہیں اس طرف توجہ کرنے کا موقعہ نہیں ملا۔ یہ سنکر متعجب ہوگا کہ جس رفتار سے ہندوستان کی معمولی آبادی میں اضافہ ہو رہا ہے اس سے چار یا پانچ گنا زیادہ تیز رفتاری سے عیسائیت اس ملک

میں پھیل رہی ہے اور اس وقت ہندوستانی عیسائیوں کی تعداد دس لاکھ کے قریب پہنچ چکی ہے ۔ اب سوال یہ ہے کہ اس عظیم الشان امر کا سبب کہ ہر جگہ عیسائیوں کی جماعت ایسی تیز رفتاری سے پھیل رہی ہے کہ جتنی قرونِ اولیٰ کے بعد کبھی نہیں پھیلی تھی کیا آپ اس کا حقیقی سبب جانتے ہیں وہ یہ ہے کہ خداوند کی روح حرکت میں ہے پہلے کی طرح اب بھی خداوند اپنے نام کو عظمت دے رہا ہے اور وہ ہمارے چرچ کو ان لوگوں سے وسعت دے رہا ہے جو نجات چاہتے ہیں۔ انجیل کے پیغام کی قدیم طاقت ابھی تک موجود ہے ۔ اب بھی رسولوں کے زمانہ کی طرح خدا کا کلام زبردست نشوونما کی طاقت رکھتا ہے۔ اور اس کا غلبہ ہو رہا ہے ۔"

(دی مشنز آف دی سی۔ ایم۔ ایس ان پنجاب اینڈ سندھ مصنفہ رابرٹ کلارک صفحہ ۲۳۳)

مشہور پادری مسٹر ریورنڈ ڈبلیو۔ اے رائس ایم۔ اے جو ۱۸۸۸ء میں چرچ مشنری سوسائٹی پنجاب کے سرکردہ اراکین میں سے تھے انہوں نے اپنی کتاب "بیسویں صدی کے صلیبی مجاہدین" میں عیسائی دنیا کو یقین دلایا کہ بیسویں صدی میں عیسائیت کو عظیم الشان فتوحات حاصل ہونے والی ہیں ۔ اس لئے ہمیں پورے زور سے عیسائیت پھیلانے کی کوشش کرنی چاہیئے ۔ چنانچہ لکھتے ہیں :۔

"اب ایک نئی صدی طلوع ہو چکی ہے ۔ اس میں شک نہیں کہ گذشتہ صدی اپنی لاثانی تعمیر و ترقی کی وجہ سے ایک یادگار صدی تھی ۔ لیکن ہم بہت معقول وجوہات کی بناء پر یہ امید رکھتے ہیں کہ موجودہ صدی اور

بھی زیادہ عظیم الشان کامیابیاں اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے۔ دُنیا میں تعمیر و ترقی کی رفتار کے پہلے سے بھی زیادہ تیز رفتاری کے ساتھ گھومتے اور رفتار کو آگے ہی آگے بڑھاتے چلے جائیں گے۔ تمام دوسری چیزوں اور شعبوں کی طرح ہماری مشنری سرگرمیاں بھی دنیا کے بدلے ہوئے اور ہر آن مزید بدلنے والے حالات سے متاثر ہوں گی......

کیا آنے والے ایسے عظیم الشان زمانے کو قریب تر لانے کے لئے ہم یہ توقع نہ رکھیں کہ یسوع مسیح کے وفادار سپاہی اور خدمتگذار پہلے سے بھی زیادہ تعداد میں آگے آکر اپنے آپ کو ہتھیاروں سے مسلح کریں، اور خداوند یسوع مسیح کے نام پر لڑی جانے والی جنگ میں شریک ہونے کے لئے دنیا کے دُور دراز علاقوں میں پھیل جائیں۔

یہ حالات مسلمانوں کے علاقوں میں نئے مشن کھولنے کے مقدس فرض کی ادائیگی میں دلوں کے ہلانے اور جذبہ و جوش کو اور زیادہ ابھارنے کا موجب ہونی چاہئیں۔ بہرحال آنے والی جدوجہد کے لئے قبل از وقت تیاری کرنے اور اس میں شریک ہونے کی مخلصانہ تمناؤں کو اور زیادہ اجاگر کرنے کی اشد ضرورت ہے۔"

(بیسویں صدی کے صلیبی مجاہدین ص۵ بحوالہ رسالہ الفرقان نومبر ۱۹۶۳ء)

مشہور امریکن پادری ڈاکٹر جان ہنری بیروز جنہوں نے ۹۷-۱۸۹۶ء میں ملک ہند کے مختلف مقامات کا دورہ کیا۔ اور لیکچر دیئے۔ جو بعد میں کرسچن لٹریچر سوسائٹی مدراس نے ۱۸۹۷ء میں کتابی صورت میں شائع کئے۔ ایک لیکچر میں

پادری صاحب مذکور عیسائیت کے غلبہ اور استیلاء کا اعلان بڑے فخریہ انداز یوں کرتے ہیں :-

"آسمانی بادشاہت پورے کرۂ ارض پر محیط ہوتی جارہی ہے۔ آج دنیا بھر میں اخلاق اور فوجی طاقت، علم وفضل۔ صنعت و حرفت اور تمام تر تجارت اُن اقوام کے ہاتھ میں ہے جو آسمانی ابوت اور انسانی اخوت کو مسیحی تعلیم پر ایمان رکھتے ہوئے یسوع مسیح کو اپنا نجات دہندہ تسلیم کرتی ہیں" (بیروز لیکچرز ص۱۹)

آگے چل کر ایک برطانوی ادیب کے حوالہ سے عیسائیت کے غلبہ کا نقشہ فخریہ انداز اور تعلّی آمیز لہجہ میں اس طرح کھینچا ہے :-

"دنیائے عیسائیت کا عروج آج اس درجہ زندہ حقیقت کی صورت اختیار کر چکا ہے۔ کہ یہ درجۂ عروج اسے اب سے پہلے کبھی نصیب نہ ہوا تھا۔ ذرا ہماری ملکۂ عالیہ (ملکہ وکٹوریہ) کو دیکھو جو ایک ایسی سلطنت کی سربراہ ہے جس پر کبھی سورج غروب نہیں ہوتا۔ دیکھو وہ ناصرہ کے مصلوب کی خانقاہ پر کمال درجہ تابعداری سے احتراماً جھکتی اور خراج عقیدت پیش کرتی ہے۔ یا پھر گاؤں کے گرجا میں جاکر نظر دوڑاؤ اور دیکھو! وہ سیاسی مدبر (وزیراعظم برطانیہ) جس کے ہاتھوں میں ایک عالمگیر سلطنت اور اس کی قسمت کی باگ ڈور ہے جب یسوع مسیح کے نام پر دعا کرتا ہے تو کیسی عاجزی اور انکساری سے اپنا سر جھکاتا ہے۔ دیکھو! جرمن کے نوجوان قیصر کو جب وہ خود اپنے لوگوں کیلئے

بطور پادری فرائض سر انجام دیتا تو یسوع مسیح کے مذہب یعنی دین عیسائیت
سے اپنی وفاداری کا اظہار کرتا ہے۔ اور مشرقی انڈونیشیا کے شاہانہ
ٹھاٹھ باٹ میں زار روس کو دیکھو۔ تاجپوشی کے وقت ابن آدم کا لمشت
میں رکھ کر اسے تاج پیش کیا جاتا ہے۔ یا پھر مغربی جمہوریت (امریکہ)
کے ایک صدر کے بعد دوسرے صدر کو دیکھو! کہ ان میں سے ہر ایک
عبادت کے نسبتاً سادہ لیکن عمیق اسلوب میں ہمارے خداوند کیساتھ
وفاداری اور تابعداری کا اظہار کرتا چلا جاتا ہے۔

امریکی۔ برطانوی۔ جرمنی اور روسی سلطنتوں کے حکمران اقرار کرتے
ہیں کہ وہ یسوع مسیح کے وائسرائے ہیں اور اسی حیثیت سے اپنی اپنی
سلطنتوں میں حکمران ہیں۔ کیا ان سب کے زیر نگیں علاقے مل کر ایک
ایسی وسیع و عریض سلطنت کی حیثیت نہیں رکھتے کہ جس کے آگے
از منہ قدیم کی بڑی سی بڑی سلطنت بھی سراسر بے حیثیت نظر آنے
لگتی ہے۔
(بیروز لیکچرز)

ایک مشہور امریکی پادری مسٹر جان ہنری بیروز۔ زیر عنوان "عیسائیت
کے عالمی اثرات"۔ اسلامی ممالک میں عیسائیت کی روز افزوں ترقی کے بارہ
میں اپنی مزعومہ پیشگوئی ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:۔

اب میں اسلامی ممالک میں عیسائیت کی روز افزوں ترقی کا ذکر کرتا
ہوں۔ اس ترقی کے نتیجہ میں صلیب کی چمکار آج ایک طرف لبنان پر ضو
افگن ہے تو دوسری طرف فارس کے پہاڑوں کی چوٹیاں اور باسفورس کا

نی اس کی چمکار سے جگمگ جگمگ کر رہا ہے ۔ یہ صورت حال پیش خیمہ
ہے اس آنے والے انقلاب کا ۔ کہ جب ، قاہرہ ، دمشق اور تہران کے
ہر خداوند یسوع مسیح کے خدام سے آباد نظر آئیں گے یہانتک کہ صلیب کی
پکار صحرائے عرب کے سکوت کو چیرتی ہوئی وہاں بھی پہنچے گی ۔
س وقت خداوند یسوع اپنے شاگردوں کے ذریعہ مکہ کے شہر اور
خاص طور پر کعبہ کے حرم میں داخل ہو گا ۔ اور بالآخر وہاں اس حق و
صداقت کی منادی کی جائے گی ۔ کہ ابدی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ
خدائے واحد اور یسوع مسیح کو جانیں جسے تو نے بھیجا ہے ۔"
(بیروز لیکچرز صـ۴۲ ۱۸۹۷ء)

پادری نے کہا :-
"وہ تمام ترقی جو عیسائیت کو انیسویں صدی میں نصیب ہوئی ہے ۔
وہ بہت سے عیسائیوں کے نزدیک ان فتوحات کی محض ایک خفیف
سی جھلک ہے ۔ جو عیسائیت کو بیسویں صدی میں ملنے والی ہے ۔"
(بیروز لیکچرز صـ۴۲)

سر میکورتھ ینگ لفٹنٹ گورنر پنجاب نے ۲۲ر اگست ۱۸۹۹ء کو ملک
ہدمیں عیسائی مشنوں کے بارہ میں کہا :-
"اگر ہم اس بڑی طاقت کو جو ان میں کام کر رہی ہے ۔ نظر انداز کر دیں
تو یقیناً ہم بے وقوف ہوں گے ...... کیا تمہارے خیال میں اس کا
امکان ہے کہ یسوع مسیح کی انجیل کو چھوڑ کر کوئی چیز کامیاب ہو سکتی ہے ؟

کیا تمہیں یہ ایمان نہیں کہ عیسائیت یہ سب کچھ کر سکتی ہے ....
مشرق کے مذاہب میں جو چیز سب سے زیادہ قیمتی ہے اس کو از سر نو تازہ کرنے کی کوشش اس یقین کے نتیجہ میں پیدا ہوئی ہے کہ ایک ہستی یہاں ایسی موجود ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم، بدھ، ہندو اور گورونانک سے بڑی ہے۔ کیا تم الگ ایک طرف رہو گے، اور اس فتح میں حصہ نہ لوگے؟ ....
مشنوں کے ساتھ لاپرواہی برتنا اپنے آپ کو بڑا نقصان پہنچانا ہے بغیر تبلیغی جماعت ایک مُردہ جماعت ہے اور تبلیغ نہ کرنے والی روح ایک مُردہ روح ہے۔"

(دی مشنز پنجاب اینڈ سندھ صفحہ ۱۵)

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:-
کلکتہ کے بشپ نے لنڈن جاکر جو تقریر کی ہے اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ کوئی آدمی گورنمنٹ انگلینڈ کا سچا خیرخواہ اور وفادار نہیں ہو سکتا جب تک وہ عیسائی نہ ہو۔ ایسی تقریروں اور مجلسوں سے کیا یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ عیسائی بنانے کے لئے کس قدر کوشش یہ لوگ کرنی چاہتے ہیں۔ اور ان کی نیت کیا ہے۔ وہ صاف چاہتے ہیں کہ کوئی مسلمان نہ رہے۔ عیسائی مشنریوں نے اس امر کو بھی تسلیم کیا ہے کہ جسقدر اسلام ان کی راہ میں روک ہے اور کوئی مذہب انکی راہ میں روک نہیں ہے۔ مگر یاد رکھو اللہ تعالیٰ اپنے دین کے لئے غیور

ہے۔ اسلئے پیج فرمایا ہے۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون
ں نے اس وعدہ کے موافق اپنے ذکر کی محافظت فرمائی اور مجھے
بعوث کیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدہ کے موافق کہ ہر
صدی کے سر پر مجدد آتا ہے اسلئے مجھے صدی کے چہاردہم کا مجدد
لیا۔ جس کا نام کاسر الصلیب بھی رکھا ہے۔ اگر ہم اس دعوی میں غلطی
پر ہیں تو پھر سارا کاروبار نبوت کا ہی باطل ہوگا اور سب وعدے
جھوٹے ٹھہریں گے اور پھر سب سے بڑھ کر عجیب بات یہ ہوگی ۔ کہ
خدا تعالی بھی جھوٹوں کی حمایت کرنے والا ثابت ہوگا۔ معاذ اللہ۔
(ملفوظات جلدم صـ۴۲)

ہنے فرمایا :۔

دوستو اس یار نے دیں کی مصیبت ۔ دیکھلی
آئیں گے اس باغ کے اب جلد لہرانے کے دن

اک بڑی مدت سے دیں کو کفر تھا کھاتا رہا
اب یقیں سمجھو کہ آئے کفر کو کھانے کے دن

وہ گھڑی آتی ہے جب عیسیٰ پکاریں گے مجھے
اب تو تھوڑے رہ گئے دجال کہلانے کے دن

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تحریر فرماتے ہیں :—
" پادریوں کی تکذیب انتہا تک پہنچ گئی تو خدا نے حجت محمدیہ پوری
کرنے کیلئے مجھے بھیجا۔ کہاں ہیں پادری تا میرے مقابل پر آویں میں

پہلے وقت نہیں آیا۔ میں اس وقت آیا جب اسلام عیسائیوں کے
پیروں کے نیچے کچلا گیا۔ اور کئی لاکھ مسلمان مرتد ہو کر خدا اور رسول
کے دشمن ہو گئے"...... بھلا اب کوئی پادری تو میرے سامنے لاؤ۔
جو یہ کہتا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی پیشگوئی نہیں کی۔
یاد رکھو وہ زمانہ مجھ سے پہلے ہی گزر گیا۔ اب وہ زمانہ آگیا جس
میں خدا یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے۔ کہ وہ رسول محمد عربی جس کو گالیاں دی گئیں
جس کے نام کی بے عزتی کی گئی۔ جس کی تکذیب میں بدقسمت پادریوں
نے کئی لاکھ کتابیں اس زمانہ میں لکھ کر شائع کر دیں۔ وہی سچا اور سچوں کا
سردار ہے۔ اس کے قبول کرنے میں حد سے زیادہ انکار کیا گیا۔ مگر
آخر اسی رسول کو تاج عزت پہنایا گیا۔ اس کے غلاموں اور خادموں
میں سے ایک میں ہوں۔ جس سے خدا مکالمہ مخاطبہ کرتا اور جس پر خدا
کے غیبوں اور نشانوں کا دروازہ کھولا گیا ہے۔"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۷۲ تا ۲۷۳)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-
"لیکن اس جگہ طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مسیح موعود کو کیونکر اور کن
دلائل سے کسر صلیب کرنا چاہیے۔ کیا جنگ اور لڑائیوں سے جس طرح ہمارے
مخالف مولویوں کا عقیدہ ہے یا کسی اور طور پر؟ اس کا جواب یہ ہے کہ
یہ لوگ اس عقیدہ میں سراسر غلطی پر ہیں۔ مسیح موعود کا منصب ہرگز
نہیں ہے کہ وہ جنگ اور لڑائیاں کرے بلکہ اس کا منصب یہ ہے کہ

حجج عقلیہ اور آیات سماویہ اور دُعا ہے اس فتنہ کو فرو کرے۔ یہ تین ہتھیار خدا تعالیٰ نے اس کو دیئے ہیں۔ اور تینوں میں ایسی اعجازی قوت رکھی ہے جس میں اس کا غیر ہرگز اس سے مقابلہ نہیں کر سکے گا۔ آخر اس طور سے صلیب کو توڑا جائے گا۔ یہاں تک کہ ہر ایک محقق کی نظر سے اس کی عظمت اور بزرگی جاتی رہے گی۔ اور رفتہ رفتہ توحید قبول کرنے کے وسیع دروازے کھلیں گے۔ یہ سب کچھ تدریجاً ہوگا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کے سارے کام تدریجی ہیں۔ کچھ ہماری حیات میں اور کچھ بعد میں ہوگا۔ اسلام ابتداء میں بھی تدریجاً ہی ترقی پذیر ہوا ہے۔ اور پھر انتہا میں بھی تدریجاً اپنی پہلی حالت کی طرف آجائیگا۔"
(کتاب البریہ صـ۳۲)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

"موت مسیح کے مسئلہ نے صلیب کو پاش پاش کر دیا ہے۔ کیونکہ جب یہ ثابت ہوگیا کہ مسیح صلیب پر مرا ہی نہیں۔ بلکہ وہ اپنی طبعی موت سے کشمیر میں آکر مرا۔ تو کوئی عقلمند ہمیں بتائے کہ اس سے صلیب کا باقی کیا رہتا ہے۔ اگر تعصب اور ضد نے بالکل ہی انسان کے دل کو تاریک اور اس کی عقل کو ناقابل فیصلہ نہ بنا دیا ہو تو ایک عیسائی کو بھی یہ اقرار کرنا پڑے گا۔ کہ اس مسئلہ سے عیسائی دنیا کا سارا تار و پود ادھڑ جاتا ہے۔"
(الحکم صـ۲۔ ۲۴ر جنوری ۱۹۰۲ء)

فرمایا:-

"میں صلیب کے توڑنے اور خنزیروں کے قتل کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ میں آسمان سے اترا ہوں۔ ان پاک فرشتوں کے ساتھ جو میرے دائیں بائیں ہیں۔ جن کو میرا خدا جو میرے ساتھ ہے۔ میرے کام کے پورا کرنے کیلئے ہر ایک مستعد دل میں داخل کرے گا۔ بلکہ کر رہا ہے۔ اور اگر میں چپ بھی رہوں اور میری قلم لکھنے سے رکی بھی رہے تب بھی وہ فرشتے جو میرے ساتھ اترے ہیں اپنا کام بند نہیں کر سکتے۔ اور ان کے ہاتھ میں بڑی بڑی گرزیں ہیں جو صلیب کے توڑنے اور مخلوق پرستی کی ہیکل کو کچلنے کے لئے دیئے گئے ہیں ...."

فرمایا:- دنیا کے لوگ جو تاریک خیال اور اپنے پرانے تصورات پر جمے ہوئے ہیں۔ وہ اس کو قبول نہیں کریں گے۔ مگر عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے جو ان کی غلطی ان پر ظاہر کر دے گا۔ "دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔" یہ انسان کی بات نہیں۔ خداتعالیٰ کا الہام اور رب جلیل کا کلام ہے۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ ان حملوں کے دن نزدیک ہیں مگر یہ حملے تیغ و تبر سے نہیں ہوں گے اور تلوار وں اور بندوقوں کی حاجت نہیں پڑے گی۔ بلکہ روحانی اسلحہ کے ساتھ خداتعالیٰ کی مدد اترے گی۔ اور یہودیوں سے سخت لڑائی ہوگی۔ وہ کون ہیں؟۔ اس زمانہ کے ظاہر پرست لوگ جنہوں نے بالاتفاق یہودیوں کے قدم پر

قدم رکھا ہے۔ ان سب کو آسمانی سیف اللہ دو ٹکڑے کرے گی۔ اور یہودیت کی خصلت مٹا دی جائے گی۔ اور ہر ایک حق پوش دجال دنیا پرست یک چشم جو دین کی آنکھ نہیں رکھتا حجت قاطعہ کی تلوار سے قتل کیا جائے گا اور سچائی کی فتح ہو گی اور اسلام کے لئے پھر اسی روشنی اور تازگی کا دن آئے گا جو پہلے وقتوں میں آچکا ہے۔ اور وہ آفتاب اپنے پورے کمال کے ساتھ پھر چڑھے گا جیسا کہ پہلے چڑھ چکا ہے۔ لیکن ابھی ایسا نہیں ضرور ہے کہ آسمان اسے چڑھنے سے روکے جب تک کہ محنت اور جانفشانی سے ہمارے جگر خون نہ ہو جائیں اور ہم سارے آراموں کو اس کے ظہور کے لئے نہ کھو دیں۔ اور اعزاز اسلام کے لئے ساری ذلتیں قبول نہ کریں۔ اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے۔ وہ کیا ہے؟ ہمارا اسی راہ میں مرنا۔ یہی موت ہے جس پر اسلام کی زندگی، مسلمانوں کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلی موقوف ہے۔ اور یہی وہ چیز ہے جس کا دوسرے لفظوں میں اسلام نام ہے۔ اسی اسلام کا زندہ کرنا خدا تعالیٰ آپ چاہتا ہے۔"

(رسالہ فتح اسلام صـ ۱۲ تا ۱۸)

فرمایا:۔

"اس زمانہ میں جو مذہب اور علم کی نہایت سرگرمی سے لڑائی ہو رہی ہے اس کو دیکھ کر اور علم کے مذہب پر حملے مشاہدہ کر کے بے دل نہیں ہونا چاہیئے کہ اب کیا کریں۔ یقیناً سمجھو کہ اس لڑائی میں اسلام کو مغلوب اور عاجز دشمن کی طرح صلح جوئی کی حاجت نہیں۔ بلکہ اب زمانہ اسلام کی روحانی تلوار

کا ہے۔ جیسا کہ وہ پہلے کسی وقت اپنی ظاہری طاقت دکھلا چکا ہے۔ یہ
پیشگوئی یاد رکھو کہ عنقریب اس لڑائی میں بھی دشمن ذلت کے ساتھ پسپا
ہوگا اور اسلام فتح پائے گا۔ حال کے علوم جدیدہ کیسے ہی زور آور
حملے کریں۔ کیسے ہی نئے نئے ہتھیاروں کے ساتھ چڑھ چڑھ کر آویں مگر
انجام کار ان کے لئے ہزیمت ہے۔ میں شکر نعمت کے طور پر کہتا ہوں کہ
اسلام کی اعلیٰ طاقتوں کا مجھ کو علم دیا گیا ہے۔ جس علم کی رو سے میں
کہہ سکتا ہوں کہ اسلام نہ صرف فلسفۂ جدیدہ کے حملہ سے اپنے تئیں
بچائے گا۔ بلکہ حال کے علوم مخالفہ کو جہالتیں ثابت کر دے گا۔ اسلام
کی سلطنت کو ان چڑھائیوں سے کچھ بھی اندیشہ نہیں ہے۔ جو فلسفہ اور
طبعی کی طرف سے ہو رہی ہیں۔ اس کے اقبال کے دن نزدیک ہیں اور
میں دیکھتا ہوں کہ آسمان پر اس کی فتح کے نشان نمودار ہیں۔ یہ اقبال
روحانی ہے اور فتح بھی روحانی۔ تا باطل علم کی مخالفانہ طاقتوں کو
اس کی الٰہی طاقت ایسا ضعیف کر دے کہ کالعدم کر دیوے:

(آئینہ کمالات اسلام حاشیہ ص ۲۵۴-۲۵۵)

اخبار ایشیا لاہور (ترجمان جماعت اسلامی پاکستان) لکھتا ہے:-

"۱۸۳۱ء میں ایک تحریک اقامت دین بالاکوٹ کے جلوہ گاہ شہادت
میں بظاہر ناکام ہو چکی تھی۔ اور ۱۸۵۷ء میں ہندوستان کے اقتدار کی
ٹمٹماتی ہوئی شمع بھی بجھ چکی تھی۔ جو بہر حال مسلمانوں کے مایوس اور تاریک
دلوں میں ایک امید کی کرن روشن رکھتی تھی۔ دوسری طرف انگریزی اقتدار

کے جلوہ میں مکار پادری جدید علم کلام کے حربوں سے اسلام کی حقانیت پر حملہ آور تھے۔ اور مسلمانوں کو بتاتے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں۔ اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو چکے ہیں۔ اس لئے عیسائیوں کو دنیا میں عروج اور غلبہ حاصل ہے اور مسلمانوں کی قسمت میں ناکامی و نامرادی ان کے ساتھ ہے۔ وہ منطق فلسفہ اور سائنس کے مسلمات کی رُو سے اسلامی تعلیمات کو خلافِ عقل ثابت کر رہے تھے اور چونکہ حکومت بھی ان کی پشت پر تھی۔ اس لئے ان کا استدلال عوام کو متاثر اور مرعوب کر رہا تھا۔ دوسری طرف سوامی دیانند نے ہندوؤں کے زوال کو روکنے اور مغربی تہذیب تمدن۔ علم و دانش کی مرعوبیت اور ہندو دھرم کی کمزوریوں سے نجات دلانے کے لئے بالکل عقلی اصولوں کے مطابق ویدک دھرم کی تعبیر پیش کرنا شروع کر دیا تھا۔ اور چونکھی لڑائی کے ذریعہ وہ ہندو دھرم اور دوسرے مذاہب کی تردید بھی کر رہے تھے۔ جب مسلمان ہر طرف سے اس طرح گھرے ہوئے تھے تو ہر وہ شخص جس نے ان کے مذہب کی حفاظت و حمایت کا ادّعا کیا۔ مسلمانوں نے اس کو سر آنکھوں پر بٹھایا۔

بالکل یہی کیفیت مرزا غلام احمد قادیانی کے معاملہ میں پیش آئی جب وہ اسلام کی حمایت کا علم لے کر اُٹھے۔ تو انہوں نے اپنے مخصوص علم کلام سے غیر مسلموں کا مقابلہ شروع کیا۔ تو مسلمانوں نے ان کو بھی ہاتھوں ہاتھ لیا۔ خصوصًا وہ جدید طبقہ جو مغربی علوم سے مرعوب ہو کر کلیسائیت

کی طرف راغب ہو رہا تھا۔ اور جسے سرسید کا علم کلام بھی بوجوہ مطمئن نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے جب یہ دیکھا کہ سرسید کی طرح اسلامی مسلمات سے کھلم کھلا انکار کرنے کی بجائے مرزا غلام احمد قادیانی قرآن ہی سے اس کے انکار کا جواز پیش کر رہے ہیں۔ تو ان کی طرف متوجہ ہو گیا۔ چنانچہ مرزا غلام احمد قادیانی کے زیادہ نمایاں ساتھیوں میں سے اکثر ایسے تھے کہ اگر وہ قادیان نہ جاتے تو عیسائی ہو جاتے "۔

(ایشیا لاہور - ۱۱ مارچ ۱۹۵۶ء)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

" آجکل تمام مذاہب کے لوگ جوش میں ہیں۔ عیسائی لوگ کہتے ہیں۔ کہ اب ساری دنیا میں مذہب عیسوی پھیل جائے گا۔ اور آریہ کہتے ہیں کہ ہمارا مذہب سب پر غالب آجائے گا۔ مگر یہ سب جھوٹ کہتے ہیں۔ خدا تعالیٰ ان میں سے کسی کے ساتھ نہیں۔ اب دنیا میں اسلام کا مذہب پھیلے گا۔ اور باقی سب مذاہب اس کے آگے ذلیل اور حقیر ہو جائیں گے "۔

(ملفوظات جلد ۲ صفحہ ۳۴۳)

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پادریوں کو مقابل پر للکارا :-

" اب کہاں ہیں وہ پادری صاحبان جو کہتے تھے کہ نعوذ باللہ حضرت سیدنا و سید الوریٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی پیشگوئی یا اور

کوئی امر خارق عادت ظہور میں نہیں آیا۔ میں سچ سچ کہتا ہوں۔ کہ زمین پر وہ ایک ہی انسان کامل گذرا ہے۔ جس کی پیشگوئیاں اور دعائیں قبول ہونا اور دوسرے خوارق ظہور میں آنا ایک ایسا امر ہے جو اب تک امت کے سچے پیروؤں کے ذریعہ سے دریا کی طرح موجیں مار رہا ہے۔ بجز اسلام وہ مذہب کہاں اور کدھر ہے جو یہ فضیلت اور طاقت اپنے اندر رکھتا ہے۔ اور وہ لوگ کہاں اور کس ملک میں رہتے ہیں جو اسلامی برکات اور نشانوں کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ اگر انسان صرف ایسے مذہب کا پیرو ہو جس میں آسمانی روح کی کوئی ملاوٹ نہیں تو وہ اپنے ایمان کو ضائع کرتا ہے۔ مذہب وہی مذہب ہے جو زندہ مذہب ہو۔ اور زندگی کی روح اپنے اندر رکھتا ہو۔ اور زندہ خدا سے ملاتا ہو۔ اور میں صرف یہی دعویٰ نہیں کرتا کہ خدا تعالیٰ کی پاک وحی سے غیب کی باتیں میرے پر کھلتی ہیں۔ اور خارق عادت امر ظاہر ہوتے ہیں۔ بلکہ یہ بھی کہتا ہوں کہ جو شخص دل کو پاک کرکے اور خدا اور رسول پر سچی محبت رکھکر میری پیروی کرے گا وہ بھی خدا تعالیٰ سے یہ نعمت پائے گا۔ مگر یاد رکھو کہ تمام مخالفوں کے لئے یہ دروازہ بند ہے۔ اور اگر دروازہ بند نہیں تو کوئی آسمانی نشانوں میں مجھ سے مقابلہ کرے۔ اور یاد رکھیں کہ ہرگز نہیں کر سکیں گے۔ پس یہ اسلامی حقیقت اور میری حقانیت کی ایک زندہ دلیل ہے۔۔۔۔۔۔۔

(اربعین ملا صفحہ ۵)

اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قائم کردہ جماعت احمدیہ کو ساری دنیا میں اسلام پھیلانے کی توفیق دے رہا ہے پہلے کئی مسلمان دولتمند اور بادشاہ گذرے۔ کئی مجدد و علماء گذرے۔ اب بھی موجود ہیں۔ مگر کسی کو عالمگیر طور پر خصوصاً مغربی ممالک میں دین اسلام پھیلانے کی توفیق نہ ملی۔ کیونکہ یہ سعادت صرف اور صرف مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کی جماعت کے لئے مقدر تھی۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

وہ عیسائی پادری جو آپ کے دنیاوی غلبہ کو یسوع مسیح کا معجزہ تصور کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ اب ہندوستان کے مسلمانوں کو سوائے عیسائیت میں داخل ہونے کے اور کسی جگہ امن نہیں مل سکتا۔ مگر جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسلام کا تصور حسین، دلکش اور درخشاں چہرہ دنیا کے سامنے دکھایا تو عیسائیت کے دلائل باطلہ دھوئیں کی طرح اڑنے لگے۔ اور پادری صاحبان دنیا کے ہر گوشے میں احمدی مبلغوں کے سامنے پسپا ہونے لگے۔ پہلے عیسائی پادری بڑے طمطراق سے کہا کرتے تھے کہ اسلام اہل مغرب کو راس نہیں آسکتا۔ جیسا کہ مشہور پادری ہیروز نے کہا :-

"اسلام ایک مشرقی مذہب ہے۔ یہ ہماری مغربی فضا میں سانس نہیں لے سکتا۔ اور نہ یہ کبھی ہمارے مغربی ذہنوں کو راس آسکتا ہے"

(ہیروز لیکچرز ص۲۳)

ڈاکٹر ہربرٹ لنکیسٹر کرسچین مشنری سوسائٹی لنڈن نے عیسائی پادریوں کی عالمی کانفرنس منعقدہ ۱۸۹۴ء میں کہا:۔

"فرض کرو لنڈن کے کسی علاقہ میں کوئی مسلمان آجائے جو اجنبی کپڑوں میں ملبوس ہو۔ ٹوٹی پھوٹی انگریزی بولتا ہو۔ اور وہ ہمیں یہ بتانے کی کوشش کرے کہ محمد خدا کا سچا رسول ہے اور یہ کہ اب ہم یسوع مسیح کی بجائے اس پر ایمان لائیں۔ ذرا سوچو تو سہی اس مسلمان کا کیا حشر ہوگا۔ یہی کہ چھوٹے چھوٹے بچے اس پر کیچڑ اچھالتے پھریں گے"

(دی رپورٹ آف دی مشنری کانفرنس آف دی انگلیکن کمیونین ص ۱۹۹ ۱۸۹۴ء منعقدہ لنڈن)

مگر بفضل اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کے مجاہدین نے اسلام کے دلائل قاطعہ اور براہین ساطعہ اور آیات الٰہیہ اور تائیدات ربانیہ اور دعاؤں پر زور دینے سے یورپ و امریکہ اور مغربی ممالک پر بھرپور حملہ کیا تو عیسائی پادری اسلام کی حقانیت اور اس کے نفوذ کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو گئے۔ چنانچہ

مشہور مفکر اور ادیب مسٹر برنارڈ شا لنڈن لکھتے ہیں:۔

"مجھے یقین ہے کہ ساری برطانوی سلطنت ایک قسم کا اصلاح شدہ اسلام اس صدی کے اختتام پر قبول کرے گی۔ میں نے محمد کے دین کو ہمیشہ ہی بڑی وقعت کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ میرے نزدیک یہی مذہب بدلتے ہوئے زمانۂ حیات کے مقابل پر ایسی اہلیت رکھتا ہے جس کی وجہ سے یہ ہر زمانہ کے لوگوں کو اپیل کرتا ہے۔ دنیا کو میرے جیسے

آدمیوں کی پیشگوئیوں کو یقیناً بڑی وقعت دینی چاہیئے۔ اونہوں نے یہ پیشگوئی کی ہے کہ محمد کا دین جیسا کہ آجکل یورپ میں قبول کیا جا رہا ہے۔ ویسا ہی کل بھی قبول کیا جائے گا۔ قرونِ وسطیٰ کے پادریوں نے یا تو جہالت کی وجہ سے یا تعصب کی بنا پر محمد کے دین کی نہایت تاریک تصویر کھینچی تھی۔ فی الحقیقت انہیں محمد اور اس کے مذہب سے نفرت کرنے کی ٹریننگ دیگئی تھی۔ انکے نزدیک محمد یسوع مسیح کا دشمن تھا.....
لیکن میں نے اس عظیم الشان شخصیت کا مطالعہ کیا ہے۔ میری رائے میں وہ نہ صرف یہ کہ دشمنِ مسیح نہ تھے بلکہ وہ انسانیت کے نجات دہندہ تھے۔ میرا ایمان ہے کہ اگر موجودہ زمانہ میں محمد جیسا انسان دنیا کا ڈکٹیٹر یا آمر بن جائے تو وہ ہمارے زمانہ کی مشکلات کا ایسا حل تلاش کرنے میں کامیاب ہو جائیگا۔ جسکے نتیجہ میں حقیقی مسرت اور امن حاصل ہو جائے۔ اب یورپ محمد کے مذہب کے اصولوں کو سمجھنے لگا ہے۔ اور آئندہ صدی میں یورپ اس بات کو اور زیادہ تسلیم کریگا کہ اسلام کے اصول اس کی الجھنوں کو حل کر سکتے ہیں۔ میری پیشگوئی کو ان حقائق کے ماتحت سمجھنا چاہیئے۔ موجودہ وقت میں بھی میری قوم کے اندر یورپ کے کئی لوگ اسلام قبول کر چکے ہیں۔ اور کہا جا سکتا ہے کہ یورپ کے اسلامی بننے کا آغاز ہو چکا ہے۔"

(ON GETTING MARRIED BY GEORGE BERNARD SHAW)

(بحوالہ رسالہ اسلام کا عالمگیر غلبہ صفحہ ۵۹ تا ۶۰)

مسٹر کنتھ کارگ جو رسالہ مسلم ورلڈ کے ایڈیٹر ہیں لکھتے ہیں :۔

"مسلمان مجاہد کے ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے میں قرآن لیکر پیش قدمی کرنے کی تصویر بالکل جھوٹی ہے"۔

(THE CALL OF THE MINARET BY MR. KENNETH-CRAGG ۔ بحوالہ اسلام مغرب کے افق پر صفحہ ۱۹)

جناب لارڈ بشپ آف گلوسٹر ریورنڈ چارلس جان ایلی کوٹ نے احمدیت کے اثر و نفوذ کو دیکھکر ۱۸۹۴ء میں پادریوں کی عالمی کانفرنس میں گہری تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا :۔

"اسلام میں ایک نئی حرکت کے آثار نمایاں ہیں ۔ مجھے ان لوگوں نے جو صاحب تجربہ ہیں بتایا ہے کہ برطانوی حکومت ہندوستان میں ایک نئی طرز کا اسلام ہمارے سامنے آرہا ہے ۔ اور اس جزیرہ میں بھی کہیں کہیں اس کے آثار نمایاں ہو رہے ہیں ....

یہ ان بدعات کا سخت مخالف ہے ۔ جن کی بناء پر محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کا مذہب ہماری نگاہ میں قابل نفرین قرار پاتا ہے ۔

اس نئے اسلام کی وجہ سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پھر وہی سی عظمت حاصل ہوتی جا رہی ہے ۔ یہ نئے تغیرات بآسانی شناخت کئے جا سکتے ہیں ۔ پھر یہ نیا اسلام اپنی نوعیت میں مدافعانہ ہی نہیں بلکہ جارحانہ حیثیت کا بھی حامل ہے ۔ اس بات کا نہایت افسوس ہے کہ ہم میں سے بعض کے ذہن اس (اسلام) کی طرف مائل ہو رہے ہیں"

(دی افیشل رپورٹ آف دی مشنری کانفرنس آف دی انگلیکن کمیونیون صفحہ ۶۴ ۔ ۱۸۹۴ء)

مشہور فلسفی امریکن پروفیسر ڈاکٹر ہسٹن سمتھ (DR HUSTON SMITH)
اپنی کتاب میں چیدہ چیدہ مذاہب کی تاریخ پر روشنی ڈالتے ہوئے اسلام کے متعلق
رقمطراز ہیں :-

"اسلام نے دنیا میں جس زبردست سلطنت کی بنیاد رکھی تھی۔ اس میں
بے شک بعد ازاں ایک حد تک جمود کی سی کیفیت رونما ہوئی۔ لیکن اب
اسلام اس جمود اور بے حسی کی حالت سے پھر ابھر رہا ہے۔ کتاب ہذا جن
مذاہب کے تذکرہ پر مشتمل ہے۔ ان میں سے بعض کے متعلق یہی تسلیم
کرنا پڑتا ہے۔ کہ وہ اب ...... کالعدم ہونے کو ہیں۔ لیکن اسلام کی
یہ حالت نہیں ہے۔ دنیا کے عظیم مذاہب میں سے زمانی اعتبار سے
یہ سب سے بعد میں رونما ہونے والا مذہب اب پھر ایک حد تک جوانی کی سی
تاب اور قوت و توانائی کے ساتھ حرکت میں آرہا ہے۔ بحر اوقیانوس
میں جبل الطارق کے بالمقابل مراکش سے لیکر مشرق کی جانب سفر کے
راستے مشرق وسطیٰ اور پاکستان میں سے ہوتے ہوئے بحرالکاہل میں
انڈونیشیا اور پھر فلپائن تک ہم عصر دنیا میں اسلام ایک زبردست
قوت کی حیثیت رکھتا ہے۔ تقریباً دنیا کے پینتیس کروڑ باشندے اس
کے پیروؤں میں شامل ہیں۔ دنیا کے ہر سات انسانوں میں سے ایک
اسلام پر اعتقاد رکھتا ہے۔ پھر یہ افکار و خیالات اور افعال و اعمال کو
منظم کرنے میں اپنے پیروؤں کی اتنی تفصیل کے ساتھ رہنمائی کرتا ہے کہ
مغربی دنیا میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ مزید براں اسلام خود اپنے آپ کو

مضبوط ہی نہیں بنا رہا بلکہ یہ دنیا میں پھیل رہا ہے۔ اور بڑی تیزی سے پھیل رہا ہے۔ ۱۷۷۳ء کے قریب گوئیٹے نے ایک نظم لکھی تھی جس میں اس نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ایک ندی سے تشبیہ دی تھی۔ کہ جو آگے ہی آگے بڑھ رہی ہو۔ اور ساتھ ہی پھیلتی بھی جا رہی ہو۔ اس نے لکھا تھا۔ کہ اس طرح محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے پیروؤں کے لئے بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ تاکہ انہیں ازلی باپ (یعنی خدا تعالیٰ) کے حضور باریاب کریں۔ آج اسلام نہ صرف افریقہ اور جنوب مشرقی ایشیا میں پھیل رہا ہے بلکہ کسی حد تک چین، انگلستان اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں بھی لوگوں کو اپنا حلقہ بگوش بنا رہا ہے۔ بعض کا تو یہ کہنا ہے کہ یہ دنیا میں سب سے زیادہ تیز رفتاری کے ساتھ پھیلنے والا مذہب ہے۔ ابھی ۱۹۴۷ء کی بات ہے کہ پاکستان کے نام سے سات کروڑ آبادی کی ایک نئی مسلم مملکت معرض وجود میں آئی ہے۔ بعض علاقوں میں جہاں مشنری سرگرمیوں کے اعتبار سے اسلام اور عیسائیت کے درمیان مقابلہ ہو رہا ہے۔ اسلام کو ایک کے مقابلے میں دس کی نسبت سے کامیابی ہو رہی ہے۔"

(THE RELIGIOUS OF MAN PAGE 231)

اخبار سٹیٹسمین لنڈن نے لکھا:۔

"لنڈن میں مشنری نمائش کے اختتام پر بشپ نے مشنری خدمات کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے کہا کہ اسلام کی تنظیم جدید ایسی مستحکم بنیادوں پہ قائم ہو رہی ہے کہ اب یہ خطرہ لاحق ہو گیا ہے کہ اسلام آئندہ سارے

ایشیا و افریقہ کا واحد مذہب بن جائے گا۔ اگر ان تمام ملکوں کے باشندوں
کی اقتصادی حالت بہتر ہو گئی۔ اور انہوں نے ہمارے عیسائی تمثیل
سوشل دلچسپیوں اور خوشنما تمدن سے بے نیاز ہو کر ہماری ان چیزوں کو
منہ پھیر کر کام کرنا شروع کر دیا تو برطانوی ہنرمندیاں اور صنعت کاریاں
کس طرح ان کا مقابلہ کریں گی:

(اخبار سٹیٹمین لنڈن)

ڈاکٹر میکس وارن جنرل سیکرٹری چرچ مشنری سوسائٹی نے یہ تسلیم کیا
ہے کہ:۔

"آجکل انجیل کی طرف فاتحانہ ترقی کو منسوب کرنا محض غلطی ہے۔ اب
کلیسا کو آگے بڑھنے والے لشکر یا نوآبادیاتی قوت سے تشبیہ دینے کی
بجائے ایک ایسی مدافعانہ تحریک سے تعبیر کرنا جو دشمن کے علاقہ میں اپنا
دفاع کرنے پر مجبور ہو زیادہ مناسب ہے"

(بحوالہ الفضل ۲ دسمبر ۱۹۶۲ء)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

بالآخر میں پھر ہر ایک طالب حق کو یاد دلاتا ہوں کہ وہ دین حق کے نشان اور
اسلام کی سچائی کے آسمانی گواہ جس سے ہمارے نابینا علماء بے خبر ہیں۔ وہ مجھ کو
عطا کئے گئے ہیں۔ مجھے بھیجا گیا ہے تا میں ثابت کروں کہ ایک اسلام ہی
ہے جو زندہ مذہب ہے۔ اور وہ کرامات جو مجھے عطا کئے گئے ہیں۔ جن کے
مقابلہ سے تمام غیر مذاہب والے اور ہمارے اندرونی اندھے مخالف بھی

عاجز ہیں۔ میں ہر یک مخالف کو دکھلا سکتا ہوں۔ کہ قرآن شریف اپنی تعلیموں اور اپنے علوم حکمیہ اور اپنے معارف دقیقہ اور بلاغت کاملہ کی رُو سے معجزہ ہے۔ موسیٰ کے معجزہ سے بڑھ کر اور عیسےٰ کے معجزات سے صدہا درجہ زیادہ۔

مَیں بار بار کہتا ہوں۔ اور بلند آواز سے کہتا ہوں کہ قرآن۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت رکھنا اور سچی تابعداری اختیار کرنا انسان کو صاحب کرامات بنا دیتا ہے۔ اور اسی کامل انسان پر علوم غیبیہ کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔ اور دنیا میں کسی مذہب والا روحانی برکات میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ چنانچہ میں اس میں صاحب تجربہ ہوں۔ مَیں دیکھ رہا ہوں کہ بجز اسلام تمام مذہب مُردے ان کے خدا مُردے اور خود وہ تمام پیرو مُردے ہیں۔ اور خدا تعالےٰ کے ساتھ زندہ تعلق ہو جانا بجز اسلام قبول کرنے کے ہرگز ممکن نہیں۔ ہرگز ممکن نہیں۔

اے نادانو! تمہیں مردہ پرستی میں کیا مزہ ہے۔ اور مُردار کھانے میں کیا لذت؟!!! آؤ مَیں تمہیں بتلاؤں کہ زندہ خدا کہاں ہے۔ اور کس قوم کے ساتھ ہے۔ وہ اسلام کے ساتھ ہے۔ اسلام اس وقت موسےٰ کا طور ہے۔ جہاں خدا بول رہا ہے۔ وہ خدا جو نبیوں کے ساتھ کلام کرتا تھا۔ اور پھر چُپ ہو گیا۔ آج وہ ایک مسلمان کے دل میں کلام کر رہا ہے۔ کیا تم میں سے کسی کو شوق نہیں؟ کہ اس بات کو پرکھے۔ پھر اگر

حق کو پا دے تو قبول کر لیوے۔ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟ کیا ایک مُردہ کفن میں لپٹا ہوا۔ پھر کیا ہے؟۔ کیا ایک مشت خاک۔ کیا یہ مُردہ خدا ہو سکتا ہے؟ کیا یہ تمہیں کچھ جواب دے سکتا ہے؟ ذرہ آؤ! ہاں! لعنت ہے تم پر اگر نہ آؤ اور اس سڑے گلے مُردہ کا میرے خدا کے ساتھ مقابلہ نہ کرو۔

دیکھو میں تمہیں کہتا ہوں کہ چالیس دن نہیں گزریں گے۔ کہ وہ بعض آسمانی نشانوں سے تمہیں شرمندہ کرے گا۔ ناپاک ہیں وہ دل جو سچے ارادہ سے نہیں آزماتے۔ اور پھر انکار کرتے ہیں۔ اور پلید ہیں وہ طبیعتیں جو شرارت کی طرف جاتی ہیں نہ طلب حق کی طرف۔

اے میرے مخالف مولویو! اگر تم میں شک ہو تو آؤ چند روز میری صحبت میں رہو۔ اگر خدا کے نشان نہ دیکھو تو مجھے پکڑ دو۔ اور جس طرح چاہو تکذیب سے پیش آؤ۔ میں اتمام حجت کر چکا۔ اب جب تک تم اس حجت کو نہ توڑ لو۔ تمہارے پاس کوئی جواب نہیں۔ خدا کے نشان بارش کی طرح برس رہے ہیں۔ کیا تم میں سے کوئی نہیں جو سچا دل لے کر میرے پاس آوے۔ کیا ایک بھی نہیں۔

"دنیا میں ایک نذیر آیا۔ پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اسے قبول کریگا۔ اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔"

والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

(۲۲ جنوری ۱۸۹۷ء۔ ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۳۴۵ تا ۳۴۶)

فرمایا:-

اسمعوا صوت السماء جاء المسیح جاء المسیح ‌ ‌ نیز بشنو از زمیں آمد امام کامگار

آسماں بارد نشان الوقت می گوید زمیں ‌ ‌ ایں دو شاہد از پئے من نعرہ زن چوں بیقرار

کیوں عجب کرتے ہو گر میں آگیا ہو کر مسیح ‌ ‌ خود مسیحائی کا دم بھرتی ہے یہ باد بہار

آسماں پر دعوتِ حق کے لئے اک جوش ہے ‌ ‌ ہو رہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اتار

آ رہا ہے اس طرف احرارِ یورپ کا مزاج ‌ ‌ نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگہ زندہ وار

کہتے ہیں تثلیث کو اب اہلِ دانش الوداع ‌ ‌ پھر ہوئے ہیں چشمۂ توحید پر از جاں نثار

باغ میں ملت کے ہے کوئی گلِ رعنا کھلا ‌ ‌ آئی ہے بادِ صبا گلزار سے مستانہ وار

آ رہی ہے اب تو خوشبو میرے یوسف کی مجھے ‌ ‌ گو کہو دیوانہ میں کرتا ہوں اس کا انتظار

اب اسی گلشن میں لوگو راحت و آرام ہے ‌ ‌ وقت ہے جلد آؤ اے آوارگانِ دشتِ خار

اک زماں کے بعد اب آئی ہے یہ ٹھنڈی ہوا ‌ ‌ پھر خدا جانے کہ کب آویں یہ دن اور یہ بہار

(منقول از درثمین)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی اندرونی اور بیرونی مخالفتوں کے باوجود اپنے خدا کے وعدوں پر کامل یقین رکھتے تھے اور سمجھتے تھے کہ سب مخالفتیں کھاد کا کام دیں گے۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے دھوئیں کی طرح اڑ جائیں گی۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں:-

"میں جانتا ہوں اور خدا میرے ساتھ ہے۔ اگر میں پیسا جاؤں اور کچلا جاؤں اور ایک ذرہ سے بھی حقیر تر ہو جاؤں اور ہر ایک طرف سے ایذا اور گالی دیکھوں تب میں فتحیاب ہوں گا۔ مجھ کو کوئی نہیں جانتا مگر وہ جو میرے ساتھ ہے۔ میں ہرگز ضائع نہیں ہو سکتا۔ دشمنوں کی

کوششیں خبیث اور حاسدوں کے منصوبے لاحاصل ہیں۔ اے نادانو اور
اندھو! مجھ سے پہلے کون صادق ضائع ہوا جو میں ضائع ہو جاؤں گا۔ کس
سچے وفادار کو خدا نے ذلت کے ساتھ ہلاک کر دیا جو مجھے ہلاک کریگا۔
یقیناً یاد رکھو کہ میری روح ہلاک ہونے والی نہیں۔ اور میری سرشت
میں ناکامی کا خمیر نہیں ...... خدا اپنے بندے کو ہر میدان میں فتح
دے گا۔ میں اس کے ساتھ ہوں اور وہ میرے ساتھ ہے۔ کوئی چیز
ہمارا پیوند نہیں توڑ سکتی۔ اور مجھے اس کی عزت اور جلال کی قسم
ہے کہ مجھے دنیا اور آخرت میں اس سے کوئی چیز پیاری نہیں کہ اس
کے دین کی عظمت ظاہر ہو اور اس کا جلال چمکے۔"

(رسالہ انوار الاسلام)

حضور فرماتے ہیں:-

"یہ سلسلہ آسمان سے قائم ہوا ہے۔ تم خدا سے مت لڑو۔ تم اس کو
نابود نہیں کر سکتے۔ اس کا ہمیشہ بول بالا ہے۔ اپنے نفسوں پر ظلم مت
کرو اور اس سلسلہ کو بے قدری سے نہ دیکھو۔ جو خدا کی طرف سے تمہاری
اصلاح کے لئے پیدا ہوا ہے۔ اور یقیناً سمجھو کہ اگر یہ کاروبار انسان کا ہوتا
اور کوئی پوشیدہ ہاتھ اس کے ساتھ نہ ہوتا۔ تو یہ سلسلہ کب کا تباہ
ہو جاتا۔ اور ایسا مفتری ایسا جلد ہلاک ہو جاتا کہ اب اس کی ہڈیوں کا بھی
پتہ نہ ملتا۔ مخالف لوگ عبث میں اپنے تئیں تباہ کر رہے ہیں۔ میں وہ
پودا نہیں ہوں کہ ان کے ہاتھ سے اکھڑ سکوں۔ اگر ان کے پہلے اور ان کے

پچھلے ادوار کے زندے اور ان کے مُردے تمام جمع ہو جائیں اور میرے مارنے کے لئے دعائیں کریں تو میرا خدا ان تمام بد دعاؤں کو لعنت کی شکل میں ان کے منہ پر مارے گا۔ دیکھو صدہا دانشمند آدمی آپ لوگوں کی جماعت میں سے نکل کر ہماری جماعت سے ملتے جاتے ہیں۔ آسمان پر ایک شور برپا ہے۔ اور فرشتے پاک دلوں کو کھینچ کر اس طرف لا رہے ہیں۔ اب اس آسمانی کارروائی کو کیا انسان روک سکتا ہے؟"

(ضمیمہ اربعین ۳،۴ صفحہ ۱)

امام الزمان کے مقاصد عالیہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

"میں اپنے دعویٰ کی نسبت اسقدر بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ میں اپنی طرف سے نہیں بلکہ خدا کے انتخاب سے بھیجا گیا ہوں۔ تا میں مخالفوں کو رفع کروں اور پیچیدہ مسائل کو صاف کر دوں اور اسلام کی روشنی دوسری قوموں کو دکھاؤں۔ اور یاد رہے کہ جیسا کہ ہمارے مخالف ایک مکروہ صورت اسلام کی دکھاتے ہیں یہ صورت اسلام کی نہیں ہے۔ بلکہ وہ ایک ایسا چمکتا ہوا ہیرا ہے جس کا ہر ایک گوشہ چمک رہا ہے۔ اور جیسا کہ ایک بڑے محل میں بہت سے چراغ ہوں اور کوئی چراغ کسی دریچہ سے نظر آوے اور کوئی کسی کونہ سے، یہی حال اسلام کا ہے کہ اس کی آسمانی روشنی صرف ایک ہی طرف سے نظر نہیں آتی، بلکہ ہر ایک طرف سے اس کے ابدی چراغ نمایاں ہیں۔ اس کی تعلیم بجائے خود ایک چراغ ہے اور اسکی قوت روحانی بجائے خود ایک چراغ ہے اور اس کے ساتھ جو خدا کی نصرت کے نشان ہیں وہ ہر ایک نشان چراغ ہے اور جو شخص اس کی سچائی کے اظہار کے لئے خدا کی طرف آتا ہے وہ بھی ایک چراغ ہوتا ہے۔ میرا بڑا حصہ عمر کا مختلف قوموں کی کتابوں کے دیکھنے میں گزرا ہے۔ مگر میں سچ سچ کہتا ہوں کہ میں نے کسی دوسرے مذہب کی تعلیم کو خواہ اس کے عقائد کا حصہ اور خواہ اخلاقی حصہ

اور خواہ تدبیر منزلی اور سیاست مدنی کا حصّہ اور خواہ اعمال صالحہ کی تقسیم کا قرآن شریف کے بیان کے ہم پہلو نہیں پاتا۔ اور یہ قول میرا اس لئے نہیں کہ میں ایک شخص مسلمان ہوں بلکہ سچائی مجھے مجبور کرتی ہے کہ میں یہ گواہی دوں۔ اور یہ میری گواہی بے وقت نہیں۔ بلکہ ایسے وقت میں ہے جبکہ دنیا میں مذاہب کی کشمکش شروع ہے۔ مجھے خبر دیگئی ہے کہ اس کشتی میں آخر کار اسلام کو غلبہ ہے۔ میں زمین کی باتیں نہیں کہتا۔ بلکہ وہی کہتا ہوں جو خدا نے میرے منہ میں ڈالا ہے۔ زمین کے لوگ خیال کرتے ہونگے کہ شاید عیسائی مذہب دنیا میں پھیل جائے۔ یا بدھ مذہب تمام دنیا میں حاوی ہو جائے، مگر وہ اس خیال میں غلطی پر ہیں۔ یاد رہے کہ زمین پر کوئی بات نہیں ہوتی جب تک وہ بات آسمان پر قرار نہ پائے۔ سو آسمان کا خدا مجھے بتلاتا ہے کہ آخر اسلام کا مذہب دلوں کو فتح کرے گا۔ اس مذہبی جنگ میں مجھے حکم ہے کہ میں حق کے طالبوں کو ڈراؤں اور میری مثال اس شخص کی ہے۔ جو ایک خطرناک ڈاکوؤں کے گروہ کی خبر دیتا ہے۔ جو ایک گاؤں کی غفلت کی حالت میں اس پر ڈاکہ مارنا چاہتے ہیں۔ پس جو شخص اس کو سنتا ہے وہ اپنا مال ان ڈاکوؤں کی دستبرد سے بچا لیتا ہے۔ اور جو نہیں سنتا وہ غارت کیا جاتا ہے۔

ہمارے وقت میں دو قسم کے ڈاکو ہیں کچھ تو باہر کی راہ سے آتے ہیں اور کچھ اندر کی راہ سے۔ اور وہی مارا جاتا ہے جو اپنے مال کو محفوظ جگہ میں نہیں رکھتا۔ اس زمانہ میں ایمانی مال کے بچانے کی محفوظ جگہ یہ ہے

کہ اسلام کی خوبیوں کا علم ہو۔ اسلام کی قوت روحانی کا علم ہو۔
اسلام کے زندہ معجزات کا علم ہو۔ اور اس شخص کا علم ہو جو اسلامی
بھیڑوں کے لئے بطور گلّہ بان مقرر کیا جائے۔ کیونکہ پرانا بھیڑیا
اب تک زندہ ہے وہ مرا نہیں۔ وہ جس بھیڑ کو اس کے چرانے والے
سے دُور دیکھے گا وہ ضرور اس کو لے جائے گا۔"

"خدا تعالےٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں
میں ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیا۔ ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں
توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا
کا مقصد ہے جس کے لئے میں دنیا میں بھیجا گیا۔"

(الوصیۃ)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں :-
"یاد رہے کہ جو شخص اترنے والا تھا وہ عین وقت پر اتر آیا۔ اور آج
تمام نوشتے پورے ہو گئے۔ تمام نبیوں کی کتابیں اسی زمانہ کا حوالہ دیتی ہیں
عیسائیوں کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ اس زمانہ میں مسیح موعود کا آنا ضروری تھا
ان کتابوں میں صاف طور پر لکھا تھا کہ آدم سے چھٹے ہزار کے آخر پر مسیح موعود
آئے گا۔ سو چھٹے ہزار کا آخیر ہو گیا۔ اور لکھا تھا کہ ذوالسنین ستارہ نکلے
گا۔ سو مدت ہوئی کہ نکل چکا۔ اور لکھا تھا کہ اس کے ایام میں سورج اور
چاند کو ایک ہی مہینے میں جو رمضان کا مہینہ ہوگا گرہن لگے گا۔ سو مدت

ہوئی کہ یہ پیشگوئی بھی پوری ہو چکی اور لکھا تھا کہ اس کے زمانہ میں ایک بڑے جوش سے طاعون پیدا ہوگی۔ اس کی خبر انجیل میں بھی موجود ہے۔ سو میں دیکھتا ہوں کہ طاعون نے اب تک پیچھا نہیں چھوڑا۔ اور قرآن کریم اور احادیث اور پہلی کتابوں میں لکھا تھا کہ اس کے زمانہ میں ایک نئی سواری پیدا ہوگی جو آگ سے چلے گی۔ اور انہیں دنوں میں اونٹ سب بے کار ہو جائیں گے۔ اور یہ آخری حصہ کی حدیث صحیح مسلم میں موجود ہے سو وہ سواری ریل ہے جو پیدا ہوگئی۔ اور لکھا تھا کہ مسیح موعود صدی کے سر پر آئے گا۔ سو صدی میں سے بھی اکیس برس گزر گئے۔ اب ان تمام نشانوں کے بعد جو شخص مجھے رد کرتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ سے جنگ کر رہا ہے۔ اگر وہ پیدا نہ ہوتا تو اس کے لئے بہتر تھا۔"

(تذکرۃ الشہادتین۔ الفضل ۲۸ر مارچ ۱۹۶۵ء)

پھر خدائے کریم جل شانہ نے مجھے بشارت دے کر کہا کہ :-

"تیرا گھر برکت سے بھرے گا۔ اور میں اپنی نعمتیں تجھ پر پوری کروں گا۔ اور خواتین مبارکہ سے جن میں سے تو بعض کو اس کے بعد پائے گا۔ تیری نسل بہت ہوگی اور میں تیری ذریت کو بہت بڑھاؤں گا۔ اور برکت دوں گا مگر بعض ان میں سے کم عمری میں فوت بھی ہوں گے۔ اور تیری نسل کثرت سے ملکوں میں پھیل جائے گی اور ہر یک شاخ تیرے جدی بھائیوں کی کاٹی جائے گی۔ اور وہ جلد لا ولد رہ کر ختم ہو جائیں گی۔ اگر وہ توبہ نہ کریں گے تو خدا ان پر بلا پر بلا نازل کرے گا۔ یہاں تک کہ وہ نابود

ہو جائیں گے۔ ان کے گھر بیواؤں سے بھر جائیں گے۔ اور انکی دیواروں
پر غضب نازل ہوگا۔ لیکن اگر وہ رجوع کریں گے تو خدا رحم کے ساتھ رجوع
کرے گا۔ خدا تیری برکتیں ارد گرد پھیلائے گا۔ اور ایک اجڑا ہوا گھر تجھ
سے آباد کرے گا۔ اور ایک ڈراؤنا گھر برکتوں سے بھر دیگا۔ تیری
ذریت منقطع نہیں ہوگی اور آخری دنوں تک سرسبز رہے گی۔ خدا
تیرے نام کو اس روز تک جو دنیا منقطع ہو جائے عزت کے ساتھ
قائم رکھے گا۔ اور تیری دعوت کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دے گا۔
میں تجھے اٹھاؤں گا اور اپنی طرف بلاؤں گا۔ تیرا نام صفحہ زمین سے کبھی
نہیں اٹھے گا۔ اور ایسا ہوگا کہ سب وہ لوگ جو تیری ذلت کی فکر میں
لگے ہوئے ہیں۔ اور تیرے ناکام رہنے کے درپے اور تیرے نابود
کرنے کے خیال میں ہیں وہ خود ناکام رہیں گے اور ناکامی اور نامرادی
میں مریں گے۔ لیکن خدا تجھے بکلی کامیاب کرے گا۔ اور تیری ساری مرادیں
تجھے دیگا۔ میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا۔ اور
ان کے نفوس و اموال میں برکت دوں گا۔ اور ان میں کثرت بخشوں گا۔
اور وہ مسلمانوں کے اس دوسرے گروہ پر تا بروز قیامت غالب رہیں
گے۔ جو حاسدوں اور معاندوں کا گروہ ہے۔ خدا انہیں نہیں بھولیگا
اور فراموش نہیں کرے گا۔ اور وہ علی حسب الاخلاص اپنا اپنا اجر
پائیں گے۔ تو مجھ سے ایسا ہے جیسے انبیاء بنی اسرائیل (یعنی ظلی طور
پر ان سے مشابہت رکھتا ہے) تو مجھ سے ایسا ہے جیسی میری توحید۔

تو مجھ سے اور میں تجھ سے ہوں ۔ اور وہ وقت آتا ہے بلکہ قریب ہے کہ خدا بادشاہوں اور امیروں کے دلوں میں تیری محبّت ڈالے گا ۔ یہانتک کہ وہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے ۔ اے منکرو اور حق کے مخالفو اگر تم میرے بندے کی نسبت شک میں ہو ۔ اگر تمہیں اس فضل و احسان سے کچھ انکار ہے جو ہم نے اپنے بندے پر کیا تو اس نشانِ رحمت کی مانند تم بھی اپنی نسبت کوئی سچا نشان پیش کرو ۔ اگر تم سچے ہو ۔

فرمایا ۔ "مجھ سے پہلے ایک غریب انسان مریم کے بیٹے کو یہودیوں نے کیا کچھ نہ کیا ۔ اور کس طرح اپنے گمان میں اس کو سولی دے دی ۔ مگر خدا نے اس کو سولی کی موت سے بچایا ۔ ...... یا وہ وقت آیا ۔ کہ ....
.... وہی یسوع مریم کا بیٹا اس عظمت کو پہنچا کہ اب چالیس کروڑ انسان اس کو سجدہ کرتے ہیں ۔ اور بادشاہوں کی گردنیں اس کے نام کے آگے جھکتی ہیں ۔ سو میں نے اگرچہ یہ دعا کی ہے کہ یسوع ابن مریم کی طرح شرک کی ترقی کا میں ذریعہ نہ ٹھہرایا جاؤں اور میں یقین رکھتا ہوں کہ خدا تعالےٰ ایسا ہی کرے گا ۔ لیکن خدا تعالےٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دیگا ۔ اور میری محبّت دلوں میں بٹھائیگا ۔ اور میرے سلسلہ کو تمام دنیا میں پھیلائے گا ۔ اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا ۔ اور میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کے رُو سے سب کا منہ بند کر دیں گے ۔ اور ہر ایک قوم اس چشمہ سے

پانی پئے گی۔ اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا۔ اور پھولے گا یہاں تک کہ
زمین پر محیط ہو جائے گا۔ بہت سی روکیں پیدا ہوں گی اور ابتلا آئیں گے
مگر خدا سب کو درمیان سے اٹھا دے گا۔ اور اپنے وعدہ کو پورا
کرے گا۔ اور خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تجھے برکت پر
برکت دوں گا۔ یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔
اور عالم کشف میں مجھے وہ بادشاہ دکھائے گئے جو گھوڑوں پر سوار تھے۔ اور
کہا گیا کہ یہ ہیں (وہ بادشاہ) جو اپنی گردنوں پر تیری اطاعت کا جوا اٹھائیں گے
اور خدا انہیں برکت دے گا۔

سو اے سننے والو! ان باتوں کو یاد رکھو اور ان پیش خبریوں کو
اپنے صندوقوں میں محفوظ رکھ لو کہ یہ خدا کا کلام ہے جو ایک دن پورا
ہوگا۔ میں اپنے نفس میں کوئی نیکی نہیں دیکھتا۔ اور میں اپنے تئیں صرف
ایک نالائق مزدور سمجھتا ہوں۔ یہ محض خدا کا فضل ہے جو میرے شامل حال
ہوا۔ پس اس خدائے قادر اور کریم کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس مشت خاک
کو اس نے باوجود ان تمام بے ہنریوں کے قبول کیا۔"

(تجلیات الٰہیہ)

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے عقائد اور مذہب کا
مندرجہ ذیل الفاظ میں اعلان فرمایا:۔

"یاد رہے کہ جس قدر ہمارے مخالف لوگوں کو ہم سے نفرت دلا کر
ہمیں کافر اور بے ایمان ٹھہراتے اور عام مسلمانوں کو یہ یقین دلاتا

چاہتے ہیں۔ کہ یہ شخص مع اس کی تمام جماعت کے عقائد اسلام اور اصولِ دین سے برگشتہ ہے۔ یہ ان حاسد مولویوں کے وہ افتراء ہیں۔ کہ جب تک کسی دل میں ایک ذرہ بھی تقویٰ ہو ایسے افتراء نہیں کر سکتا۔ جن پانچ چیزوں پر اسلام کی بناء رکھی گئی ہے۔ وہ ہمارا عقیدہ ہے۔ اور جس خدا کی کلام یعنی قرآن کو پنجہ مارنا حکم ہے۔ ہم اس کو پنجہ مار رہے ہیں۔ اور فاروق رضی اللہ عنہ کیطرح ہماری زبان پر حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہِ ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح اختلاف اور تناقض کے وقت جب حدیث اور قرآن میں پیدا ہو۔ قرآن کو ہم ترجیح دیتے ہیں۔ بالخصوص قصّوں میں جو بالاتفاق نسخ کے لائق بھی نہیں ہیں۔ اور ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں۔ کہ خدا تعالےٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم اس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائکہ حق اور حشر اجساد حق اور روزِ حساب حق۔ اور جنّت حق اور جہنم حق ہے۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں۔ کہ جو کچھ اللہ جلّشانہٗ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے۔ اور جو کچھ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ سب بلحاظ بیان مذکورہ بالا حق ہے۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں۔ کہ جو شخص اس شریعت اسلام میں سے ایک ذرہ کم کرے یا ایک ذرہ

زیادہ کرے۔ یا ترک فرائض اور گشتہ اباحت کی بنیاد ڈالے
وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے۔ اور ہم اپنی
جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے کلمہ طیبہ پر ایمان
رکھیں۔ کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اور اسی
پر مریں۔ اور تمام انبیاء اور تمام کتابیں جن کی سچائی قرآن شریف
سے ثابت ہے۔ ان سب پر ایمان لاویں۔ اور صوم و صلوٰۃ
اور زکوٰۃ اور حج اور خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کے مقرر کردہ
تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات
سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں۔ غرض
وہ تمام امور جن پر سلف صالح کو اعتقادی اور عملی طور پر اجماع
تھا۔ اور وہ امور جو اہل سنت کی اجماعی رائے سے
اسلام کہلاتے ہیں۔ ان سب کا ماننا فرض ہے۔
اور ہم آسمان اور زمین کو اس بات پر گواہ کرتے
ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے۔ اور جو شخص مخالف
اس مذہب کے کوئی اور الزام ہم پر لگاتا ہے۔ وہ تقویٰ
اور دیانت کو چھوڑ کر ہم پر افترا کرتا ہے۔ اور قیامت
میں ہمارا اس پر یہ دعویٰ ہے کہ کب اس نے ہمارا
سینہ چاک کر کے دیکھا ہے۔ کہ ہم باوجود ہمارے اس
قول کے دل سے ان اقوال کے مخالف ہیں۔ اَلَا اِنَّ لَعْنَۃَ

اللہ علی الکاذبین والمفترین۔

(ایام الصلح صہ ۸۶)

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں!

دل سے ہیں خدام ختم المرسلیں!

سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے

جان و دل اس راہ پر قربان ہے

(ازالہ اوہام)

قیامِ جماعت احمدیہ

اللہ تعالیٰ نے قبل ازیں اپنے مقدس دوستوں کو یہ اطلاع کر دی تھی کہ عنقریب ایک الٰہی سلسلہ قائم ہونے والا ہے جس کے ذریعہ اسلام کی عمارت اپنی صحیح بنیادوں پر استوار ہوگی۔ اور اسلام کو عالمگیر طور پر غلبہ حاصل ہوگا۔

چنانچہ حضرت سید احمد صاحب سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

وَاَقُوْلُ قَوْلًا عَجَبًا لَمْ یَسْمَعْهُ اَحَدٌ وَمَا اَخْبَرَ بِهٖ مُخْبِرٌ بِاِعْلَامِ اللّٰهِ تَعَالٰی اِیَّایَ وَبِفَضْلِهٖ وَکَرَمِهٖ۔

"آنچہ بعد از ہزار و چند سال از زمانِ رحلتِ آنسرور علیہ وآلہ الصلوات والتحیات زمانے میآید کہ حقیقتِ محمدی از مقامِ خود عروج فرماید و بحقیقتِ کعبہ متحد گردد و ایں زمان حقیقتِ محمدی حقیقتِ احمدی نام یابد و مظہر ذاتِ احد جل سبحانہ گردد۔" (رسالہ مبدء و معاد ص۵)

یعنی میں ایک عجیب بات محض اللہ تعالیٰ کے خاص فضل و کرم اور اس کی خبر دینے سے کہتا ہوں جسے کسی نے نہیں سُنا۔ اور نہ کسی خبر دینے والے نے اس کی خبر دی ہے وہ یہ ہے کہ جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت سے ایک ہزار چند سال بعد ایسا زمانہ آتا ہے جبکہ حقیقتِ محمدی اپنے مقام سے عروج کر کے حقیقتِ کعبہ کے ساتھ متحد ہو جائے گی۔ اس وقت حقیقتِ محمدی کا نام حقیقتِ احمدی ہوگا۔ اور وہ اللہ جل سبحانہ کی صفت احد کا مظہر ہوگی۔

اس حوالے سے صاف ظاہر ہے کہ امت محمدیہ میں ایسا سلسلہ قائم ہوگا جو احمدیت کے نام سے موسوم ہوگا ۔ اور وہ تثلیث پرستی یعنی عیسائی مذہب کو پاش پاش کرکے توحید قائم کرے گا ۔

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق ۔ بروز کامل حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے متبعین کے سلسلہ کا نام "مسلمان فرقہ احمدیہ" تجویز فرمایا ۔ حضور فرماتے ہیں :-

" وہ نام جو اس سلسلہ کے لئے موزوں ہے جسکو ہم اپنے لئے اور اپنی جماعت کے لئے پسند کرتے ہیں ۔ وہ نام مسلمان فرقہ احمدیہ ہے ۔ اور جائز ہے کہ اس کو احمدی مذہب کے مسلمان کے نام سے بھی پکاریں "

(تبلیغ رسالت جلد ۹ صہ ۹۱)

پھر اس نام کے تجویز کرنے کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

" اس فرقہ کا نام 'مسلمان فرقہ احمدیہ' اس لئے رکھا گیا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو نام تھے ۔ ایک محمد صلی اللہ علیہ وسلم ۔ دوسرا احمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اسم محمد جلالی نام تھا ۔ اور اس میں یہ مخفی پیشگوئی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان دشمنوں کو تلوار کے ساتھ سزا دیں گے جنہوں نے تلوار کے ساتھ اسلام پر حملہ کیا ۔ اور صدہا مسلمانوں کو قتل کیا ۔ لیکن اسم احمد جمالی نام تھا جس سے یہ مطلب تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں آشتی اور صلح پھیلائیں گے ۔ سو خدا نے ان دو ناموں کی اس طرح پر تقسیم کی کہ اول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی میں اسم احمد کا ظہور تھا اور

ہر طرح سے صبر اور شکیبائی کی تعلیم تھی۔ اور پھر مدینہ کی زندگی میں اسم محمد کا ظہور ہوا۔ اور مخالفوں کی سرکوبی خدا کی حکمت اور مصلحت نے ضروری سمجھی۔ لیکن یہ پیشگوئی کی گئی تھی کہ آخری زمانہ میں پھر اسم احمد ظہور کریگا۔ اور ایسا شخص ظاہر ہوگا جس کے ذریعہ سے احمدی صفات یعنی جمالی صفات ظہور میں آئیں گی۔ اور تمام لڑائیوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ پس اسی وجہ سے مناسب معلوم ہوا کہ اس فرقہ کا نام فرقہ احمدیہ رکھا جائے۔

(تبلیغ رسالت جلد ۹ صفحہ ۹۱۔ اشتہار ۴ نومبر ۱۹۰۰ء)

فرمایا:۔

"حضرت موسیٰ نے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بتلایا۔ کیونکہ حضرت موسیٰ خود بھی جلالی رنگ میں تھے۔ اور حضرت عیسیٰ نے آپ کا نام احمد بتلایا۔ کیونکہ وہ خود بھی ہمیشہ جمالی رنگ میں تھے۔ اب چونکہ ہمارا سلسلہ بھی جمالی رنگ میں ہے اس واسطے اس کا نام احمدی ہوا۔ .... ایسا ہی اسلامی فرقوں نے غلطی کھائی۔ کسی نے اپنے آپ کو حنفی کہا۔ اور کسی نے مالکی۔ اور کسی نے شیعہ اور کسی نے سنی۔ مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو ہی نام تھے۔ محمد اور احمد (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ پس مسلمانوں کے دو ہی فرقے ہو سکتے ہیں۔ محمدی یا احمدی۔ محمدی اس وقت جب جلال کا ظہور ہو۔ احمدی اس وقت جب جمال کا اظہار ہو۔"

(الحکم ۳۱ جنوری سنہ ۱۹۰۱ء)

رفعِ شک کی آسان صورت

فرمایا: ہر اس جگہ یہ بھی بطور تبلیغ کے لکھتا ہوں کہ حق کے طالب جو مواخذہ الٰہی سے ڈرتے ہیں وہ بِلا تحقیق اس زمانہ کے مولویوں کے پیچھے نہ چلیں اور آخری زمانہ کے مولویوں سے جیسا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈرایا ہے ویسا ہی ڈرتے رہیں اور ان کے فتووں کو دیکھ کر حیران نہ ہو جاویں۔ کیونکہ یہ فتوی کوئی نئی بات نہیں۔ اور اگر اس عاجز پر شک ہو اور وہ دعویٰ جو اس عاجز نے کیا ہے اس کی صحت کی نسبت دل میں شبہ ہو، تو میں ایک آسان صورت رفعِ شک کی بتلاتا ہوں جس سے ایک طالب صادق انشاء اللہ مطمئن ہو سکتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اوّل توبہ نصوح کر کے رات کے وقت دو رکعت نماز پڑھیں جس کی پہلی رکعت میں سورۃ یٰسین اور دوسری رکعت میں اکیس مرتبہ سورۃ اخلاص ہو اور پھر بعد اس کے تین سو مرتبہ درود شریف اور تین سو مرتبہ استغفار پڑھ کر خدا تعالیٰ سے دعا کریں کہ:-

"اے قادر کریم! تو پوشیدہ حالات کو جانتا ہے اور ہم نہیں جانتے، اور مقبول اور مردود اور مفتری اور صادق تیری نظر سے پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔ پس ہم عاجزی سے تیری جناب میں التجا کرتے ہیں کہ اس شخص کا تیرے نزدیک کہ جو مسیح موعود اور مہدی اور مجدد الوقت ہونے کا دعویٰ کرتا ہے کیا حال ہے؟ کیا صادق ہے یا کاذب؟ اور مقبول ہے یا مردود؟

اپنے فضل سے یہ حال رؤیا یا کشف یا الہام سے ہم پر ظاہر فرما۔ تا اگر مردود ہے تو اُس کے قبول کرنے سے ہم گمراہ نہ ہوں اور اگر مقبول ہے اور تیری طرف سے ہے تو اس کے انکار اور اس کی اہانت سے ہم ہلاک نہ ہو جائیں۔ ہمیں ہر ایک قسم کے فتنہ سے بچا اور ہر ایک قوت تجھ کو ہی ہے۔ آمین

یہ استخارہ کم سے کم دو ہفتہ کریں۔ لیکن اپنے نفس سے خالی ہو کر۔ کیونکہ جو شخص پہلے ہی بغض سے بھرا ہوا ہے اور بدظنی اس پر غالب آگئی ہے اگر وہ خواب میں اس شخص کا حال دریافت کرنا چاہے جس کو وہ بہت ہی برا جانتا ہے۔ تو شیطان آتا ہے اور موافق اس ظلمت کے جو اس کے دل میں ہے اور پُر ظلمت خیالات اپنی طرف سے اس کے دل میں ڈال دیتا ہے۔ پس اس کا پچھلا حال پہلے سے بدتر ہو جاتا ہے۔ سو اگر تو خدا تعالیٰ سے کوئی خبر دریافت کرنا چاہے تو اپنے سینہ کو بکلی بغض اور عناد سے دھو ڈال اور اپنے تئیں بکلی خالی النفس کر کے اور دونوں پہلوؤں بغض اور محبت سے الگ ہو کر اس سے ہدایت کی روشنی مانگ کہ وہ ضرور اپنے وعدہ کے موافق اپنی طرف سے روشنی نازل کرے گا۔ جس پر نفسانی اوہام کا کوئی دخان نہیں ہوگا۔ سو اے حق کے طالبو! ان مولویوں کی باتوں سے فتنہ میں مت پڑو۔ اٹھو! اور کچھ مجاہدہ کر کے اس قوی اور قدیر اور علیم اور ہادی مطلق سے مدد چاہو اور دیکھو کہ اب میں نے یہ روحانی تبلیغ بھی کر دی ہے۔ آئندہ تمہیں اختیار ہے۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

دستخط آسمانی ۱۸۹۲ء

المبلغ غلام احمد عفی عنہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ماننے کی ضرورت

ایک شخص نے سوال کیا جب ہم لوگ نماز پڑھتے۔ روزہ رکھتے ہیں اور قرآن پاک کے دیگر امور کی پیروی کرتے ہیں تو صرف آپ کے نہ ماننے میں کیا ہرج ہے۔ حضرت اقدس نے جواب دیا۔ مَیں نے اس بات کا جواب کئی بار دیا ہے۔ ہم قال اللہ اور قال الرسول کو مانتے ہیں۔ پھر خدا کی وحی کو مانتے ہیں۔ میرا آنا اللہ اور رسول کے وعدے کے مطابق ہے۔ جو شخص خدا اور رسول کی ایک بات مانتا ہے اور دوسری نہیں مانتا۔ وہ کس طرح کہہ سکتا ہے کہ مَیں خدا پر ایمان لاتا ہوں۔ یہ تو وہ بات ہے جو قرآن شریف میں مذکور ہے۔ اور وہ لوگ بعض پر ایمان لاتے ہیں اور بعض پر ایمان نہیں لاتے۔ وہ دراصل ایمان نہیں خدا اور اس کے رسول کا۔ موعود اپنے وقت پر آیا۔ اپنے دعویٰ کے دلائل صحیح اور قوی رکھتا ہے۔ ایسے شخص کا انکار۔ کیا ایک مومن کا کام ہے۔ یہود بھی موحد کہلاتے تھے۔ اب تک ان کا دعویٰ ہے کہ ہم توحید پر قائم ہیں۔ نماز پڑھتے۔ روزہ رکھتے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ مانتے تھے۔ اسی سبب سے کافر ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کا ایک حکم اور فرمودہ، رسول کی ایک بات کا بھی جو شخص انکار کرتا ہے اور اس کی مخالفت کرتا ہے وہ کافر ہوتا ہے اور یہ بھی ان لوگوں کی غلطی ہے۔ جو کہتے ہیں کہ ہم نماز روزہ ادا کرتے

ہیں۔ اور تمام اعمال حسنہ بجا لاتے ہیں۔ ہمیں ماننے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ نہیں جانتے کہ اعمال حسنہ کی توفیق بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی ملتی ہے۔

(البدر ۱۷ ر نومبر ۱۹۰۵ء)

اعلان بیعت

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی جماعت میں داخل کرنے کے لئے مندرجہ ذیل الفاظ میں بیعت کرنے کا اعلان فرمایا:۔

"میں اس جگہ ایک اور پیغام بھی خلق اللہ کو عموماً اور اپنے مسلمانوں کو خصوصاً پہنچاتا ہوں کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ جو لوگ حق کے طالب ہیں وہ سچا ایمان اور سچی ایمانی پاکیزگی اور محبت مولیٰ کا راہ سیکھنے کے لئے اور گندی زیست اور کاہلانہ اور غدارانہ زندگی کو چھوڑنے کیلئے مجھ سے بیعت کریں۔ پس جو لوگ اپنے نفسوں میں کسی قدر یہ طاقت پاتے ہیں۔ انہیں لازم ہے کہ میری طرف آویں کہ میں ان کا غمخوار ہونگا۔ اور ان کا بار ہلکا کرنے کیلئے کوشش کرونگا۔ اور خدا تعالیٰ میری دعا اور میری توجہ میں ان کے لئے برکت دے گا۔ بشرطیکہ وہ ربانی شرائط پر چلنے کیلئے بدل وجان تیار ہوں۔ یہ ربانی حکم ہے جو آج میں نے پہنچا دیا ہے۔ اس بارہ میں عربی الہام یہ ہے۔ اِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۔ وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا۔ اَلَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

(المبلغ خاکسار غلام احمد عفی عنہ یکم دسمبر ۱۸۸۸ء)

شرائط بیعت

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس اعلان میں جن شرائط بیعت کا ذکر فرمایا ہے۔ وہ درج ذیل ہیں:-

اوّل ۔ بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس بات کا کرے کہ آئندہ اس وقت تک کہ قبر میں داخل ہو جائے شرک سے مجتنب رہے گا۔

دوم ۔ یہ کہ جھوٹ اور زنا اور بدنظری اور ہر ایک فسق و فجور اور ظلم اور خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہے گا۔ اور نفسانی جوشوں کے وقت ان کا مغلوب نہیں ہوگا۔ اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آوے۔

سوم ۔ یہ کہ بلا ناغہ پنجوقتہ نماز موافق حکم خدا اور رسول کے ادا کرتا رہیگا اور حتی الوسع نماز تہجد کے پڑھنے اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے میں مداومت اختیار کرے گا اور دلی محبت سے خدا تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کر کے اس کی حمد اور تعریف کو اپنا ہر روزہ ورد بنائے گا۔

چہارم ۔ یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا۔ نہ زبان کر نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔

پنجم ۔ یہ کہ ہر حال رنج و راحت اور عسر و یسر اور نعمت و بلا میں خدا تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کرے گا ۔ اور بہر حالت راضی بقضا ہو گا ۔ اور ہر ایک ذلت اور دکھ کے قبول کرنے کے لئے اس کی راہ میں تیار رہے گا ۔ اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اس سے مونہہ نہیں پھیرے گا ۔ بلکہ آگے قدم بڑھائے گا ۔

ششم ۔ یہ کہ اتباع رسم و متابعت ہواوہوس سے باز آجائے گا ۔ اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلی اپنے سر پر قبول کریگا ۔ اور قال اللہ اور قال الرسول کو اپنی ہر یک راہ میں دستور العمل قرار دے گا ۔

ہفتم ۔ یہ کہ تکبر اور نخوت کو بکلی چھوڑ دے گا ۔ اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کرے گا ۔

ہشتم ۔ یہ کہ دین اور دین کی عزت اور ہمدردی اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر یک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا ۔

نہم ۔ یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا ۔ اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا ۔

دہم ۔ یہ کہ اس عاجز سے عقد اخوت محض للہ باقرار طاعت در معروف باندھ کر اس پر تا وقت مرگ قائم رہے گا ۔ اور اس عقد اخوت میں ایسا اعلیٰ درجہ کا ہو گا کہ اس کی نظیر دنیوی رشتوں اور

تعلقوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو۔

(اشتہار تکمیل تبلیغ ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء)

بیعت کے الفاظ

"میں ...... آج ...... کے ہاتھ پر بیعت کرکے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوتا ہوں۔ اور اپنے تمام پچھلے گناہوں سے توبہ کرتا ہوں۔ اور آئندہ بھی ہر قسم کے گناہوں سے بچنے کی کوشش کرتا رہونگا۔ شرک نہیں کروں گا۔ دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا۔ اسلام کے سب حکموں پر عمل کرنے کی کوشش کرتا رہوں گا۔ قرآن کریم اور احادیث پڑھنے پڑھانے یا سُننے میں کوشاں رہوں گا۔ جو نیک کام آپ بتائیں گے۔ ان میں ہر طرح آپ کا فرمانبردار رہوں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین یقین کروں گا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سب دعاوی پر ایمان رکھوں گا۔

أَستَغفِرُ اللهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوبُ اِلَيهِ۔ اَستَغفِرُ اللهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوبُ اِلَيهِ۔ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَاعْتَرَفْتُ بِذَنْبِيْ فَاغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ فَاِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ (تین بار)

اے میرے رب میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور میں اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہوں۔ تو میرے گناہ بخش کہ تیرے سوا کوئی بخشنے

والانسیں۔ آمین

نمبر شمار۔ نام۔ ولدیت۔ قومیت۔ عمر۔ سکونت مع محلہ۔ ڈاکخانہ
ضلع۔ قریب ترین جماعت جس کا ممبر بننا مقصود ہے۔ دستخط یا نشان انگوٹھا

ہمارا عہد

سیدنا حضرت اقدس مصلح موعودؓ فرماتے ہیں :-

اللہ تعالےٰ کا فضل اور اس کا احسان ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس زمانہ میں تبلیغ اسلام کی آگ لوگوں کے دلوں میں پھر بھڑکائی اور آپ نے اپنے انفاس قدسیہ سے ایک ایسی جماعت پیدا کر دی ہے جو اسلام کو تمام دنیا میں پھیلانے کا تہیہ کئے ہوئے ہے مگر اس کے لئے ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے .... ہم نے ہی ساری دنیا کو حلقہ بگوش اسلام بنانا ہے۔ پس ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنی کوششوں کو تیز تر کرتے چلے جائیں۔ اور اسلام کے غلبہ کے لئے ہمیشہ کوشش کرتے رہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا ہے کہ مسیح محمدی مسیح موسوی سے اپنی تمام شان میں بڑھ کر ہے۔ پس اگر مسیح موسوی کی امت ۱۹۵۹ سال سے دنیا پر غالب چلی آ رہی ہے۔ تو ہم امید کرتے ہیں کہ مسیح محمدی کے ماننے والوں کو کم از کم چار ہزار سال تک دنیا پر غلبہ حاصل رہے گا۔ اور اگر اللہ تعالےٰ نے اس سے بھی زیادہ غلبہ عطا کر دے تو یہ اس کا احسان ہے۔ بہر حال تبلیغ اسلام کا کام ہماری زندگیوں تک محدود

نہیں بلکہ ہم سب کے مرنے کے بعد بھی ہزاروں سال تک جاری رہیگا۔ اس عرصہ میں ہمیں یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے احمدیت باقی تمام فرقوں اور مذہبوں پر چھا جائے گی اور اسلام دنیا میں کامل طور پر غالب آجائے گا...... میں اس وقت عہد کے الفاظ دہراؤں گا۔ حضرت مسیح موعودؑ علیہ السلام کے خاندان کے تمام افراد اور آپ کے روحانی بیٹے کھڑے ہوجائیں اور اس عہد کو دہرائیں ۔

اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان محمداً عبده ورسوله ۔ ہم اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر یہ اقرار کرتے ہیں ۔ کہ ہم اسلام اور احمدیت کی اشاعت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام دنیا کے کناروں تک پہنچانے کے لئے اپنی زندگیوں کے آخری لمحات تک کوشش کرتے چلے جائیں گے۔ اور اس مقدس فرض کی تکمیل کے لئے ہمیشہ اپنی زندگیاں خدا اور اس کے رسول کے لئے وقف رکھیں گے ۔ اور ہر بڑی سے بڑی قربانی پیش کر کے قیامت تک اسلام کے جھنڈے کو دنیا کے ہر ملک میں اونچا رکھیں گے ۔ ہم اس بات کا بھی اقرار کرتے ہیں ۔ کہ ہم نظام خلافت کی حفاظت اور اس کے استحکام کے لئے آخر دم تک جدوجہد کرتے رہیں گے اور اپنی اولاد در اولاد کو ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے اور اس کی برکات سے مستفیض ہونے کی تلقین کرتے رہیں گے

تاکہ قیامت تک خلافت احمدیہ محفوظ چلی جائے۔ اور قیامت تک سلسلہ احمدیہ کے ذریعہ اسلام کی اشاعت ہوتی رہے۔ اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا دنیا کے تمام جھنڈوں سے اونچا لہرانے لگے۔ اے خدا تو ہمیں اس عہد کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرما۔ اللھم آمین۔ اللھم آمین اللھم آمین۔

(الفضل ۲۳ راکتوبر ۱۹۵۹ء)

فرمایا:-

یہ عہد...... متواتر چار صدیوں بلکہ چار ہزار سال تک جماعت کے نوجوانوں سے لیتے چلے جائیں۔ اور جب تمہاری نئی نسل تیار ہو جائے تو پھر اسے کہیں کہ وہ اس عہد کو اپنے سامنے رکھے اور ہمیشہ اسے دہراتی چلی جائے۔ اور پھر وہ نسل یہ عہد اپنی تیسری نسل کے سپرد کردے اور اس طرح ہر نسل اپنی اگلی نسل کو اس کی تاکید کرتی چلی جائے اسی طرح بیرونی جماعتوں میں جو جلسے ہوا کریں ان میں بھی مقامی جماعتیں خواہ خدام کی ہوں یا انصار کی، یہی عہد دہرایا کریں۔ یہاں تک کہ دنیا میں احمدیت کا غلبہ ہو جائے اور اسلام اتنا ترقی کرے کہ دنیا کے چپہ چپہ پر پھیل جائے۔

(۲۳ راکتوبر ۱۹۵۶ء)

ہماری دُعا

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں تم ملکر اپنے رب کے حضور یہ دُعا کرو کہ:۔

"اے ہمارے رب تو ہماری مدد فرما تو نہ صرف ہمیں اپنی موت تک بلکہ ہماری موت کے بعد ہماری اولادوں کو اور پھر آگے ان کی اولادوں کو بھی اسلام کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرما۔ حتیٰ کہ قربانی کا ایک لامتناہی سلسلہ ہمارے خاندانوں میں جاری رہے۔ اے ہمارے خدا تو ہمیں اپنے عہد کو پورا کرنے اور ہمیں اپنی آنکھوں سے اسلام کی ترقی کا زمانہ دیکھنے کی توفیق عطا فرما۔"

(الفضل ۳۱ر دسمبر ۱۹۵۴ء)

باب دوم

حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ کی پاک زندگی، بلند مقام اور نمایاں دینی خدمات کا واضح اعتراف

اللہ جل شانہ و عزاسمہ نے سرور کائنات فخر موجودات سید ولد آدم خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت ظاہر کرنے کے لئے بطور معیار یہ آیت نازل فرمائی ہے :-

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ

(سورۃ یونس ع ۲)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کفار کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ اے کفار! تم دیکھتے نہیں کہ میں نے تم میں اپنے دعویٰ نبوت سے قبل ایک لمبی عمر گذاری ہے کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے۔ تم اس بات پر گواہ ہو کہ میں نے اپنی زندگی میں کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ نہ کسی کا حق دبایا اور نہ ہی کسی جرم و گناہ کا مرتکب ہوا بلکہ میں

تم میری بے عیب زندگی کو دیکھکر سمجھ سکتے ہو کہ میرا یہ دعویٰ کوئی افتراء یا جھوٹ نہیں۔ بلکہ میں وہی کچھ کہتا ہوں جو خدا تعالیٰ مجھے الہام کرتا ہے۔ گویا دعوے سے پہلے کی زندگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر گواہ ہے۔

اللہ تعالےٰ نے یہی آیت سیدنا حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بھی نازل فرمائی ہے۔ گویا اس معیار صداقت کے لحاظ سے آپ کے دعویٰ سے قبل کی زندگی بھی آپ کی صداقت پر گواہ ہے۔ چنانچہ حضرت اقدس اپنے دعوے سے قبل کی زندگی کے بارہ میں چیلنج دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں :-

"اب دیکھو خدا تعالےٰ نے اپنی حجت کو تم پر اس طور پر پورا کر دیا ہے کہ میرے دعویٰ پر ہزارہا دلائل قائم کرکے تمہیں موقعہ دیا ہے کہ تا تم غور کرو کہ وہ شخص جو تمہیں اس سلسلہ کی طرف بلاتا ہے وہ خود کس درجہ کی معرفت کا آدمی ہے - اور کس قدر دلائل پیش کرتا ہے اور تم کوئی عیب۔ افتراء یا جھوٹ یا دغا کا میری زندگی پر نہیں لگا سکتے۔ تا تم یہ خیال کرو کہ جو شخص پہلے سے جھوٹ اور افتراء کا عادی ہے یہ بھی اس نے جھوٹ بولا ہوگا۔ کون تم میں سے ہے جو میرے سوانح زندگی میں کوئی نکتہ چینی کر سکتا ہے۔ پس یہ خدا کا فضل ہے جو اس نے ابتداء سے مجھے تقویٰ پر قائم رکھا۔ اور سوچنے والوں کے لئے یہ ایک دلیل ہے۔"

(تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۶۲)

ناظرین کرام! آپ آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں گے کہ غیر از جماعت احباب نے کس قدر انصاف پسندی سے حقیقت شناسی بغیر خوف لومتہ لائم سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی پاکیزہ سوانح حیات، بلند کردار اور کامیاب و کامران دینی مساعی کا ذکر کیا ہے۔ جن سے حضور کی صداقت اظہر من الشمس ہوتی ہے۔ والفضل ما شہدت بہ الاعداء۔

مشہور مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب بٹالوی لیڈر اہلحدیث وایڈیٹر رسالہ اشاعۃ السنہ

نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس اور آپ کی شہرہ آفاق تالیف "براہین احمدیہ" پر ریویو کرتے ہوئے لکھا:-

مؤلف براہین احمدیہ کے حالات وخیالات سے جس قدر ہم واقف ہیں ہمارے معاصرین سے ایسے واقف کم نکلیں گے۔ مؤلف صاحب ہمارے ہم وطن بلکہ اوائل عمر کے (جب ہم قطبی و شرح ملا پڑھا کرتے تھے) ہمارے ہم مکتب۔ اس زمانہ سے آج تک ہم میں ان میں خط وکتابت و ملاقات و مراسلت برابر جاری رہی ہے۔ اس لئے ہمارا یہ کہنا کہ ہم ان کے حالات وخیالات سے بہت واقف ہیں۔ مبالغہ قرار دیئے جانے کے لائق نہ ہے۔

پھر لکھا:-

"مؤلف براہین احمدیہ مخالف و موافق کے تجربہ اور مشاہدہ کی رُو سے (واللہ حسیبہ) شریعت محمدیہ پر قائم و پرہیزگار و صداقت شعار ہیں۔"

پھر دیکھیں کیسے شاندار الفاظ میں حضرت اقدس کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں:-

"ہماری رائے میں یہ کتاب (براہین احمدیہ) اس زمانہ میں اور موجودہ حالات کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی اور آئندہ کی خبر نہیں۔ لعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا۔ اور اس کا مؤلف بھی اسلام کی مالی و جانی و قلمی و لسانی و حالی و قالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت ہی کم پائی گئی ہے۔

ہمارے ان الفاظ کو کوئی ایشیائی مبالغہ سمجھے تو ہم کو کم سے کم ایک کتاب بتا دے جس میں جملہ فرقہ ہائے مخالفین اسلام خصوصاً آریہ و برہم سماج سے اس زور شور سے مقابلہ پایا جاتا ہو۔ اور دو چار ایسے اشخاص انصار اسلام کی نشاندہی کرے جنہوں نے اسلام کی نصرت مالی و جانی و قلمی و لسانی کے علاوہ

حمایتِ نصرت کا بھی بیڑہ اٹھا لیا ہو اور مخالفین اسلام اور منکرین الہام کے مقابلہ میں مردانہ تحدی کے ساتھ یہ دعویٰ کیا ہو کہ جسکو وجود الہام میں شک ہو وہ ہمارے پاس آکر تجربہ و مشاہدہ کرلے اور اس تجربہ و مشاہدہ کا اقوام غیر کو مزہ بھی چکھا دیا ہو۔"

(رسالہ اشاعۃ السنہ جلد ۷ ۶ صفحہ ۱۶۹-۱۷۰)

پھر لکھا:-

"مؤلف براہین احمدیہ نے مسلمانوں کی عزت رکھ دکھائی ہے اور مخالفین اسلام سے شرطیں لگا کر تحدی کی ہے۔ اور یہ منادی اکثر روئے زمین پر کر دی ہے کہ جس شخص کو اسلام کی حقانیت میں شک ہو وہ ہمارے پاس آئے اور اس کی صداقت عقلیہ قرآنیہ و معجزات نبوت محمدیہ (جس سے وہ اپنے الہامات و خوارق مراد رکھتے ہیں) بچشم خود ملاحظہ کرلے۔"

(رسالہ اشاعۃ السنہ جلد ۷ ۱۱ صفحہ ۳۴۸)

ے۔ پھر جب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے حکم پاکر فرمایا کہ حضرت مسیح بن مریم فوت ہو گئے ہیں اور میں ان کے رنگ میں رنگین ہو کر آیا ہوں تو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اوّل المکفرین و المکذبین ثابت ہوئے۔ حضور نے سچ فرمایا ؎

ذرہ بودم مرا نبود اختند ٭ چوں خورے بودم نتا بم انداختند

حضرت مولوی عبداللہ غزنوی[1] رضی اللہ عنہ

ان سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے دعویٰ مسیحیت سے قبل ملاقات کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں:۔

"جب وہ زندہ تھے ایک دفعہ مقام خیردی (امرتسر کے نواحی گاؤں ناقل) میں اور دوسری دفعہ امرتسر میں: ان سے میری ملاقات ہوئی۔ میں نے انہیں کہا کہ آپ ملہم ہیں۔ ہمارا ایک مدعا ہے۔ اس کے لئے آپ دعا کرو۔ مگر میں آپ کو نہیں بتلاؤں گا کہ کیا مدعا ہے۔ انہوں نے کہا کہ:۔

"در پوشیدہ داشتن برکت است ومن انشاء اللہ دعا خواہم کرد والہام امر اختیاری نیست"

اور میرا مدعا یہ تھا کہ دین محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام روز بروز تنزل میں ہے۔ خدا اس کا مددگار ہو۔ بعد اس کے میں قادیان میں چلا گیا۔

---

[1] حضرت مولوی صاحب موصوف اپنے گاؤں گیرو ضلع غزنی (افغانستان) میں پیدا ہوئے عبادت گذار عاشق رسول بزرگ تھے ایکدفعہ خواب میں صحیح بخاری کو غبار آلود دیکھکر صاف کرنا شروع کر دیا۔ اس خواب کے بعد آپ کثرت سے بخاری شریف کا مطالعہ کرنے لگے تو غزنی کے ظالم علماء نے آپ کو وہابی مشہور کر کے کفر کا فتویٰ دیا اور منہ کالا کر کے گدھے پر سوار کر کے جلاوطن کر دیا۔ آپ ہجرت کر کے امرتسر میں تشریف لے آئے ۱۵۔ فروری ۱۲۹۸ھ میں وفات پائی اور امرتسر کے بیرون دروازہ سلطان ونڈ میں مدفون ہوئے۔ نور اللہ مرقدہم۔

(سیرت ثنائی مرتبہ مولوی عبدالمجید سوہدروی)

تھوڑے دنوں کے بعد بذریعہ ڈاک ان کا خط مجھ کو ملا جس میں لکھا تھا۔ کہ

"ایں عاجز برائے شما دعا کردہ بود۔ القا شد

وانصرنا علی القوم الکافرین فقر را کم

اتفاق مے افتد کہ بدیں جلدی القا شود۔ ایں از اخلاص شما

دیدہ میشود"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۳۹، ۲۴۰)

بعد ازاں انہوں نے اپنے ایک مخلص مرید منشی محمد یعقوب کو باذن الٰہی
یہاں تک بتلا دیا کہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی میرے بعد ایک
عظیم الشان کام کے لئے مامور کئے جائیں گے۔ نیز اپنی وفات سے
چند دن قبل اللہ تعالیٰ نے بذریعہ کشف خبر پا کر یہ پیشگوئی کی کہ

"ایک نور آسمان سے قادیان کی طرف نازل ہوا ہے۔ مگر
افسوس کہ میری اولاد اس سے محروم رہ گئی۔"

(حیات النبی جلد ۱ صفحہ ۲۳۸۔ ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ما قبل آخر)

شمس العلماء جناب مولانا سید میر حسن صاحب سیالکوٹی استاد شاعر مشرق محمد اقبال
صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ سیالکوٹ (جبکہ حضور نے ابھی دعویٰ
مسیحیت نہ کیا تھا) کے متعلق لکھا:۔

"حضرت مرزا صاحب ...... عزلت پسند اور پارسا اور فضول و
لغو سے مجتنب اور محترز تھے۔ اس واسطے عام لوگوں کی ملاقات جو

اکثر تضییع اوقات کا باعث ہوتی ہے۔ آپ پسند نہیں فرماتے تھے۔

....

مرزا صاحب کو اس زمانہ میں مذہبی مباحثہ کا بہت شوق تھا۔ چنانچہ پادری صاحبوں سے اکثر مباحثہ رہتا تھا۔ ایک دفعہ پادری الائشہ صاحب سے جو دیسی عیسائی پادری تھے اور حاجی پورہ سے جانب جنوب کی کوٹھیوں میں ایک کوٹھی میں رہا کرتے تھے۔ مباحثہ ہوا پادری صاحب نے کہا کہ عیسوی مذہب قبول کرنے کے بغیر نجات نہیں ہو سکتی۔ مرزا صاحب نے فرمایا۔ نجات کی تعریف کیا ہے؟ اور نجات سے آپ کیا مراد رکھتے ہیں۔ مفصل بیان کیجئے؟ پادری صاحب نے کچھ مفصل تقریر نہ کی۔ اور مباحثہ ختم کر بیٹھے اور کہا میں اس قسم کی منطق نہیں پڑھا۔

پادری بٹلر صاحب ایم۔ اے سے جو بڑے فاضل اور محقق تھے مرزا صاحب کا مباحثہ بہت دفعہ ہوا۔ یہ صاحب موضع گوہد پور کے قریب رہتے تھے۔ ایک دفعہ پادری صاحب فرماتے تھے کہ مسیح کو بے باپ پیدا کرنے میں یہ سر تھا کہ وہ کنواری مریم کے بطن سے پیدا ہوئے اور آدم کی شرکت سے جو گنہگار تھا بری رہے مرزا صاحب نے فرمایا کہ مریم بھی تو آدم کی نسل سے ہے پھر آدم کی شرکت سے بریت کیسے۔ اور علاوہ ازیں عورت ہی نے تو آدم کو ترغیب دی جس سے آدم نے درخت ممنوع کا پھل کھایا اور گنہگار ہوا۔

پس چاہیئے تھا کہ مسیح عورت کی شرکت سے بھی بری رہتے۔ اس پر
پادری صاحب خاموش ہو گئے۔

پادری بٹلر صاحب مرزا صاحب کی بہت عزت کرتے
تھے اور بڑے ادب سے ان سے گفتگو کیا کرتے تھے۔ پادری
صاحب کو مرزا صاحب سے بہت محبت تھی۔ چنانچہ پادری
صاحب ولایت جانے لگے تو مرزا صاحب کی ملاقات کے لئے کچہری
میں تشریف لائے۔ ڈپٹی کمشنر صاحب نے پادری صاحب سے
تشریف آوری کا سبب پوچھا تو پادری صاحب نے جواب دیا۔ کہ
میں مرزا صاحب سے ملاقات کرنے کو آیا تھا۔ چونکہ میں وطن جانے والا
ہوں اس لئے ان سے آخری ملاقات کروں گا۔ چنانچہ جہاں مرزا صاحب
بیٹھے تھے وہیں چلے گئے اور فرش پر بیٹھے رہے۔ اور ملاقات
کر کے چلے گئے ....

ان دنوں پنجاب یونیورسٹی نئی نئی قائم ہوئی تھی اس میں عربی استاد

بعض تنگ ظرف عیسائیوں نے پادری بٹلر کو اس طرز عمل سے روکا کہ اس میں آپ کی اور
مشن کی ہتک ہے مگر پادری صاحب نے بڑے حلم اور متانت سے جواب دیا کہ:-
"یہ ایک عظیم الشان آدمی ہے کہ اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ تم
اس کو نہیں سمجھتے میں خوب سمجھتا ہوں۔"
(براہین احمدیہ حصہ اول صفحہ ۹۶ - بحوالہ حیات طیبہ صفحہ ۲۵)

کی ضرورت تھی جس کی تنخواہ ایک سو روپیہ ماہوار تھی۔ میں نے ان (حضرت مسیح موعودؑ) کی خدمت میں عرض کی۔ آپ درخواست بھیج دیں۔ چونکہ آپ کی لیاقت عربی زباندانی کے لحاظ سے نہایت کامل ہے۔ آپ ضرور اس عہدہ پر مقرر ہو جائیں گے۔ فرمایا۔ میں مدرسی کو پسند نہیں کرتا۔ کیونکہ اکثر لوگ پڑھ کر بعد ازاں بہت شرارت کے کام کرتے ہیں اور علم کو ذریعہ اور آلہ ناجائز کاموں کا بناتے ہیں۔ میں اس آیت کی وعید سے بہت ڈرتا ہوں۔ احشروا الذین ظلموا وازواجھم۔ اس جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کیسے نیک باطن تھے۔

ایک مرتبہ کسی نے پوچھا کہ انبیاء کو احتلام کیوں نہیں ہوتا؟ آپ نے فرمایا کہ چونکہ انبیاء سوتے جاگتے پاکیزہ خیالوں کے سوا کچھ نہیں رکھتے اور ناپاک خیالوں کو دل میں آنے نہیں دیتے اس واسطے ان کو خواب میں بھی احتلام نہیں ہوتا۔.......

حضرت مرزا صاحب..... عمرا نامی کشمیری کے مکان پر کرایہ پر رہا کرتے تھے کچہری سے جب تشریف لاتے تھے تو قرآن مجید کی تلاوت میں مصروف ہو جاتے تھے۔ بیٹھ کر، کھڑے ہو کر، ٹہلتے ہوئے تلاوت کرتے تھے۔ اور زار زار رویا کرتے تھے ایسی خشوع اور خضوع سے تلاوت کرتے تھے کہ اس کی نظیر نہیں ملتی.........

دینیات میں مرزا صاحب کی سبقت اور پیش روی تو عیاں ہے مگر ظاہری جسمانی دوڑ میں بھی آپ کی سبقت اس وقت کے حاضرین پر صاف ثابت ہو چکی تھی۔

اس کا مفصل حال یوں ہے کہ ایک دفعہ کچہری برخاست ہونے کے بعد جب اہل کار گھروں کو واپس ہونے لگے تو اتفاقاً تیز دوڑنے اور مسابقت کا ذکر شروع ہو گیا۔ ہر ایک نے دعویٰ کیا کہ میں بہت دوڑ سکتا ہوں۔ آخر ایک شخص بلا سنگھ نام نے کہا کہ میں سب سے دوڑنے میں سبقت لے جاتا ہوں۔ مرزا صاحب نے فرمایا کہ میرے ساتھ دوڑو۔ تو ثابت ہو جائے گا کہ کون بہت دوڑتا ہے۔ آخر شیخ اللہ داد صاحب منصف مقرر ہوئے اور یہ امر قرار پایا کہ یہاں سے شروع کر کے اس پل تک جو کچہری کی سڑک اور شہر میں حد فاصل ہے ننگے پاؤں دوڑو۔ جوتیاں ایک آدمی نے اٹھائیں اور پہلے ایک شخص اس پل پر بھیجا گیا۔ تاکہ وہ شہادت دے کہ کون سبقت لے گیا اور پہلے پل پر پہنچا۔ مرزا صاحب اور بلا سنگھ ایک ہی وقت دوڑے اور باقی آدمی معمولی رفتار سے پیچھے روانہ ہوئے۔ جب پل پر پہنچے۔ تو ثابت ہوا کہ حضرت مرزا صاحب سبقت لے گئے اور بلا سنگھ پیچھے رہ گیا۔ (بحوالہ سیرۃ المہدی حصہ اول صفحہ ۲۷۰۔۲۷۱)

لہ اسی طرح حضرت سید احمد صاحب بریلوی نے ایک سکھ کو تیرنے میں شکست دی تھی۔ (ش ہ)

مشہور صحافی جناب منشی سراج الدین صاحب حبابانی "زمیندار" اخبار لاہور

نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں اپنی چشم دید گواہی دی کہ:۔

"ہم چشم دید شہادت سے کہہ سکتے ہیں کہ جوانی میں بھی نہایت صالح اور متقی بزرگ تھے۔ ....

...... ان کا تمام وقت مطالعہ دینیات میں صرف ہوتا تھا۔ عوام سے کم ملتے تھے .... ۱۸۷۷ء میں ہمیں ایک شب قادیان میں آپ کے یہاں مہمانی کی عزت حاصل ہوئی۔ ان دنوں میں بھی آپ عبادت اور وظائف میں اس قدر محو و مستغرق تھے کہ مہمانوں سے بھی بہت کم گفتگو کرتے تھے۔" (اخبار زمیندار مئی ۱۹۰۸ء)

مشہور باکمال صوفی مرتاض حضرت احمد جان صاحب لدھیانوی سیدنا

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس اور آپ کی تصنیف لطیف براہین احمدیہ کے متعلق رقمطراز ہیں:۔

ے :۔ ایک دفعہ جناب منشی صاحب موصوف "ایک دلچسپ خط و کتابت" کے عنوان سے کونٹ ٹالسٹائے کی چٹھی جو انہوں نے روس سے حضرت مفتی محمد صادق صاحب کے نام ارسال کی تھی درج کرنے کے بعد لکھتے ہیں:۔

"قرآن شریف کی تعلیم تو ساری معقول ہے۔ امید ہے کہ مرزا صاحب اس کی معقولیت کونٹ کے ذہن نشین کرنے میں کامیاب ہوں گے۔ اکثر مسلمان مرزا صاحب کے مکفر یا سخت مخالف ہیں مگر یہ عجیب کفر ہی کہ اشاعت اسلام بھی کر رہا ہے۔" (زمیندار ۱۰؍ اگست ۱۹۰۹ء بحوالہ الفضل ۲۸؍ فروری ۱۹۵۱ء)

"عالی جناب۔ فیض رسانِ عالم۔ معدنِ جود و کرم۔ حجۃ الاسلام۔
برگزیدۂ خاص و عام حضرت مرزا غلام احمد صاحب دام برکاتہم رئیس اعظم
قادیان ضلع گورداسپور پنجاب نے ایک کتاب مسمی براہین احمدیہ سلیس اردو
زبان میں جس کی ضخامت قریب تین سو جز کے ہے۔ چاروں دفتر جو کہ
قریباً ۳۵ جز ہیں نہایت خوشخط چھپ بھی گئے ہیں اور باقی وقتاً
فوقتاً چھپتے جائیں گے۔ یہ کتاب دین اسلام اور نبوت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم
اور قرآن شریف کی حقانیت کی تین سو مضبوط دلائل عقلی اور نقلی سے
ثابت کرتی ہے۔ اور عیسائی آریہ نیچریہ ہنود اور برہمو سماج وغیرہ
جمیع مذاہب مخالف اسلام کو از روئے تحقیق رد کرتی ہے۔ حضرت مصنف
نے دس ہزار روپیہ کا اشتہار دیا ہے کہ اگر کوئی مخالف اسلام یا
مکذب اسلام تمام دلائل یا نصف یا خمس تک بھی رد کر دے
تو مصنف صاحب اپنی جائیداد دس ہزار روپیہ کی اس
کے نام منتقل کر دیں گے۔ چنانچہ یہ اشتہار براہین احمدیہ کے
حصہ اول میں درج ہے۔ یہ کتاب مشرکین و مخالفین اسلام کی بیخ و بنیاد
کو اکھاڑتی ہے۔ اور اہل اسلام کے اعتقادات کو ایسی قوت بخشتی ہے
جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان اور اسلام کیا نعمت عظمیٰ ہے۔ اور
قرآن شریف کیا دولت ہے اور دین محمدی کیا صداقت ہے۔ اور آیات

قرآن مجید کا اس کتاب میں اپنے اپنے موقعوں پر حوالہ دیا گیا ہے۔ سپارہ دو کے قریب ہیں۔ منکروں کو معتقد اور سست اعتقادوں کو چست اور غافلوں کو آگاہ مومنوں کو عارف کامل بناتی ہے اور اعتقادات قویہ اسلامیہ کی جڑ قائم کرتی ہے۔ اور جو وساوس مخالف پھیلاتے ہیں ان کو نیست و نابود کرتی ہے۔ اس چودھویں صدی کے زمانہ میں کہ ہر ایک مذہب و ملت میں ایک طوفان بے تمیزی برپا ہے۔ بقول شخصے ؎

دیر و حرم میں کوئی نہیں اپنی راہ پر
کافر نئے نئے ہیں مسلماں نئے نئے

ایک ایسی کتاب اور ایک ایسے مجدد کی بے شک ضرورت تھی۔ جیسی کہ کتاب براہین احمدیہ۔ اس کے مؤلف جناب مخدومنا مولانا میرزا غلام احمد صاحب دام فیوضہ ہیں۔ جو ہر طرح سے دعویٰ اسلام کو مخالفین پر ثابت فرمانے کے لئے موجود ہیں۔ جناب موصوف عامی علماء اور فقراء میں سے نہیں بلکہ خاص اس کام پر منجانب اللہ مامور اور ملہم اور مخاطب الٰہی ہیں۔ صدہا سچے الہام اور مخاطبات اور پیشگوئیاں اور رؤیا صالحہ اور امر الٰہی اور اشارات اور بشارات اجراء کتاب اور فتح و نصرت اور ہدایات امداد کے باب میں زبان عربی فارسی اردو انگریزی وغیرہ میں ہیں۔ حالانکہ مصنف صاحب نے ایک لفظ بھی

انگریزی کا نہیں پڑھا چنانچہ صدہا مخالفین اسلام کی گواہی سے ثابت ہو کے کتاب میں درج کئے گئے ہیں جن سے بخوبی صداقت بانی عباسی ہے۔ اور یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ مصنف صاحب بیشک امرالٰہی سے اس کتاب کو لکھ رہے ہیں۔ اور صاف ظاہر ہوتا ہے بموجب حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ فِیْمَا اَعْلَمُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ یَبْعَثُ لِهٰذِہِ الْاُمَّةِ عَلٰی رَاْسِ کُلِّ مِاۃِ سَنَةٍ مَنْ یُّجَدِّدُ لَهَا دِیْنَهَا۔ (رواہ ابوداؤد)

یعنی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہر صدی کے شروع میں ایک مجدد منجانب اللہ پیدا ہوتا ہے۔ جو تمام مذاہب باطلہ کے مهملات کو دور کرتا ہے۔ اور دین محمدی کو منور اور روشن کرتا ہے اور ہزاروں آدمی ہدایت پاتے ہیں۔ اور دین اسلام ترو تازہ ہو جاتا ہے۔

مصنف صاحب اس چودھویں صدی کے مجدد اور مجتہد اور محدث اور کامل مکمل افراد امت محمدیہ سے ہیں۔ اور اس دوسری حدیث نبوی صلے اللہ علیہ وسلم یعنی علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل انہی کی تائید میں ہے۔ اس موقعہ پر چند اشعار فارسی اس کتاب کے لکھتا ہوں جن کو پڑھ کر ناظرین خود جناب ممدوح کا مرتبہ دریافت فرمالیں گے اور یقین ہے کہ خلوص دل اور صدق

عقیدت سے یہ شعر زبانِ حال سے فرمائیں گے کہ

ع سب مریضوں کی ہے تمہیں پہ نگاہ
تم مسیحا بنو خدا کے لئے

.... سن شریف حضرت کا تقریباً چالیس۴۰ یا پینتالیس۴۵ ہوگا۔ اصلی وطن اجداد کا قدیم ملک فارس معلوم ہوتا ہے۔ نہایت خلیق۔ صاحب مروّت وحیا۔ جوان رعنا۔ چہرہ سے محبت الٰہی ٹپکتی ہے۔ اللّٰھم زدفزد وارحم وبارک علیہ۔

اے ناظرین! میں سچی نیت اور کمال جوش صداقت سے التماس کرتا ہوں کہ بے شک وشبہ جناب میرزا صاحب موصوف مجدد وقت اور طالبانِ سلوک کے لئے کبریت احمر اور سنگ دلوں کے واسطے پارس اور تاریک باطنوں کے واسطے آفتاب اور گمراہوں کے لئے خضر اور منکرین اسلام کے واسطے سیف قاطع اور حاسدوں کے واسطے حجۃ بالغہ ہیں۔ یقین جانو کہ پھر ایسا وقت ہاتھ نہ آئے گا۔ آگاہ ہو کہ امتحان کا وقت آگیا ہے۔ اور حجت الٰہی قائم ہو چکی ہے۔ اور آفتاب عالم تاب کی طرح بدلائل قطعیہ ایسا ہادی کامل بھیج دیا ہے کہ سچوں کو نور بخشے اور ظلمات وضلالت سے نکالے اور جھوٹوں پر

حجت قائم کرے تاکہ حق اور باطل چھٹ جائے۔ اور خبیث اور
طیب میں فرق بین ہو جائے۔ اور کھوٹا کھرا پرکھا جانے میں بہ آواز
بلند پکار رہا ہوں اور خاص و عام کو اشتہار دیتا ہوں کہ اس سے
بہتر وقت ہرگز تم کو نہ ملے گا۔ اگر ہو سکے تو خدمت عالی میں
پہنچ کر سعادت دینی حاصل کرو۔"

(اشتہار صاحب الاظہار صوفی احمد جان صاحب از لدھیانہ بحوالہ
تاثرات قادیان صفحہ ۱۹۲ و تاریخ احمدیت حصہ اول صفحہ ۲۹۵)

ماہور صحافی جناب مولانا محمد شریف صاحب بنگلوری ایڈیٹر منشور محمدی بنگلور

زیر عنوان "جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا"
براہین احمدیہ کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"منافقوں اور دشمنوں کے سارے حملے دین اسلام پر ہو رہے
ہیں۔ اور ہر دہریہ پن کا زور اور ہر لا مذہبی کا شور۔ کہیں برہمو سماج
والے اپنے مذہب کو فیلسوفانہ تقریروں سے دین اسلام پر
غالب کیا چاہتے ہیں۔ ہمارے عیسائی بھائیوں کی ساری پوری ہمت
نور اسلام کو استیصال پر مصروف ہے۔ اور ان کو اس بات کا
یقین ہے کہ جب تک آفتاب اسلام اپنی پرتاب شعاعیں دنیا میں
ڈالتا رہے گا تب تک عیسوی دین کی ساری کوششیں بے کار اور

تثلیث تین تیرہ رہے گی۔ غرض سارے مذہب اور تمامی دین والے یہی چاہتے ہیں کہ کسی طرح دین اسلام کا چراغ گل ہو۔۔۔۔۔ مدت سے ہماری آرزو تھی کہ علمائے اہل اسلام سے کوئی حضرت جنکو خدا نے دین کی تائید اور حمایت کی توفیق دی ہے کوئی کتاب ایسی تصنیف یا تالیف کریں جو زمانہ موجودہ کی حالت کے موافق ہو اور جس میں دلائل عقلیہ اور براہین نقلیہ قرآن کریم کے کلام اللّٰہ ہونے پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ثبوت نبوت پر قائم ہوں۔ خدا کا شکر ہے کہ یہ آرزو بھی بر آئی۔ یہ وہی کتاب ہے جسکی تالیف یا تصنیف کی مدت سے ہم کو آرزو تھی۔ براہین احمدیہ ملقب بہ البراہین الاحمدیہ علی حقیقۃ کتاب اللہ القرآن والنبوۃ المحمدیہ۔ جس میں مصنف زاد قدرہ اللہم متع المسلمین بطول حیاتہ نے تین سو براہین قطعیہ عقلیہ سے حقیقت قرآن اور نبوت محمدیہ کو ثابت کیا ہے۔ افضل العلماء فاضل جلیل جرنیل فخر اہل اسلام ہند مقبول بارگاہ صمد جناب مولوی میرزا غلام احمد صاحب رئیس اعظم قادیان ضلع گورداسپور پنجاب کی تصنیف ہے۔ سبحان اللہ کیا تصنیف منیف ہے کہ جس نے دین حق کا لفظ لفظ سے ثبوت ہو رہا ہے۔ ہر ہر لفظ حقیقت قرآن و نبوت ظاہر ہو رہی ہے۔ مخالفوں کو کیسے آب و تاب سے دلائل قطعیہ سنائے گئے ہیں۔ دعویٰ ہی مدلل و براہین ساطعہ ثبوت سے

مثبت بہ دلائل قاطعہ تاب دم زدنی نہیں۔ اقبال کے سوا چارہ نہیں۔ ہاں انصاف شرط ہے ورنہ کچھ بھی نہیں۔

ایہا الناظرین! یہ مذہبی کتاب ہے جو فی الحقیقت لاجواب ہے۔ اور دعویٰ تو یہ ہے کہ اس کا جواب ممکن نہیں۔ اگر مخالف شرائط مندرجہ اشتہار جواب لکھیں تو پھر دس ہزار روپیہ مفت نذر ہے۔ اور خیال تو یہ ہے کہ اگر مخالفوں کو کچھ بھی خدا ترسی ہو تو وہ بمجرد مطالعہ اس کتاب کے جواب بھی دینا چاہیے کہ لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ برحق۔ ہم تو فخریہ یہ کہتے ہیں کہ جواب ممکن نہیں۔ ہاں قیامت تک محال ہے۔ مخالفوں سے ہمارا بھی یہی سوال ہے کہ اگر اپنے مذہبوں کو حق مانتے ہیں تو آئیے۔ یہی گو ہیں میدان ہے۔ اگر جواب براہ صواب لکھا جاوے تو دس ہزار مزید براں کرتے ہیں۔ دیکھیں ہمارے مخالف بھائی اب بھی حمیت کو کام فرماتے ہیں۔ یا اپنی ہی لکیر کو پیٹتے ہیں۔

اب روئے کلام مسلمانوں کی طرف ہے۔ بھائیو! کتاب براہین احمدیہ ثبوت قرآن و نبوت میں ایک ایسی بے نظیر کتاب ہے کہ جس کا ثانی نہیں۔ مصنف نے اسلام کو ایسی کوششوں اور دلیلوں سے ثابت کیا ہے کہ ہر منصف مزاج یہی سمجھے گا کہ قرآن کتاب اللہ اور نبوت پیغمبر آخر الزمان حق ہے۔ دین اسلام منجانب اللہ اور اس کا پیرو حق آگاہ ہے۔ عقلی دلیلوں کا انبار ہے۔ جن کو تو جانے

گریز اور نہ طاقت انکار ہے۔ جو دلیل ہے بیّن ہے جو برہان ہے روشن ہے۔ آئینہ ایمان ہے۔ لب لباب قرآن ہے۔ ہادی طریق مستقیم مشعل راہ قویم۔ مخزن صداقت۔ معدن ہدایت۔ برق خرمن اعداء گمرہ و سوز بر دلیل ہے۔ مسلمانوں کے لئے تقویت کتاب الجلیل ہے۔ ام الکتاب کا ثبوت ہے۔ بے دین حیران ہے مبہوت ہے۔"

(منشور محمدی ص۲۱۴-۲۱۷ بنگلور ۲۵ رجب المرجب ۱۳۰۰ھ)

پھر لکھا:-

"اس کتاب (براہین احمدیہ) کی زیادہ تعریف کرنی ہماری حد امکان سے باہر ہے اور حقیقت یہ ہے کہ جس تحقیق و تدقیق سے اس کتاب میں مخالفین اسلام پر حجت اسلام قائم کی گئی ہے وہ کسی تعریف و توصیف کی محتاج نہیں۔ ؏

حاجت مشاطہ نیست روئے دلارام را

مگر اتنا تو کہنے سے ہم بھی دریغ نہیں کر سکتے کہ بلاشبہ کتاب لاجواب ہے۔ زور شور سے دلائل حقہ بیان کئے گئے ہیں اور مصنف مدظلہ نے اپنے مکشوفات و الہامات کو بھی مخالفین اسلام پر ظاہر کر دیا ہے۔ اس میں اگر کسی کو شک ہو تو مکاشفات الٰہی اور اتوار نامتناہی جو عطیہ الٰہی ہیں ان سب کو فیض صحبت مصنف سے مستفیض ہو کر پاوے اور عین الیقین حاصل کرے۔

اثبات اسلام و حقیقت نبوت و قرآن میں یہ لاجواب اپنا نظیر

نہیں رکھتی ..... یہ وہ عالی مضامین اور قاطع دلائل ہیں جس کے
جواب کے لئے مخالفین کو دس ہزار روپیہ کی تحریص دلائی گئی ہے
اور اشتہار دیئے ہوئے عرصہ ہو چکا ہے۔ مگر کسی کو قلم اٹھانے
کی اب تک طاقت نہ ہوئی "
(منشور محمدی ۵ جمادی الآخر ۱۳۰۱ھ صفحہ ۱۹۵-۱۹۶)

ایک مشہور سکھ لیڈر سردار ارجن سنگھ صاحب ایڈیٹر "رنگین" امرتسر

رقمطراز ہیں :-

" اس وقت کے مسلمان عالم یہ سمجھتے تھے کہ میرزا صاحب نے
براہین احمدیہ لکھ کر اسلام کی کوئی بڑی خدمت کی ہے۔ چنانچہ گھر گھر
براہین احمدیہ کا چرچا تھا۔ اور تمام پڑھے لکھے مسلمان اس کتاب
کے مطالعہ کو ضروری سمجھتے تھے۔ کیونکہ مسلمان عالموں کا خیال
تھا کہ اس کتاب میں آریہ سماج اور عیسائیوں کے تمام اعتراضوں کا
جواب آ چکا ہے۔ ہر ایک مسلمان مناظر اس کتاب کو ایک نظر
دیکھ لینا ضروری خیال کرتا تھا۔ الغرض اس کتاب کی تصنیف
کی وجہ سے جہاں میرزا صاحب ایک طرف ہندوستان کے
مسلمانوں کی آنکھ کا تارا بن گئے وہاں آپ کو عیسائیوں اور آریوں
میں بھی کافی شہرت حاصل ہوگئی۔ اور عیسائیوں اور آریوں نے
جواب در جواب کی جانب توجہ کی یہاں تک کہ نوبت مقدمہ بازی

تک پہنچی اور مباحثوں اور بد دعاؤں پر ختم ہوئی"۔

(خلیفہ قادیان صفحہ ۵)

آریہ سماج پنڈت دیودت صاحب نے اپنی کتاب میں لکھا:۔

"آریہ سماج کے اندرونی اختلافات کی وجہ سے مرزا غلام احمد قادیانی کو موقع مل گیا۔ اسلئے آریہ سماج کے خلاف "سفیر ہند" امرتسر میں مضامین کا ایک لمبا سلسلہ شروع کیا اور اس میں سوامی دیانند جی مہاراج کو بھی چیلنج دیا۔ چونکہ سوامی دیانند جی مہاراج ان دنوں راجستھان کا دورہ کر رہے تھے اس لئے انہوں نے بختاور سنگھ اور منشی اندرمن مرادآبادی سے کہا کہ وہ ان کا چیلنج منظور کرلیں۔ لیکن افسوس ہے کہ انہی ایام میں بعض وجوہ کی بناء پر سوامی جی نے اندرمن مرادآبادی کو آریہ سماج سے نکال دیا۔ اس لئے مناظرہ نہ ہو سکا۔ مرزا غلام احمد نے اس در گھٹنا سے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔ اور آریوں کے خلاف ایسا زہریلا لٹریچر لکھا کہ جس نے مسلمانوں کے دلوں میں آریہ دھرم کے متعلق نفرت پیدا کر دی"۔

(آریہ سماج اور پرچار کے سادھنا صفحہ ۱۲۔ بحوالہ حیات طیبہ صفحہ ۶۱)

پنڈت رام داس گوڑ لیڈر برہمو سماج نے لکھا:۔

"راجہ رام موہن رائے کی زبردست شخصیت نے انگلستان اور امریکہ میں برہمو سماج کی یونیٹیرین چرچ کی شکل میں قائم کیا۔ لیکن

"افسوس کہ بھارت کے مسلمانوں پر قادیانی سمپردائے (فرقہ) کی وجہ سے بہت برا پربھاو پڑا اور مسلمانوں میں کو شردھالو جو برہمو سماج کے ممبروں کی وجہ سے پربھاوت ہو چکے تھے۔ قریباً قریباً پیچھے ہٹ گئے۔"

(" ہندوتو" صفحہ ۹۸۲)

برہمو سماجی لیڈر پنڈت دیونندر ناتھ سہائے لکھتے ہیں:—

برہمو سماج کی تحریک ایک زبردست طوفان کی طرح اٹھی اور آناً فاناً نہ صرف ہندوستان بلکہ غیر ممالک میں بھی اس کی شاخیں قائم ہو گئیں۔ بھارت میں نہ صرف ہندو اور سکھ ہی اس سے متاثر ہوئے۔ بلکہ مسلمانوں کے ایک بڑے طبقہ نے بھی اس میں شمولیت اختیار کی۔ روزانہ بیسیوں مسلمان برہمو سماج میں پرویش یعنی داخل ہوئے۔ اس کی دیکھشا لیتے ہی معلوم ہوا کہ بنگال کے بڑے بڑے مسلم خاندان برہمو سماج کے ساتھ نہ صرف سہمت تھے بلکہ اس کے باقاعدہ ممبر تھے۔ لیکن عین انہی دنوں میں مرزا غلام احمد قادیانی نے جو مسلمانوں کے ایک بڑے عالم تھے ہندوؤں اور عیسائیوں کے خلاف کتابیں لکھیں اور ان کو مناظرے کے لئے چیلنج کیا۔ افسوس ہے کہ برہمو سماج کے کسی ودوان

نے اس چیلنج کی طرف توجہ نہیں کی ۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ وہ مُسلمان جو کہ برہمو سماج کی تعلیم سے متاثر تھے نہ صرف پیچھے ہٹ گئے بلکہ باقاعدہ برہمو سماج میں داخل ہونیوالے مُسلمان بھی آہستہ آہستہ اسے چھوڑ گئے ۔"

(رسالہ کومدی کلکتہ اگست ۱۹۲۰ء ۔ ترجمہ از ہندی بحوالہ حیات طیبہ ص ۹۲)

جناب ایڈیٹر صاحب "پیسہ اخبار" لاہور نے ابتداء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعاوی کے متعلق سکوت[1] اختیار کیا تھا ۔ جب ۱۸۹۲ء میں حضرت اقدسؑ نے بطور اتمام حجت لاہور کا سفر اختیار فرمایا تو جناب ایڈیٹر صاحب پیسہ اخبار لاہور نے زیر عنوان "جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لاہور میں " تحریر فرمایا ہے کہ :۔

" مرزا صاحب دو ہفتہ سے لاہور میں تشریف رکھتے ہیں اور لاہور کی خاص و عام طبائع کو اپنی طرف متوجہ کر رہے تھے کہ کسی وجہ سے سیالکوٹ کو چلے گئے ہیں ۔ ہر شخص گھر میں دوکان پہ بازار میں ۔ دفتر میں

---

[1] ۔ بعد میں ایڈیٹر صاحب پیسہ اخبار لاہور بھی مخالفت کی رو میں بہہ گئے تھے ۔ حضور نے سچ فرمایا :۔

؎ ذرۂ بودم مرا بہر اختند ٭ بچوں خوشے بردم زچشم انداختند

مرزا صاحب اور ان کے دعویٰ مماثلت مسیح کا ذکر کرتا ہے۔ آج تک اخبارات کے کالم کے کالم اور ورقوں کے ورقے مرزا صاحب کے حالات اور عقائد کی تردید یا تائید میں لکھ ڈالے ہیں۔ مگر ہم نے عمداً اس بحث کو نہیں چھیڑا۔ جس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ پیسہ اخبار کوئی مذہبی اخبار نہیں۔ مگر اب چونکہ معاملہ عام انٹرسٹ کا ہو گیا ہے اور کئی صاحبوں نے پیسہ اخبار کی رائے مرزا صاحب کے عقائد اور تمام حالات کی نسبت دریافت کی ہے۔ اس لئے ہم مختصر طور پر ایک دو باتیں ظاہر کرتے ہیں۔ مرزا صاحب کے حق میں جو کفر کا فتویٰ دیا گیا ہے۔ ہم کو اس سے سخت افسوس ہوا ہے۔ کوئی مسلمان زنا کرے۔ چوری کرے۔ الحاد کا قائل ہو۔ شراب پیئے۔ اور کوئی کبیرہ گناہ کرے۔ کبھی علمائے اسلام اس کی تکفیر پر آمادہ نہیں سُنے گئے۔ مگر ایک باخدا مولوی کو جو قال اللہ اور قال الرسول کی تابعداری کرتا ہے۔ بعض جزوی اختلافات کی وجہ سے کافر گردانا جاتا ہے۔

شعر
گر مسلمانی ہمیں است کہ واعظ دارد
وائے گر از پس امروز بود فردائے

ہم یہ نہیں کہتے کہ ہر شخص مرزا صاحب کی ہر ایک بات کو تسلیم کرے۔ لیکن یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے مولوی صاحبان اپنی لیاقت اور ہمت کو

غیر مسلموں کے مقابلے میں صرف کریں۔ جو اب مرزا صاحب کے مقابلے میں صرف ہو رہی ہے۔

ہر کسی از دست غیر نالہ کند
سعدی از دست خویشتن فریاد

اہل اسلام مطمئن رہیں کہ مرزا صاحب اسلام کو کبھی نقصان نہیں پہنچا سکتے ۔ اور یہ بات ہمارے عقیدے کے مطابق ان کے اختیار سے بھی باہر ہے۔ اگر اہل ہنود خصوصاً آریہ لوگ اور عیسائی لوگ مرزا صاحب کی مخالفت میں زور شور سے کھڑے ہو جاتے تو ایسا بے جا نہیں تھا۔ مرزا صاحب کی تمام کوشش آریہ اور عیسائیوں کی مخالفت میں اور مسلمانوں کی تائید میں صرف ہوتی ہیں جیسا کہ انکی مشہور تصنیفات براہین احمدیہ۔ سرمہ چشم آریہ اور بعد کے رسائل سے واضح ہیں۔ ہم اس کے سوائے اور کیا کہہ سکتے ہیں وما علینا الا البلاغ۔ اسقدر لکھ دینا بھی نامناسب نہ ہو گا کہ ہم ہرگز مرزا صاحب کے معتقدوں میں سے نہیں۔"

(پیسہ اخبار لاہور ۔ دوشنبہ ۲۲ فروری ۱۸۹۲ء)

جناب مولانا ابو النصر غلام یسین آہ ۔ برادر مولانا ابو الکلام آزاد

اپریل ۱۹۰۵ء میں قادیان تشریف لائے ۔ اور واپسی پر اپنے تاثرات اخبار وکیل امرتسر میں بدیں الفاظ شائع فرمائے :۔۔

"میں نے اور کیا دیکھا - قادیان دیکھا - مرزا صاحب (حضرت مسیح موعود) سے ملاقات کی - مہمان رہا - میرزا صاحب کے اخلاق اور توجہ کا مجھے شکریہ ادا کرنا چاہیئے - میرے منہ میں حرارت کی وجہ سے چھالے پڑ گئے تھے - اور میں شور غذائیں کھا نہیں سکتا تھا - میرزا صاحب نے (جبکہ دفعتاً گھر سے باہر تشریف لے آئے تھے) دودھ اور پاؤ روٹی تجویز فرمائی۔

آج کل مرزا صاحب قادیان سے باہر ایک وسیع اور مناسب باغ میں (جو خود انہیں کی ملکیت ہے) قیام پذیر ہیں - بندگان ملت بھی وہیں ہیں - قادیان کی آبادی قریباً تین ہزار آدمیوں کی ہے - مگر رونق اور چہل پہل بہت ہے - بلند عمارت تمام بستی میں صرف ایک ہی عمارت ہے ...... رستے کچے اور ناہموار ہیں - بالخصوص وہ سڑک جو بٹالہ سے قادیان تک آتی ہے اپنی نوعیت میں سب پر فوق لے گئی ہے - آتے ہوئے یکہ میں مجھے جس قدر تکلیف ہوئی تھی - نواب صاحب کے رتھ نے لوٹتے وقت اس میں نصف کی تخفیف کر دی - اگر مرزا صاحب کی ملاقات کا اشتیاق میرے دل میں موجزن نہ ہوتا تو شاید آدھ میل تو کیا آٹھ قدم بھی آگے نہ بڑھ سکتا -

اکرام ضیف کی صفت خاص اشخاص تک محدود نہ تھی - چھوٹے

سے لے کر بڑے تک ہر ایک نے انہی کا سا سلوک کیا۔ اور مولانا حاجی حکیم نور الدین صاحب جن کے اسم گرامی سے تمام انڈیا واقف ہے۔ اور مولانا عبدالکریم صاحب جن کی تقریر کی پنجاب میں دھوم ہے۔ مولوی مفتی محمد صادق صاحب ایڈیٹر بدر جن کی تحریروں سے کتنے انگریز یورپ میں مسلمان ہو گئے ہیں۔

میرزا صاحب کی صورت نہایت شاندار ہے۔ جس کا اثر بہت قوی ہوتا ہے۔ آنکھوں میں خاص طرح کی چمک اور کیفیت ہے۔ اور باتوں میں ملائمت ہے۔ طبیعت منکسر مگر حکومت خیز۔ مزاج ٹھنڈا مگر دلوں کو گرما دینے والا۔ بُردباری کی شان نے انکساری کی کیفیت میں اعتدال پیدا کر دیا ہے۔ گفتگو ہمیشہ اس نرمی سے کرتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے گویا متبسم ہیں۔ رنگ گورا ہے۔ بالوں کو حنا کا رنگ دیتے ہیں۔ جسم مضبوط اور محنتی ہے۔ سر پر پنجابی وضع کی سفید پگڑی باندھتے ہیں۔ پاؤں میں جراب اور دیسی جوتی ہوتی ہے۔ عمر تقریباً ۶۰ سال کی ہے۔ مرزا صاحب کے مریدوں میں میں نے بڑی عقیدت دیکھی اور انہیں خوش اعتقاد پایا۔ میری موجودگی میں بہت سے معزز مہمان آئے ہوئے تھے۔ جنکی ارادت

بڑے پایہ کی تھی۔ اور بے حد عقیدت مند تھے۔ مرزا صاحب کی توسیع اخلاق کا یہ ایک ادنیٰ نمونہ ہے کہ اثنائے قیام کی متواتر نوازشوں کے خاتمہ پر بایں الفاظ مجھے مشکور ہونے کا موقعہ دیا۔ "ہم آپ کو اس وعدہ پر اجازت دیتے ہیں کہ آپ پھر آئیں اور کم از کم دو ہفتے قیام کریں۔" اس وقت کا تبسم ناک چہرہ اب تک میری آنکھوں میں ہے۔ میں جس شوق کو لے کر گیا تھا۔ ساتھ لایا۔ اور شاید وہی شوق مجھے دوبارہ لے جائے۔ واقعی قادیان نے اس جملہ کو اچھی طرح سمجھا ہے "حُسنِ مُخلقات و توسیعِ تکلُفات"۔

(بحوالہ اخبار بدر ۲ مئی ۱۹۰۵ء۔ اخبار وکیل امرتسر ۱۹۰۵ء)

نوٹ:- بعض کہتے ہیں کہ بعد میں انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کر لی تھی۔ (شاہد)

مشہور صحافی سید حبیب صاحب ایڈیٹر سیاست اخبار

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اسلامی خدمات اور آریوں اور عیسائیوں کو شکست فاش دینے کے بارہ میں رقمطراز ہیں:-

"غدر ۱۸۵۷ء کی تمام ذمہ داری بے جا طور پر مسلمانوں کے سر منڈھ دی گئی تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ارباب حکومت کے دلوں میں مسلمانوں کی طرف سے نقص پیدا ہو گیا۔ ادہر مسلمانوں کے علماء نے حکومت انگلشیہ پر

ہر قسم کے تعاون کو گناہ قرار دیکر اعلان کر دیا کہ ہندوستان دارالحرب ہے نیز بین الاقوامی معاملات نے بھی ایسی صورت اختیار کر لی کہ مسلمانوں اور انگریزوں کے تعلقات اچھے نہ رہے۔ مسلمانوں نے علماء کے فتاوی کے باعث انگریزی مدارس سے جو تعلیم کی روشنی کو واپس لانے والے تھے۔ اجتناب کیا۔ مساجد اُجڑی پڑی تھیں۔ مکاتب کا نشان مٹ چکا تھا۔ صوفیاء کے تکیے حدیث شریف و قرآن مجید کے مسائل کی جگہ بھنگ نوازو دوستوں کی گپ نوازی کا مرکز بن چکے تھے۔

غرض حالت یہ تھی کہ مسلمان حکام وقت کا چور بنا ہوا تھا۔ حکومت اسکے ہاتھوں سے چھن چکی تھی۔ تجارت سے اسکو دُور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ تعلیم اس کے ہاں سے غائب ہو چکی تھی اور جاہل ماں باپ جاہل تر اولاد پیدا کر رہے تھے۔ بے کاری۔ مفلسی اور حکومت کے عتاب نے مسلمانوں کو ایک قابل نفرت چیز بنا دیا تھا۔

مسیحی پادری ہمیشہ تسلیم کرتے رہے ہیں کہ دنیا میں ان کے عقائد کیلئے اگر کوئی خطرہ موجود ہے تو اس کا نام اسلام ہے۔ وہ اسلام کو مٹانے اور مسلمانوں کو بہکانے میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھتے۔ انہوں نے اس وقت کو غنیمت اور موقعہ کو بے حد مناسب جان کر مسلمانوں کو بہکانے کیلئے ایک

عالمگیر جد و جہد شروع کی جس کا سلسلہ ۱۸۶۰ء سے لیکر
۱۹۰۳ء کے بعد تک بڑے زور و شور سے قائم رہا۔

بے کار مسلمان مسیحی ہو کر روزگار حاصل کر لیتے تھے۔ قلاش مسلمان
مالی لحاظ سے بہتر حالت میں ہو جاتے تھے۔ اور ندداری کا داغ جو
ان کے لئے بے حد پریشان کن تھا۔ وہ بپتسمہ کے پانی کے ساتھ
ان کی پیشانی سے دُھل جاتا تھا۔ یہ ترغیبات کچھ معمولی نہ تھیں۔ زرد
حکومت اور ثروت کی ترغیب سے اگر کسی اور دین کا واسطہ پڑتا تو
پٹ جاتا۔ یہ اسلام ہی کا کام تھا۔ کہ وہ بے پناہ حملہ سے محفوظ
رہا۔ والحمد للہ علیٰ ذالک۔

عیسائیوں کے ان حملوں سے ہندو بھی محفوظ نہ تھے۔ لیکن اول
تو وہ جدید تعلیم حاصل کر کے پرانی جہالت کے ازالہ میں مصروف
ہو گئے تھے۔ دوسرے ان کے پاس تجارت اور دولت موجود تھی
لہذا یہ نہ قلاش و مفلس تھے نہ بے روزگار۔ تیسرے یہ حکومت
کے عتاب سے محفوظ تھے۔ بلکہ یوں کہیئے کہ اس کے لطف کا
نشانہ بنے ہوئے تھے۔ لہذا انہیں وہ خطرات درپیش نہ تھے جو
مسلمانوں کے لئے مخصوص ہو چکے تھے۔

مسلمانوں کو بہکانے کے لئے عیسائیوں نے دین حقہ اسلام
اور اس کے بانی صلعم پر بے پناہ حملے شروع کر دیئے جنکا جواب

دینے والا کوئی نہ تھا۔ آخر زمانہ نے تین آدمی ان کے مقابلہ کے لئے پیدا کئے۔ ہندوؤں میں سے سوامی شری دیانند جی مہاراج نے جنم لے کر آریہ دھرم کی بنیاد ڈالی۔ اور عیسائی حملہ آوروں کا مقابلہ شروع کیا۔ مسلمانوں میں سرسید علیہ الرحمۃ نے سپر سنبھالی۔ اور اُن کے بعد مرزا غلام احمد صاحب اس میدان میں اترے۔ سرسید احمد علیہ الرحمۃ نے مسلمانوں کے سر سے غداری کا الزام دُور کرنے کی کوشش کی اور انہیں تعلیم جدید کی طرف متوجہ کیا۔ اور ساتھ ہی مسیحیوں کے حملوں کا جواب دے کر شریعت حقہ کی حمایت کرنے لگے۔ غدر کا الزام آج تک مسلمانوں کے سر پر موجود ہے۔ البتہ جدید تعلیم کی ترویج میں سرسید کو غیر معمولی کامیابی ہوئی۔ اُنکی سیاسی رہنمائی بھی صحیح ثابت ہوئی اور مسلمان ایک عرصہ تک اس رہنمائی سے روگردانی کرنے کے بعد آج پھر لاچار ہو کر اُنہی کے اصولوں کو اختیار کرکے کامیاب ہو رہے ہیں۔

مذہبی حملوں کا جواب دینے میں البتہ سرسید کامیاب نہیں ہوئے۔ اس لئے کہ انہوں نے ہر معجزے سے انکار کیا۔ اور ہر مسئلہ کو بزعم خود عقل انسانی کے مطابق ثابت کرنے کی کوشش کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوستان میں بچے کچھے جو علماء بھی موجود تھے ان میں اور سرسید میں ٹھن گئی۔ کفر کے فتوے شائع ہوئے اور بہت شفلت اچھلی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مسیحی پروپاگنڈہ زور پکڑ گیا۔ اور علیگڑھ کالج

مسلمانوں کی بجائے ایک قسم کے ملحد پیدا کرنے لگا۔ یہ لوگ محض اتفاق پیدائش کی وجہ سے مسلمان ہوتے تھے۔ ورنہ انہیں اسلام پر کوئی اعتقاد نہ ہوتا تھا۔۔۔۔۔۔۔

اس وقت سے آریہ اور مسیحی مبلغ اسلام پر بے پناہ حملے کر رہے تھے۔ آگے ڈھکے چھپے عالم دین بھی نہیں موجود تھے۔ وہ ناموس شریعت حقہ کے تحفظ میں مصروف ہو گئے۔ مگر کوئی زیادہ کامیاب نہ ہوا۔ اس وقت مرزا غلام احمد صاحب میدان میں اترے اور انہوں نے مسیحی پادریوں اور آریہ اپدیشکوں کے مقابلہ میں اسلام کی طرف سے سینہ سپر ہونے کا تہیہ کر لیا۔ میں مرزا صاحب کے ادعائے نبوت وغیرہ کی قلعی کھول چکا ہوں لیکن بقول کسے ع

عیب مے جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو

مجھے یہ کہنے میں ذرہ باک نہیں کہ مرزا صاحب نے اس فرض کو نہایت خوش اسلوبی سے ادا کیا اور مخالفین اسلام کے دانت کھٹے کر دیے۔ اسلام کے متعلق ان کے بعض مضامین لاجواب تھے۔ اور میں کہہ سکتا ہوں کہ اگر مرزا صاحب اپنی کامیابی سے متاثر ہو کر نبوت کا دعویٰ نہ کرتے تو ہم انہیں زمانہ حال میں مسلمانوں کا سب سے بڑا خادم مانتے۔ لیکن افسوس ہے کہ جس کی ابتدا اچھی تھی انتہا وہ نہ رہی جو ہونا چاہیے تھی۔

"مسلمان ایک ایسی قوم ہے جو اپنے خدام کی قدر کرتی ہے۔ عیسائیوں اور آریاؤں کے مقابلہ میں مرزا صاحب کی خدمات کی وجہ سے مسلمانوں نے انہیں سر پر بٹھایا اور دلوں میں جگہ دی۔ مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم اور مولانا ثناء اللہ امرتسری جیسے بزرگ ان کے حامی اور معترف تھے۔ اور انہی کے نام کا ڈنکہ بجاتے تھے۔ غرض مرزا صاحب کی کامیابی کی پہلی وجہ یہ ہے کہ یہ ایسے زمانہ میں پیدا ہوئے جبکہ جہالت مسلمانوں پر قابض تھی۔ اور اسلام مسیحی اور آریا مبلغین کے طعن و تشنیع کا مورد بنا ہوا تھا۔ مرزا صاحب نے اس حالت سے فائدہ اٹھایا اور مسلمانوں کی طرف سے سینہ سپر ہو کر اغیار کا مقابلہ کیا۔"

(تحریک قادیان صفحہ ۲۰۹ تا صفحہ ۲۱۰ از مولانا سید حبیب صاحب)

شاعر مشرق و فلسفی جناب علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب نے ۱۹۰۰ء

میں ایک مضمون بزبان انگریزی مشہور صوفی حضرت عبدالکریم جیلانی کے متعلق شائع کیا اور ان کی کتاب "الانسان الکامل" سے نظریہ توحید پیش کرتے ہوئے مسلمانوں کی فلاسفی میں وسعت و عمق کو ظاہر کیا۔ اور صوفی صاحب موصوف کی قابلیت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا کہ:-

"یہ فی الفور واضح ہو جائے گا کہ مصنف نے ہیگل کی ہندیات کے بنیادی پہلو کو کس طرح نمایاں طور پر اس سے بہت ہی پہلے بیان کر دیا

ہے۔ اور کس طرح اسی نظریہ LOGOS پر زور دیا ہے۔ اور یہ نظریہ ایسا ہے جو دقیق نگاہ اسلامی مفکرین کو ہمیشہ مرغوب رہا ہے۔ موجودہ زمانے میں اسی نظریہ کو مرزا غلام احمد قادیانی نے از سر نو پیش کیا ہے۔ جو غالباً جدید ہندی مسلمانوں میں سب سے بڑے دینی مفکر ہیں۔"

(رسالہ انڈین انٹی کوری جلد ۲۹ صفحہ ۲۳۹ تا ۲۴۶ ستمبر ۱۹۰۰ء)

جناب حکیم مظہر حسین صاحب سیالکوٹی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے بارہ میں لکھتے ہیں:۔

"خوش صورت، عالی حوصلہ، اور بلند خیالات کا انسان اپنی علو ہمتی کے مقابل کسی کا وجود نہیں سمجھتا۔ اندر قدم رکھتے ہی وضو کے لئے پانی مانگا اور وضو سے فراغت پا کر نماز ادا کی .... درود وظائف کا از حد شوق ہے۔ مکتب کے زمانہ میں تحفہ اثنا عشریہ، خلعت النبوۃ وغیرہ کتابیں اور سنی اور شیعہ اور عیسائی مناظرہ کی کتابیں دیکھا کرتے تھے۔ اور ہمیشہ آپکا ارادہ تھا کہ کل مذاہب کے خلاف اسلام کی تائید میں کتابیں لکھ کر شائع کریں۔"

(بحوالہ تاریخ احمدیت جلد ۱ صفحہ ۱۳۲)

لے۔ علامہ اقبال بعد میں تحریک احمدیت کے مخالف ہو گئے تھے۔

کپتان ایم ڈبلیو ڈگلس آف لنڈن

جب اگست ۱۸۹۷ء میں ضلع گورداسپور کے ڈپٹی کمشنر تھے تو ان کی عدالت میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف پادری ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک نے مقدمہ اقدام قتل دائر کیا۔ حضرت اقدسؑ کو مسٹر ڈگلس نے باعزت بری کیا جناب چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب طال عمرہ جج عدالت بین الاقوامی کے پاس جناب ڈگلس نے بیان کیا کہ:۔

"جب مقدمہ اقدام قتل کے سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام میری عدالت میں تشریف لائے تو آپ کو دیکھتے ہی مجھ پر یہ اثر ہوا تھا کہ جو الزام اس شخص پر لگایا جا رہا ہے وہ بالکل غلط ہے۔"

پھر یہ بھی بیان کیا کہ:۔

"میرا پختہ ایمان ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سچے نبی تھے اور میرا یہ بھی ایمان ہے کہ میرزا غلام احمد نبی ہیں۔"

(ظفر اللہ خان ۶۰-۱-۲۴:

(بحوالہ حیات طیبہ صـ۲۳۳)

جناب ڈگلس نے احمدیت کے متعلق یہ بیان دیا کہ:۔

"یہ تحریک مٹے گی نہیں بلکہ آئندہ ترقی ہی کرے گی۔ لیکن

مجھے اس کی راستے میں بہت سی مشکلات حائل نظر آ رہی ہیں۔
...... میرا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت مسیحؑ انسان تھے اور خدا کے
رسول تھے جیسے دوسرے انبیاء کرام۔ میں انہیں خدا نہیں مانتا اور
نہ ہی میں تثلیث کا قائل ہوں۔ اور مرزا غلام احمد صاحب کو بھی خدا
کا برگزیدہ انسان اور نبی تصور کرتا ہوں۔"

(بحوالہ المصلح کراچی ۱۹ ستمبر ۱۹۵۳ء)

مولوی فضل الدین صاحب وکیل

کے بیانات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بارہ میں جناب لالہ دینا ناتھ صاحب
ایڈیٹر اخبار ہندوستان دہلی نے حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی
تراب ایڈیٹر اخبار الحکم کے پاس بیان کئے کہ:۔

"میں جناب مرزا صاحب کو ایک مہا پرش اور روحانی آدمی
کے لحاظ سے بہت بڑے مرتبہ کا انسان مانتا ہوں۔......
اور میرا عقیدہ ان کے متعلق ایک واقعہ سے ہوا۔ حکیم غلام نبی زبدۃ الحکما
کے مکان پر اکثر دوستوں کا اجتماع شام کو ہوا کرتا تھا۔ میں بھی وہاں
چلا جایا کرتا تھا۔ ایک روز وہاں کچھ احباب جمع تھے۔ اتفاق سے
مرزا صاحب کا ذکر آ گیا۔ ایک شخص نے ان کی مخالفت شروع کی لیکن
ایسے رنگ میں کہ وہ شرافت اور اخلاق کے پہلو سے گری ہوئی تھی
مولوی فضل الدین صاحب مرحوم کو یہ سن کر جوش آ گیا اور انہوں نے

برملا مجھ سے کہا کہ میں مرزا صاحب کا مرید نہیں ہوں ان کے دعاوی پر میرا یقین نہیں۔ اس کی وجہ خواہ کچھ ہو لیکن مرزا صاحب کی عظیم الشان شخصیت اور اخلاق کمال کا میں قائل ہوں۔ میں وکیل ہوں اور ہر قسم کے طبقہ کے لوگ مقدمات کے سلسلہ میں میرے پاس آتے ہیں بڑے بڑے نیک نفس آدمی جن کے متعلق کبھی وہم بھی نہیں آ سکتا تھا کہ کسی قسم کی نمائش یا ریاکاری سے کام لیں گے۔ انہوں نے مقدمات کے سلسلہ میں اگر قانونی مشورہ کے ماتحت اپنے بیان کو تبدیل کرنے کی ضرورت سمجھی تو بلا تامل بدل دیا۔ لیکن میں نے اپنی عمر میں مرزا صاحب ہی کو دیکھا ہے جنہوں نے سچ کے مقام سے قدم نہیں ہٹایا۔ میں ان کے ایک مقدمہ[1] میں وکیل تھا۔ اس مقدمہ میں میں نے ان کے لئے ایک قانونی بیان تجویز کیا۔ اور ان کی خدمت میں پیش کیا۔ انہوں نے اسے پڑھ کر کہا کہ اس میں تو جھوٹ ہے۔ میں نے کہا کہ "ملزم کا بیان حلفی نہیں ہوتا۔ اور قانوناً اسے اجازت ہے کہ جو چاہے بیان کرے"۔ اس پر آپ نے فرمایا "قانون نے تو اسے یہ اجازت دے دی ہے کہ جو چاہے۔ بیان کرے مگر خدا تعالیٰ نے تو اجازت نہیں دی۔ کہ وہ جھوٹ بھی بولے۔ اور نہ قانون ہی کا یہ منشاء ہے۔ پس میں کبھی ایسے بیان کے لئے آمادہ

---

[1] مقدمہ اقدام قتل منجانب پادری ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک یکم اگست ۱۸۹۷ء

نہیں ہوں جس میں واقعات کا خلاف ہو۔ میں صحیح صحیح امر پیش
کروں گا۔ مولوی صاحب کہتے تھے کہ میں نے کہا کہ "آپ جان بوجھ
کر اپنے آپ کو بلائیں ڈالتے ہیں"۔ انہوں نے فرمایا "جان بوجھ کر
بلائیں ڈالنا یہ ہے کہ میں قانونی بیان دے کر ناجائز فائدہ اٹھانے
کے لئے اپنے خدا کو ناراض کر لوں۔ یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ خواہ
کچھ بھی ہو"۔ مولوی فضل دین صاحب کہتے ہیں کہ یہ باتیں مرزا صاحب
نے ایسے جوش سے بیان کیں کہ ان کے چہرہ پر ایک خاص قسم کا جلال
اور جوش تھا۔ میں نے یہ سن کر کہا کہ پھر آپ کو میری وکالت سے کچھ
فائدہ نہیں ہو سکتا۔ اس پر انہوں نے فرمایا کہ "میں نے کبھی وہم
بھی نہیں کیا کہ آپ کی وکالت سے فائدہ ہو گا یا کسی اور شخص کی
کوشش سے فائدہ ہو گا۔ اور نہ میں سمجھتا ہوں کہ کسی کی مخالفت
مجھے تباہ کر سکتی ہے۔ میرا بھروسہ تو خدا پر ہے۔ جو میرے
دل کو دیکھتا ہے۔ آپ کو وکیل اس لئے کیا ہے کہ رعایت اسباب
ادب کا طریق ہے اور میں چونکہ جانتا ہوں کہ آپ اپنے کام میں
دیانتدار ہیں اس لئے آپ کو مقرر کیا"۔

مولوی فضل دین صاحب کہتے ہیں کہ میں نے پھر کہا
کہ میں تو یہی بیان تجویز کرتا ہوں۔ مرزا صاحب نے کہا کہ "نہیں
میرا بیان میں خود لکھتا ہوں۔ نتیجہ اور انجام سے بے پرواہ ہو کر دیا
داخل کر دو۔ اس میں ایک لفظ بھی تبدیل نہ کیا جاوے۔ اور میں

پورے یقین سے کہتا ہوں کہ آپ کے قانونی بیان سے وہ زیادہ مؤثر ہوگا۔ اور جس نتیجہ کا آپ کو خوف ہے وہ ظاہر نہیں ہوگا بلکہ انجام انشاء اللہ بخیر ہوگا۔ اور اگر فرض کر لیا جاوے کہ دنیا کی نظر میں انجام اچھا نہ ہو یعنی مجھے سزا ہو جاوے تو مجھے اس کی پرواہ نہیں کیونکہ میں اس وقت اس لئے خوش ہونگا کہ میں نے اپنے رب کی نافرمانی نہیں کی" ...... غرضیکہ مولوی فضل دین صاحب نے بڑے جوش اور اخلاص سے اس طرح پر مرزا صاحب کا ڈیفنس پیش کیا اور کہا کہ مرزا صاحب نے پھر قلم برداشتہ اپنا بیان لکھدیا اور خدا کی عجیب قدرت ہے کہ جیسا کہ وہ کہتے تھے اسی بیان پر وہ بری ہو گئے۔ مولوی فضل دین صاحب نے ان کی راستبازی اور راست گوئی کے لئے ہر قسم کی مصیبت کو قبول کر لینے کی جرأت اور بہادری کا ذکر کرکے حاضرین مجلس پر ایک کیف آور حالت پیدا کردی۔ اس پر بعض نے کہا کہ آپ پھر مرید کیوں نہیں ہو جاتے۔ تو انہوں نے کہا کہ یہ میرا ذاتی فعل ہے۔ اور تمہیں یہ حق نہیں کہ سوال کرو۔ میں انہیں ایک کامل راستباز یقین کرتا ہوں۔ اور میرے دل میں انکی بہت بڑی عظمت ہے"

(الحکم ۱۴ نومبر ۱۹۳۴ء)

حضرت پیر سید رشید الدین صاحب عرف صاحب العلم سندھ

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تبلیغی خط و کتابت سے
امریکہ کے مشہور صحافی اور ماہر سیاسیات مسٹر الیگزینڈر رسل ویب مسلمان
ہو گئے تو ان کے ذریعہ امریکہ میں تبلیغ اسلام کو غنیمت جانا گیا۔ حاجی عبداللہ
عرب اور مولانا حسن علی صاحب نے کئی ہزار روپیہ چندہ جمع کر کے مسٹر ویب
کو دیا انہوں نے امریکہ میں تبلیغ اسلام کا کام شروع کیا تو چندہ کی امداد نہ پہنچنے کی وجہ
سے ناکام ہو گئے۔ چنانچہ مولانا حسن علی صاحب (جو اس مشن کے سرگرم
رکن تھے) تحریر فرماتے ہیں کہ :-

"جب حاجی عبداللہ عرب صاحب چندہ کے فراہم نہ
ہونے سے سخت بے چینی میں مبتلا ہوئے تو اپنے پیر کی طرف
متوجہ ہوئے اور حضرت سید رشید الدین صاحب کی خدمت میں
جا کر عرض کیا۔ حضرت پیر صاحب نے استخارہ کیا۔ معلوم ہوا کہ
انگلستان اور امریکہ میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے
روحانی تصرفات کی وجہ سے اشاعت اسلام ہو رہی ہے
ان سے دعا منگوانے سے کام ٹھیک ہوگا۔ دوسرے دن
حاجی صاحب کو پیر صاحب نے خبر دی۔ اس پر حاجی صاحب نے
بیان کیا کہ جناب مرزا غلام احمد صاحب کی علماء پنجاب و ہند
نے تکفیر کی ہے۔ ان سے کیونکر اس بارہ میں کہا جائے۔ اس بات

کو سنکر شاہ صاحب نے بہت تعجب کیا۔ اور دوبارہ اللہ تعالےٰ کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور استخارہ کیا۔ خواب میں جناب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ اور حضور نے فرمایا کہ مرزا غلام احمد اس زمانہ میں میرا نائب ہے۔ وہ جو کہے وہ کرو۔ صبح کو شکر شاہ صاحب نے کہا کہ اب میری حالت یہ ہے کہ مَیں خود مرزا صاحب کے پاس چلوں گا۔ اور اگر مجھ کو امریکہ جانے کو کہیں تو مَیں جاؤں گا۔ جب کہ حاجی عبداللہ عرب اور دوسرے صاحبوں نے خواب کا حال سُنا اور پیر صاحب کے ارادہ سے واقف ہوئے تو مناسب نہ سمجھا کہ پیر صاحب خود قادیان جائیں سب نے عرض کیا کہ آپ کیوں تکلیف کرتے ہیں۔ آپ کی طرف سے کوئی دوسرے صاحب مرزا صاحب کے پاس جا سکتے ہیں۔ چنانچہ پیر صاحب کے خلیفہ عبداللطیف اور حاجی عبداللہ عرب قادیان گئے۔ اور سارا قصہ بیان کر کے خواستگار ہوئے کہ حضرت اقدس اس طرف متوجہ ہوں تاکہ اشاعت اسلام کا کام امریکہ میں عمدگی سے چلنے لگے۔"

(تائید حق صفحہ ۸۵-۸۶)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی طرف جو خط حضرت پیر صاحب العلم نے اپنے خلیفہ عبداللطیف صاحب کے ذریعہ بھیجا وہ درج ذیل ہے:-

"اِنِّیْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاسْتَفْسَرْتُہٗ فِیْ اَمْرِکَ وَقُلْتُ بَیِّنْ لِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَھٰذَا کَاذِبٌ مُفْتَرِیٌ اَوْ صَادِقٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّہٗ صَادِقٌ وَمِنْ عِنْدِ اللّٰہِ۔ فَعَرَفْتُ اَنَّکَ عَلٰی حَقٍّ مُّبِیْنٍ وَبَعْدَ ذٰلِکَ لَا نَشُکُّ فِیْ اَمْرِکَ وَلَا نَرْتَابُ فِیْ شَاْنِکَ وَنَفْعَلُ کَمَا تَاْمُرُنَا فَاِنْ اَمَرْتَنَا اَنِ اذْھَبُوْا اِلٰی بِلَادِ اَمْرِیْکَۃَ فَاِنَّا نَذْھَبُ اِلَیْھَا وَمَا تَکُوْنُ لَنَا خِیَرَۃٌ فِیْ اَمْرِنَا وَسَتَجِدُنَا اِنْ شَاءَ اللّٰہُ مِنَ الْمُطَاوِعِیْنَ"

یعنی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم کشف میں دیکھا پس میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ شخص جو مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ کیا یہ جھوٹا اور مفتری ہے یا صادق ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یقیناً وہ صادق ہے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ پس میں نے سمجھ لیا کہ آپ حق پر ہیں۔ اب بعد اس کے ہم آپ کے امر میں شک نہیں کریں گے اور آپ کی شان میں ہمیں کچھ شبہ نہیں ہوگا۔ اور جو کچھ آپ

فرمائیں گے ہم وہی کریں گے۔ پس اگر آپ یہ حکم فرمائیں کہ ہم امریکہ میں چلے جائیں تو ہم وہیں جائیں گے اور ہم نے اپنے تئیں آپ کے حوالہ کر دیا ہے۔ اور انشاء اللہ تعالےٰ آپ ہمیں فرمانبردار پائیں گے۔"

"انہوں نے عام مجلس میں کھڑے ہو کر اور ہاتھ میں عصا لے کر تمام حاضرین کو بلند آواز سے سنا دیا کہ میں ان کو اپنے دعوے میں حق پر جانتا ہوں اور ایسا ہی مجھے کشف کی رو سے معلوم ہوا ہے۔ اور ان کے صاحبزادہ صاحب نے کہا کہ جب میرے والد صاحب تصدیق کرتے ہیں تو مجھے بھی انکار نہیں۔"

(ضمیمہ انجام آتھم ص۵۹۔۶۰)

اسی طرح حضرت پیر صاحب العلم صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"ہمارے سلسلہ کا دستور ہے کہ مابین مغرب و عشاء ہم اپنے مریدوں کے ساتھ حلقہ کر کے ذکر الٰہی کیا کرتے ہیں ایک روز اس حلقہ میں بحالت کشف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم نے دیکھا تو ہم نے آپ سے سوال کیا کہ یا حضرت یہ شخص مرزا غلام احمد کون ہے؟ تو آپ نے جواب دیا۔ "ازماست" یعنی ہماری طرف سے ہے۔ ہمارے خاندان کا وطیرہ ہے کہ بعد از نماز عشاء

ہم کسی سے کلام نہیں کرتے اور سو جاتے ہیں۔ یہی سنت رسول
ہے۔ ایک دن خواب میں ہم نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا
تو ہم نے سوال کیا کہ حضور مولویوں نے اس شخص پر کفر کے فتوے
لگائے ہیں اور اس کو جھٹلاتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا "در عشق ما
دیوانہ شدہ است" یعنی وہ ہمارے عشق میں دیوانہ ہے۔

ہمارا سلسلہ تہجد گذار ہے۔ اس لئے ہم ہر روز رات کو تین بجے
کے بعد اٹھتے ہیں اور بعد نماز تہجد کروٹ پر لیٹے رہتے ہیں۔ اور
اسی دوران صبح کی نماز پڑھتے ہیں کہ یہ بھی سنت رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم ہے۔ ایک دن اسی کروٹ لیٹنے کی حالت میں کچھ غنودگی
طاری ہوئی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے۔
اس وقت ہماری حالت نیند اور بیداری کے درمیان تھی تو ہم
نے آپ کا دامن پکڑ لیا۔ اور عرض کی یا رسول اللہ! اب تو
ہمارا ہندوستان چھوڑ عرب کے علماء نے بھی کفر کے فتوے
دیئے ہیں۔ تو آپ نے بڑے جلال میں تین بار دہرا کر فرمایا۔
ھو صادق ھو صادق ھو صادق یعنی وہ سچا
ہے وہ سچا ہے وہ سچا ہے۔ یہ ہے گواہی جو ہمارے
پاس ہے۔

(دستخط رشید الدین صاحب العلم)
(بحوالہ اشارات فریدی صفحہ ۵۴-۵۵ حاشیہ)

حضرت خواجہ غلام فرید صاحب رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین چاچڑاں شریف

نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں مکتوب ارسال فرمایا جس میں آپ نے تحریر فرمایا کہ :-

(۱) "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو رب الارباب ہے اور اس رسول مقبول پر درود جو یوم الحساب کا شفیع ہے اور اس کی آل اور اصحاب پر اور آپ پر سلام ہو اور ہر ایک پر جو راہ صواب میں کوشش کرنے والا ہے۔

امابعد واضح ہو کر مجھے آپ کی وہ کتاب (انجام آتھم) پہنچی جس میں مباہلہ کی دعوت دی گئی ہے اور اس کا جواب طلب کیا گیا ہے۔ اور اگرچہ میں عدیم الفرصت تھا تاہم میں نے اس کتاب کی ایک جزو کو جو حسن خطاب اور طریق عتاب پر مشتمل تھی پڑھا ہے۔ سو اے ہر ایک حبیب سے عزیز تر آپ کو معلوم ہو کر میرا مقام ابتداء ہی سے آپ کی تعظیم کرتا ہے تاکہ مجھے ثواب حاصل ہو۔ اور کبھی میری زبان پر بجز تعظیم و تکریم اور رعایت آداب کے آپ کے حق میں کوئی کلمہ جاری نہیں ہوا۔ اور اب میں آپ کو مطلع کرتا ہوں کہ میں بلاشبہ آپ کے نیک حال کا معترف ہوں۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ آپ خداتعالیٰ کے

صالح بندوں میں سے ہیں۔ اور آپ کی سعی عند اللہ قابل شکر ہے جس کا اجر ملے گا! اور خدائے بخشندہ بادشاہ کا آپ پر بڑا فضل ہے۔ میرے لئے عاقبت بالخیر کی دعا فرمائیں اور میں آپ کے لئے انجام خیر و خوبی کی دعا کرتا ہوں۔ اگر مجھے طول کا اندیشہ نہ ہوتا تو بہت زیادہ لکھتا۔ اور ہر اس شخص پر سلام ہو جو نیک راہ پر چلا۔ فقط ۲۷ رجب ۱۳۱۴ھ از مقام چاچڑاں

مہر

فقیر غلام فرید خادم الفقراء

(اشارات فریدی جلد سوم صفحہ ۱۵)

ترجمہ از عربی

(۲) حضرت خواجہ صاحب موصوف نے مندرجہ بالا مکتوب ارسال کر کے فرمایا

" مرزا (غلام احمد صاحب قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام) صاحب نیک اور مرد صادق ہیں۔ انہوں نے مجھے اپنے الہامات کی ایک کتاب (انجام آتھم) بھیجی ہے۔ ان کا کمال اس کتاب سے ظاہر ہے اسی اثناء میں علماء ظواہر میں سے کسی نے جو حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا (حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق زبان طعن دراز کی۔ اور آپ کا رد و انکار کیا۔ حضرت خواجہ صاحب (ابقاہ اللہ تعالیٰ) نے اس کے جواب میں فرمایا کہ نہیں نہیں وہ مرد صادق

ہیں۔ مفتری اور کاذب نہیں ہیں۔ ان کا دعویٰ جعلی اور خود ساختہ نہیں ہے ...... بعد ازاں فرمایا کہ لوگوں نے تو انا الحق کہا ہے اگر وہ (حضرت مرزا صاحب) اپنے آپ کو مجدد اور عیسیٰ قرار دیں تو پھر بھی عبد ہی کہلاتے ہیں۔" (ترجمہ از فارسی)

(اشارات فریدی جلد ۳ ص ۱۲۹-۱۳۰ مطبوعہ مفید عام پریس آگرہ ۱۳۲۰ھ)

(۳) حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:۔

"حضرت مرزا صاحب تمام اوقات خدائے عزّ وجل کی عبادت میں گذارتے ہیں یا نماز پڑھتے ہیں یا قرآن شریف کی تلاوت کرتے ہیں یا دوسرے ایسے ہی دینی کاموں میں مشغول رہتے ہیں اور دینِ اسلام کی حمایت پر اس طرح کمر ہمت باندھی ہے کہ ملکۂ زماں لنڈن کو بھی دینِ محمدی (اسلام) قبول کرنے کی دعوت دی ہے۔ اور روس اور فرانس اور دیگر ملکوں کے بادشاہوں کو بھی اسلام کا پیغام بھیجا ہے۔ اور ان کی تمام تر سعی و کوشش اس بات میں ہے کہ وہ لوگ عقیدۂ تثلیث و صلیب کو جو کہ سراسر کفر ہے چھوڑ دیں اور اللہ تعالیٰ کی توحید اختیار کر لیں اور اس وقت کے علماء کا حال دیکھو کہ دوسرے تمام جھوٹے مذاہب کو چھوڑ کر ایسے نیک مرد کے درپے ہو گئے

ہیں جو کہ اہل سنت والجماعت میں سے ہے اور صراط مستقیم پر قائم ہے۔ اور ہدایت کا راستہ دکھاتا ہے اور یہ اس پر کفر کا فتویٰ لگاتے ہیں۔ ان کا عربی کلام دیکھو جو انسانی طاقتوں سے بالا ہے اور ان کا تمام کلام معارف و حقائق اور ہدایت سے بھرا ہوا ہے۔ وہ اہل سنت والجماعت اور دین کی ضروریات سے ہرگز منکر نہیں ہیں۔

اسکے بعد حضرت خواجہ صاحبؒ نے فرمایا کہ حضرت مرزا صاحبؒ نے اپنے مہدی ہونے پر بہت سی علامات بیان فرمائی ہیں۔ ان میں سے دو علامات انہوں نے خود اپنی کتاب (ضمیمہ انجام آتھم) میں درج کی ہیں۔ وہ نہایت اعلیٰ اور بدرجہ غایت ان کے دعویٰ مہدویت پر گواہ ہیں۔ ایک یہ ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ حدیث شریف میں آیا ہے قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ الْمَهْدِيُّ مِنْ قَرْيَةٍ يُقَالُ لَهَا كَدْعَه وَيُصَدِّقُهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَيَجْمَعُ أَصْحَابَهُ مِنْ أَقْصَى الْبِلَادِ عَلٰى عِدَّةِ أَهْلِ بَدْرٍ بِثَلَاثِ مِائَةٍ وَثَلَاثَةَ عَشَرَ رَجُلًا

مَعَهُ صَحِيْفَةٌ مَخْتُوْمَةٌ (اى مطبوعة) فِيْهَا عَدَدُ اَصْحَابِهٖ بِاَسْمَائِهِمْ وَبِلَادِهِمْ وَخَلَائِلِهِمْ[1] یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مہدی ایسی بستی سے ظاہر ہوگا جس کو لوگ کدعہ کہتے ہوں گے اور کدعہ دراصل قادیان کا معرب ہے اور اللہ تعالیٰ ان (مہدیؑ) کی تصدیق کرے گا اور دور دور کے شہروں سے ان کے اصحاب جمع کرے گا جن کی تعداد اصحاب بدر کے برابر یعنی تین سو تیرہ ۳۱۳ ہوگی اور ان کے پاس ایک کتاب ہوگی جس میں ان کے اصحاب کی تعداد اور ان کے نام اور ان کے شہروں کے نام اور ان کے اوصاف اس چھپی (مطبوعہ) ہوئی کتاب میں مندرج ہوں گے۔

دوسری علامت یہ ہے کہ وہ (حضرت مرزا صاحبؑ)[2] کہتے ہیں کہ یہ حدیث دارقطنی میں حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اِنَّ لِمَهْدِيِّنَا اٰيَتَيْنِ لَمْ تَكُوْنَا مُنْذُ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَنْكَسِفُ الْقَمَرُ لِاَوَّلِ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ۔

---

[1] جواہر الاسرار

وتنکسف الشمس فی النصف منہ یعنی یقیناً

ہمارے مہدی کے لئے دو نشان ہیں جب سے زمین و آسمان
پیدا ہوئے کسی مدعی کے لئے یہ دو نشان ظاہر نہیں ہوئے یعنی
رمضان شریف میں چاند کو اس کی پہلی رات گرہن لگے گا۔ اور سورج
کو اسکی درمیانی رات گرہن لگے گا۔ چونکہ ماہ اپریل ۱۸۹۴ء کی
چھٹی تاریخ کو خسوف قمر اور پھر کسوف شمس واقع ہو چکا ہے۔ پس
حضرت مرزا صاحب نے اپنی طرف سے اتمام حجت کے لئے
تمام دنیا کے اطراف واکناف میں ان معنوں کا اشتہار شائع
کیا ہے کہ یہ پیشگوئی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہدی موعود
کے ظاہر ہونے کے متعلق بیان فرمائی تھی۔ اب پوری ہو گئی
ہے۔ ہر ایک پر واجب ہے کہ میرے مہدی ہونے کو
تسلیم کرے اور اقرار کرے مگر اس زمانہ کے مولویوں
نے یہ مغالطہ سوال کیا ہے کہ حدیث شریف سے یہ معنی

---

[1] مطابق رمضان ۱۳۱۱ھ

[2] پہلی رات کا چاند ہلال کہلاتا ہے نہ کہ قمر چنانچہ اقرب الموارد میں لکھا ہے:
"والقمر بعد ثلاث لیال الی آخر الشہر اما قبل ذلک فھو ہلال" یعنی چاند پر قمر کا لفظ تین راتوں کے
بعد مہینہ کے آخر تک بولا جاتا ہے۔ اسکے پہلے (تین رات تک)

ظاہر ہوتے ہیں کہ رمضان شریف کی پہلی رات کو چاند گرہن ہوگا
اور اسی ماہ رمضان میں سورج کو بھی گرہن ہوگا اور یہ چاند گرہن
رمضان کی تیرھویں تاریخ کو واقع ہوا ہے اور سورج گرہن رمضان
کی اٹھائیسویں تاریخ کو واقع ہوا ہے۔ اور یہ بات حدیث
شریف کے ذبان کے خلاف ہے۔ وہ کسوف خسوف
کوئی اور ہوگا۔ جو کہ مہدی برحق کے زمانہ میں واقع ہوگا۔

اس کے بعد حضرت خواجہ صاحب ابقاہ اللہ تعالیٰ ببقائہٖ
نے فرمایا سبحان اللہ! سنیئے! حضرت مرزا صاحبؑ نے مذکورہ
حدیث کے کیا معنی کئے ہیں۔ اور منکر مولویوں کو کیا جواب

بقیہ حاشیہ: ہلال کہلاتا ہے۔

ی طرح نواب صدیق حسن خاں صاحب لکھتے ہیں کہ:۔

اہل نجوم کے نزدیک چاند گرہن سورج کے مقابل پر آنے سے ایک خاص
حالت میں سوائے تیرھویں۔ چودھویں اور پندرھویں اور اسی طرح سورج گرہن
بھی خاص شکل میں سوائے ستائیسویں[۲۷] اٹھائیسویں[۲۸] انتیسویں[۲۹] تاریخوں
کے کبھی نہیں لگتا۔ (حجج الکرامہ صفحہ ۳۴۴)

ی طرح مولوی حافظ محمد صاحب لکھوکے نے لکھا ہے ؎

تیرھویں چن ستیویں[۱] سورج گرہن ہوسی اس سالے
اندر ماہ رمضانے لکھیا ایہہ اک روایت والے

۱۔ سہو کاتب اٹھیویں[۲]۔ (احوال الآخرۃ صفحہ ۲۳)

دیا ہے۔ حضرت مرزا صاحبؒ نے فرمایا کہ حدیث شریف کے
معنے یہ ہیں کہ ہمارے مہدی کی تائید اور تصدیق کے لئے
دو نشان مقرر ہیں اس وقت سے کہ جب سے آسمان و زمین
پیدا ہوئے یہ دونوں کسی مدعی کے وقت میں ظاہر نہیں
ہوئے۔ اور وہ دو نشان یہ ہیں کہ مہدی موعود کے دعویٰ
کے وقت چاند گرہن پہلی رات کو ہوگا اور وہ چاند گرہن کی
تین راتوں میں سے پہلی رات یعنی تیرہویں رات ہے اور
سورج گرہن اس دن ہوگا کہ سورج گرہن کے دنوں میں سے
درمیانہ دن یعنی ماہ رمضان کی اٹھائیسویں تاریخ ہے۔
اس کے بعد حضرت خواجہ صاحبؒ نے فرمایا کہ بیشک
حدیث شریف کے معنے اسی طرح سے ہیں جس طرح
حضرت مرزا صاحب نے بیان فرمائے۔ کیونکہ چاند گرہن

بقیہ حاشیہ :- آیت قرآنیہ "جُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ" میں اسی گرہن
کی طرف اشارہ ہے۔ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا :-

آسماں میرے لئے تو نے بنایا اک گواہ
چاند اور سورج ہوئے میرے لئے تاریک و تار
تو نے طاعوں کو بھی بھیجا میری نصرت کیلئے
تا وہ پورے ہوں نشاں جو ہیں سچائی کا مدار

ہمیشہ مہینہ کی ۱۳ یا ۱۴ یا ۱۵ ر تاریخ کو ہی واقع ہوتا ہے اور سورج گرہن ہمیشہ مہینہ کی ۲۷ یا ۲۸ یا ۲۹ ر تاریخ کو ہی وقوع پذیر ہوتا ہے۔ پس چاند گرہن جو بتاریخ ۶ ر ماہ اپریل ۱۸۹۴ عیسوی کو واقع ہوا ہے۔ وہ ماہ رمضان المبارک کی تیرھویں تاریخ ہے جو کہ چاند گرہن کی راتوں میں سے پہلی رات ہے اور سورج گرہن کے دنوں میں سے درمیانے دن سورج گرہن ہوا ہے (اور وہ ماہ رمضان کی ۲۸ ر تاریخ ہے) (ترجمہ از فارسی)

(اشارات فریدی جلد ۳ - صفحہ ۶۹ تا ۷۰)

(۴) حضرت خواجہ غلام فرید علیہ الرحمۃ صاحب نے فرمایا :-

"مہدی کے اوصاف پوشیدہ اور چھپے ہوئے ہیں وہ اوصاف ایسے نہیں جیسے لوگوں کے دلوں میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ کیا تعجب ہے کہ یہی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مہدی ہوں۔ جیساکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ بارہ ۱۲ دجال ہیں۔ پس اسی قدر مہدی ہیں اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ عیسیٰ و مہدی یکے است یعنی عیسیٰ و مہدی ایک ہی شخص ہے ...... پس اگر مرزا صاحب مہدی باشد کدام امر مانع است یعنی اگر مرزا صاحب

مہدی ہوں تو کونسی بات مانع ہے "

(اشارات فریدی جلد ۳ صفحہ ۱۲۲-۱۲۳ ترجمہ از فارسی)

(۵) حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا :-

"حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی حق پر ہیں اور اپنے دعویٰ میں راستباز اور صادق ہیں اور آٹھوں پہر اللہ تعالیٰ حق سبحانہ کی عبادت میں مستغرق رہتے ہیں اور اسلام کی ترقی اور دینی امور کی سربلندی کیلئے دل و جان سے کوشاں ہیں۔ میں ان میں کوئی مذموم اور قبیح چیز نہیں دیکھتا۔ اگر انہوں نے مہدی اور عیسیٰ ہونے کا دعویٰ کیا ہے تو یہ بھی ایسی بات ہے جو جائز ہے "

(اشارات فریدی جلد ۳ صفحہ ۱۷۹ ترجمہ از فارسی)

جناب ایڈیٹر صاحب سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور

نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مضمون جلسہ مذاہب اعظم لاہور میں بالا رہنے کا اعتراف بدیں الفاظ کیا :-

(۱) "جلسہ مذاہب لاہور جو ۲۶-۲۷-۲۸ دسمبر ۱۸۹۶ء کو اسلامیہ کالج لاہور کے ہال میں منعقد ہوا۔ اس میں مختلف مذاہب کے نمائندوں نے مندرجہ ذیل پانچ سوالوں کا جواب دیا :-

۱۔ انسان کی جسمانی اخلاقی اور روحانی حالتیں۔
۲۔ انسان کی زندگی کے بعد کی حالت۔
۳۔ دنیا میں انسان کی ہستی کی غرض کیا ہے۔ اور یہ غرض کس طرح پوری ہو سکتی ہے؟
۴۔ کرم یعنی اعمال کا اثر دنیا اور عاقبت میں کیا ہوتا ہے؟
۵۔ علم یعنی گیان اور معرفت کے ذرائع کیا کیا ہیں؟

سب مضمونوں سے زیادہ توجہ اور دلچسپی سے (حضرت) مرزا غلام احمد قادیانی کا مضمون سُنا گیا۔ جو اسلام کے بڑے بھاری مؤید اور عالم ہیں۔ اس لیکچر کو سننے کے لئے دُور و نزدیک سے ہر مذہب و ملّت کے لوگ بڑی کثرت سے جمع تھے۔ چونکہ مرزا صاحب خود شامل جلسہ نہیں ہو سکے۔ اسلئے مضمون ان کے ایک قابل اور فصیح شاگرد مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے پڑھا۔ ۲۷ر تاریخ والا مضمون قریباً ساڑھے تین گھنٹے تک پڑھا گیا۔ اور گویا ابھی پہلا سوال ہی ختم ہوا تھا۔ لوگوں نے اس مضمون کو ایک وجد اور محویت کے عالم میں سُنا۔ اور پھر کمیٹی نے اس کے لئے جلسہ کی تاریخوں میں ۲۹ر دسمبر کی زیادتی کر دی۔"

(اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور۔ انگریزی ۱۸۹۷ء)

منتظمین جلسہ مذاہب اعظم لاہور کا اعتراف

پنڈت گوردھن داس کی تقریر کے بعد نصف گھنٹہ کا وقفہ تھا۔ لیکن چونکہ بعد از وقفہ ایک نامی وکیل اسلام کی طرف سے تقریر کا پیش ہونا تھا۔ اس لئے اکثر شائقین نے اپنی اپنی جگہ کو نہ چھوڑا۔ ڈیڑھ بجنے میں ابھی بہت سا وقت رہتا تھا کہ اسلامیہ کالج کا وسیع مکان جلد جلد بھرنے لگا۔ اور چند ہی منٹوں میں تمام مکان پُر ہو گیا۔ اس وقت کوئی سات ہزار کے قریب مجمع تھا۔ مختلف مذاہب و ملل اور مختلف سوسائیٹیوں کے معتدبہ اور ذی علم آدمی موجود تھے۔ اگرچہ کرسیاں اور میزیں اور فرش نہایت وسعت کے ساتھ مہیا کیا گیا۔ لیکن صدہا آدمیوں کو کھڑا ہونے کے سوا اور کچھ نہ بن پڑا۔ اور ان کھڑے ہونے والے شائقین میں بڑے بڑے رؤسا۔ عمائد پنجاب۔ علماء۔ فضلاء۔ بیرسٹر۔ وکیل۔ پروفیسر۔ اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر۔ ڈاکٹر۔ غرضیکہ اعلیٰ اعلیٰ طبقے کی مختلف برانچوں کے ہر قسم کے آدمی موجود تھے۔ انہیں نہایت صبر و تحمل کے ساتھ جوش سے برابر پانچ گھنٹے اس وقت ایک ٹانگ پر کھڑے رہنا پڑا۔ اس مضمون کے لئے اگرچہ کمیٹی کی طرف سے

صرف دو گھنٹے ہی مقرر تھے ۔ لیکن ناظرین جلسہ کو اس سے کچھ ایسی دلچسپی پیدا ہو گئی کہ ماڈریٹر صاحبان نے نہایت جوش اور خوشی کے ساتھ اجازت دی کہ جبتک یہ مضمون ختم نہ ہو ۔ تب تک کارروائی جلسہ کو ختم نہ کیا جائے ۔ ان کا ایسا فرمانا عین اہل جلسہ اور حاضرین جلسہ کی منشاء کے مطابق تھا کیونکہ جب وقت کے گذرنے پر مولوی مبارک علی صاحب نے اپنا وقت بھی اس مضمون کے ختم ہونے کے لئے دیدیا ۔ تو حاضرین اور ماڈریٹر صاحبان نے ایک نعرہ خوشی سے مولوی صاحب کا شکریہ ادا کیا اور یہ مضمون شروع سے اخیر تک یکساں دلچسپی و مقبولیت اپنے ساتھ رکھتا تھا ۔

(رپورٹ جلسہ مذاہب عالم لاہور)

(۳) جناب ایڈیٹر صاحب اخبار "چودھویں صدی" راولپنڈی رقمطراز ہے :-

"ان لیکچروں میں سب سے عمدہ لیکچر جو جلسہ کی روح رواں تھا ۔ مرزا غلام احمد قادیانی کا لیکچر تھا ۔ جس کو مشہور فصیح البیان مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے نہایت

خوبی اور خوش اسلوبی سے پڑھا۔ یہ لیکچر دو دن میں تمام ہوا
۲۸ دسمبر کو تقریباً چار گھنٹے اور ۲۹ دسمبر کو دو گھنٹے تک ہوتا
رہا۔ کل چھ گھنٹے میں یہ لیکچر تمام ہوا۔ جو حجم میں سو صفحے کلاں تک
پہنچتا۔ غرضیکہ مولوی عبد الکریم صاحب نے یہ لیکچر شروع کیا
اور کیسا شروع کیا کہ سامعین لٹو ہو گئے۔ فقرہ فقرہ پر
صدائے آفرین و تحسین بلند ہوتی تھی اور بسا اوقات
ایک ایک فقرہ کو دوبارہ پڑھنے کے لئے حاضرین
کی طرف سے فرمائش کی جاتی تھی۔ عمر بھر ہمارے
کانوں نے ایسا خوش آئند لیکچر نہیں سنا۔ دیگر
مذاہب میں سے جتنے لوگوں نے لیکچر دیئے سچ تو یہ ہے کہ
وہ جلسہ کے مستفسرہ سوالوں کے جواب بھی نہیں تھے۔ عموماً
سپیکر صرف چوتھے سوال پر ہی رہے اور باقی سوالوں کو
انہوں نے بہت ہی کم پیش کیا۔ اور زیادہ تر اصحاب تو
ایسے بھی تھے جو بولتے تو بہت تھے مگر اس میں جاندار
بات کوئی بھی نہیں تھی بجز مرزا صاحب کے لیکچر کے جو ان سوالات
کا علیحدہ علیحدہ اور مفصل و مکمل جواب تھا اور جسکو حاضرین
جلسہ نے نہایت ہی توجہ اور دلچسپی سے سنا اور بڑا
بیش قیمت اور عالی قدر خیال کیا۔

ہم مرزا صاحب کے مرید نہیں ہیں اور نہ ان سے ہم کو کوئی تعلق ہے۔ لیکن انصاف کا خون ہم کبھی نہیں کر سکتے اور نہ کوئی سلیم الفطرت اور صحیح کانشنس اسکو روا رکھ سکتا ہے۔ مرزا صاحب نے کل سوالوں کے جواب (جیسا کہ مناسب تھا) قرآن شریف سے دیئے اور تمام بڑے بڑے اصول و فروعات اسلام کو دلائل عقلیہ سے اور براہین فلسفہ کیساتھ بہترین مزین کیا۔ پہلے عقلی دلائل سے الہیات کے فلسفہ کو ثابت کرنا اور اسکے بعد کلام الٰہی کو بطور حوالہ پڑھنا ایک عجیب شان رکھتا تھا۔

مرزا صاحب نے نہ صرف مسائل قرآن کی فلاسفی بیان کی بلکہ الفاظ قرآنی کی فلالوجی اور فلاسفی بھی ساتھ ساتھ بیان کر دی غرضیکہ مرزا صاحب کا لیکچر بحیثیت مجموعی ایک مکمل اور حاوی لیکچر تھا جس میں بیشمار معارف و حقائق و حکم و اسرار کے موتی چمک رہے تھے۔ اور فلسفہ الہیہ کو ایسے ڈھنگ سے بیان کیا گیا تھا کہ تمام اہل مذاہب ششدر ہو گئے تھے۔ کسی شخص کے لیکچر کے وقت اتنے آدمی جمع نہیں تھے۔ جتنے کہ مرزا صاحب کے لیکچر کے وقت۔ تمام ہال اُوپر نیچے سے

ہو رہا تھا اور سامعین ہمہ تن گوش ہو رہے تھے۔ مرزا صاحب کے لیکچر کے وقت خلقت اس طرح آ آ کر گری جیسے شہد پر مکھیاں۔ مگر دوسرے لیکچروں کے وقت بوجہ بے لطفی بہت سے لوگ بیٹھے بیٹھے اٹھ جاتے تھے۔

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا لیکچر بالکل معمولی تھا۔ وہی ملانی خیالات تھے جن کو ہم لوگ ہر روز سنتے ہیں۔ اس میں کوئی عجیب و غریب بات نہ تھی اور مولوی صاحب موصوف کے دوسرے لیکچر کے وقت کئی شخص اٹھ کر چلے گئے تھے مولوی صاحب ممدوح کو اپنا لیکچر پورا کرنے کے لئے چند منٹ زائد کی اجازت بھی نہیں دی گئی۔"

(اخبار چودھویں صدی راولپنڈی مطابق یکم فروری ۱۸۹۶ء)

انڈین ریویو نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس لیکچر "اسلامی اصول کی فلاسفی" پر ریویو کرتے ہوئے لکھا:-

"یہ کتاب بہت دلچسپ اور مسرت بخش ہے۔ اس کے خیالات روشن، جامع اور پُر از حکمت ہیں۔ پڑھنے والے کے منہ سے بے اختیار اس کی تعریف نکلتی ہے۔
یہ کتاب یقیناً اس قابل ہے کہ ہر شخص کے ہاتھ میں ہو جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مذہب کا مطالعہ کرنا چاہتا ہے۔"

برسٹل ٹائمز اینڈ مرر لکھتا ہے:۔

"یقیناً وہ شخص جو اس رنگ میں یورپ و امریکہ کو مخاطب کرتا ہے کوئی معمولی آدمی نہیں ہو سکتا"

سکاٹس مین لکھتا ہے:۔

"مذاہب مختلفہ کا مقابلتہً مطالعہ کرنے والے طبقہ میں یقیناً اس کتاب کا بہت خیر مقدم ہو گا"

سپریچوال جرنل بوسٹن لکھتا ہے:۔

"یہ کتاب بنی نوع انسان کے لئے ایک خالص بشارت ہے"

تھیوسافیکل بک نوٹس میں یہ الفاظ ہیں:۔

"یہ کتاب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مذہب کی بہترین اور سب سے زیادہ دلکش تصویر ہے"

مسلم ریویو لکھتا ہے:۔

"اس کتاب کا مطالعہ کرنیوالا بہت سچے عمیق اعلیٰ اور روح پرور خیالات کو پائیگا۔ جو مسلم و غیر مسلم دونوں کی دلچسپی کا موجب ہوں گے۔ ہم بڑے زور کے ساتھ اس کتاب کی سفارش کرتے ہیں"

مسٹر خی اے واسوانی ایم اے پرنسپل خالصہ کالج امرتسر نے لکھا:۔

"میں نے نہایت شوق اور دلچسپی سے اس کتاب کو پڑھا ہے
اور میں یقین کرتا ہوں کہ اس کتاب کے مطالعہ سے عیسائی دنیا میں
جو اعتراضات اسلام کے متعلق پھیلے ہوئے ہیں وہ دُور ہو جائیں
(مجوالہ تبلیغ ہدایت صفحہ ۲۱۲)

سردار جواہر سنگھ نے جو جلسہ میں سکھوں کی طرف سے نمائندہ
اور لیکچرار تھے اپنی تقریر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لیکچر کا ذکر
کرتے کہا:-

"ان کی کل کی عالمانہ تحریر سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جو خوش
نہ ہوا - اور اس نے اسے پسند نہ کیا ہو"
(در رپورٹ جلسہ مذاہب اعظم - لاہور)

اخبار جنرل و گوہر آصفی کلکتہ

نے اپنی ۲۴ جنوری ۱۸۹۷ء کی اشاعت میں "جلسہ اعظم مذاہب منعقدہ لاہور
اور فتح اسلام" کے دوہرے عنوان سے لکھا:-

"پیشتر ازیں ہمارے اخبار کے کالم اس جلسہ کے متعلق ایک خاص
دلچسپی ظاہر کر چکے ہیں - لہٰذا ہم اپنے شائقین ناظرین کو اس کی
درجہ اور مختصر حالات سے اطلاع دینی ضروری سمجھتے ہیں۔
جہاں تک ہم نے دریافت کیا ہے - ہر ایک طالب حق کو
اس جلسہ کی حالت معلوم کرنے کے لئے بڑا ہی شائق پایا ہے۔

کون دل ہوگا جو حق کا متلاشی نہ ہوگا۔ کون آنکھ ہوگی جو حق کی چمک دیکھنے کے لئے ترستی نہ ہوگی؟ کون دماغ ہوگا جو حق کی جانچ پڑتال کی طرف مائل نہ ہوگا۔ پھر ہم یہ کیونکر امید نہیں کر سکتے کہ اپنے ناظرین کی روحیں اس جلسہ کی کارروائی کی دریافت کے لئے مضطر نہ ہوں گی۔ کیا اس اضطرار کو دفع کرنا ہمارا کام نہیں۔ بیشک ہے اور ضرور ہے اسی لئے ہے جو ہم نے خاص انتظام کرکے اس جلسہ کے حالات کو دریافت کیا۔ جنہیں ہم اب ہدیۂ ناظرین کیا چاہتے ہیں۔ پیشتر اس کے کہ ہم کارروائی جلسہ کی نسبت گفتگو کریں۔ ہمیں یہ بتا دینا ضروری ہے۔ کہ ہمارے اخبار کے کالموں میں جیسا کہ اکثر ناظرین پر واضح ہوگا یہ بحث ہو چکی ہے کہ اس جلسہ اعظم مذاہب میں اسلامی وکالت کے لئے سب سے زیادہ لائق کون شخص تھا۔ ہمارے ایک معزز نامہ نگار صاحب نے سب سے پہلے خالی الذہن ہوکر حق کو مدِ نظر رکھکر حضرت مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان کو اپنی رائے سے منتخب فرمایا تھا۔ جن کے ساتھ ہمارے اور ایک مکرم مخدوم نے اپنی مراسلت میں توارداً اتفاق ظاہر کیا تھا۔ جناب مولوی سید فخر الدین صاحب فخر نے بڑے روز کے ساتھ اس انتخاب کی نسبت جو اپنی آزاد مدلل اور بیش قیمت رائے ملک کے سامنے پیش فرمائی تھی۔

اس میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان بجناب سر سید
احمد صاحب آف علی گڑھ کو انتخاب فرمایا تھا اور ساتھ ہی اس
اسلامی وکالت کا قرعہ حضرات ذیل کے نام نکالا تھا۔ جناب مولوی
ابو سعید محمد حسین صاحب بٹالوی۔ جناب مولوی حاجی سید محمد علی
صاحب کانپوری اور جناب مولوی احمد حسین صاحب عظیم آبادی۔
یہاں یہ ذکر کر دینا بھی نامناسب نہ ہوگا کہ ہمارے ایک لوکل اخبار
کے ایک نامہ نگار نے جناب مولوی عبدالحق صاحب دہلوی مصنف
تفسیر حقانی کو اس کام کے لئے منتخب فرمایا تھا۔ ہم اپنے ناظرین
کو یہ بھی معلوم کرانا چاہتے ہیں۔ سوامی شوکت چندر نے انعقاد
جلسے سے پہلے اپنے اشتہار واجب اظہار کے ذریعے علمائے
مذاہب مختلف ہند کو بہت عار دلا دلا کر اپنے مذاہب کے جوہر
دکھلانے کے لئے طلب کیا تھا۔ اور ہمیں جوش سے اور عار دلانے
والے طریق سے انہوں نے طلب کیا تھا۔ اس کا ٹھیک اندازہ
انہیں کی عبارت سے کیا جاسکتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔

"ہر قوم کے بزرگ واعظ جانتے ہیں۔ کہ اپنے مذہب کی سچائی
کو ظاہر کرنا ان پر فرض ہے۔

جلسہ جس حالت میں اسی غرض کے لئے یہ جلسہ انعقاد پایا ہے۔ کہ
سچائیاں ظاہر ہوں تو خدا نے ان کو اس فرض کے ادا کرنے کا اب
خوب موقع دیا ہے۔ جو ہمیشہ انسان کے اختیار میں نہیں ہوتا میرا

دل اس بات کو قبول نہیں کر سکتا۔ کہ اگر ایک شخص سچا جوش اپنے مذہب کے لئے رکھتا ہو اور فی الواقع اس بات میں ہمدردی انسان کی دیکھتا ہو کہ ان کو اپنے مذہب کی طرف کھینچے تو پھر وہ ایسی نیک تقریب میں جبکہ صدہا مہذب اور تعلیم یافتہ لوگ ایک عالم خوشی میں بیٹھ کر اس کے مذہب کی خوبیاں سننے کے لئے تیار ہوں گے ایسے مبارک وقت کو ہاتھ سے دیدے۔ کیا میں قبول کر سکتا ہوں۔ کہ جو شخص دوسروں کو ایک مہلک بیماری میں خیال کرتا ہے۔ اور یقین رکھتا ہے۔ کہ اس کی سلامتی میری ہی دوا میں ہے اور یہ بنی نوع کی ہمدردی کا دعویٰ بھی کرتا ہے۔ وہ ایسے موقع میں جو غریب بیمار اس کو علاج کے لئے بلاتے ہیں۔ وہ دانستہ پہلو تہی کرے۔ میرا دل اس بات کے لئے تڑپ رہا ہے کہ یہ فیصلہ ہو جائے کہ کونسا مذہب درحقیقت سچائیوں اور صداقتوں سے بھرا ہوا ہے۔ اور میرے پاس وہ الفاظ نہیں جن کے ذریعہ میں اپنے اس سچے جوش کو بیان کر سکوں۔ میرا قوم کے بزرگ واعظوں اور جلیل الشان حامیوں پر کوئی حکم نہیں۔ صرف ان کی خدمت میں سچائی ظاہر کرنے کے لئے ایک عاجزانہ التماس ہے۔ میں اس وقت مسلمانوں کے معزز علماء کی خدمت میں ان کے خدا کی قسم دیکر بادب التماس کرتا ہوں کہ اگر وہ اپنا مذہب منجانب اللہ جانتے ہیں

تو اس موقع پر اُس نبی کی عزت کے لیے جس کے فدا شیدا وہ اپنے تئیں خیال کرتے ہیں۔ اس جلسہ میں حاضر ہوں۔ اسی طرح بخدمت پادری صاحبان سے نہایت ادب و انکساری سے میری التماس ہے کہ اگر وہ اپنے مذہب کو فی الواقع سچا اور انسانوں کی نجات کا ذریعہ خیال کرتے ہیں تو اس موقع پر ایک اعلیٰ درجہ کا بزرگ دین حق سے آپنے مذہب کی خوبیاں سُنانے کے لیے جلسہ میں تشریف کو ذلیل نہیں سے جیسا کہ مسلمانوں کو قسم دی ایسا ہی بزرگ پادری صاحبوں کو حضرت مسیح کی قسم دیتا ہوں۔ اور ان کی محبت اور عزت اور بزرگی کا واسطہ ڈال کر خاکساری کے ساتھ عرض پرداز ہوں کہ اگر کسی اور نیت کے لیے نہیں تو اس قسم کی عزت کے لیے ضرور اس جلسہ میں ایک اعلیٰ بزرگ ان میں سے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرنے کے لیے تشریف لادیں۔ ایسا ہی میں اپنے بھائیوں آریہ سماج والوں کی خدمت میں اس پرمیشر کی قسم دیکر جس نے وید مقدس کو رونق دیا عاجزانہ عرض کرتا ہوں۔ کہ اس جلسہ میں ضرور کوئی اعلیٰ واعظ ان کا تشریف لا کر وید مقدس کی خوبیاں بیان کرے اور ایسا ہی سناتن دھرم اور برہمو صاحبان وغیرہ کی خدمت میں اسی قسم کے ساتھ التماس ہے۔ پبلک کو اس اشتہار کے بعد ایک فائدہ بھی حاصل ہوگا۔ کہ ان تمام قوموں میں سے کس قوم کو درحقیقت اپنے خدا کی عزت اور قسم کا پاس ہے۔

اور اگر اسکے بعد بعض صاحبوں نے پہلو تہی کی تو بلاشبہ پہلو تہی کرنا گویا اپنے مذہب کی سچائی سے انکار کرنا ہے " انتہیٰ۔

اب ہمارے ناظرین کو غور کرنا چاہیئے کہ اس جلسے کے اشتہاروں وغیرہ کے دیکھنے اور دعوتوں کے پہنچنے پر کن کن علمائے ہند کی رگِ حمیت نے مقدس دینِ اسلام کی وکالت کے لئے جوش دکھایا۔ اور کہاں تک انہوں نے اسلامی حمایت کا بیڑا اٹھا کر حجج و براہین کے ذریعے فرقانی ہیبت کا سکہ غیر مذاہب کے دل پر بٹھانے کے لئے کوشش کی ہے۔

ہمیں معتبر ذریعے سے معلوم ہوا ہے کہ کارکنان جلسہ نے خاص طور پر حضرت مرزا غلام احمد صاحب اور سر سید احمد صاحب کو شریک جلسہ ہونے کے لئے خط لکھا تھا۔ تو حضرت مرزا صاحب نے گو علالتِ طبع کی وجہ سے بنفسِ نفیس شریک جلسہ نہ ہو سکے۔ مگر اپنا مضمون بھیج کر اپنے ایک شاگردِ خاص جناب مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کو اس کی قرأت کے لئے مقرر فرمایا۔ لیکن جناب سر سید نے شریک جلسہ ہونے اور مضمون بھیجنے سے کنارہ کشی فرمائی۔ یہ اس بناء پر نہ تھا کہ وہ معمر ہو چکے اور ایسے جلسوں میں شریک ہونے کے قابل نہ رہے ہیں۔ اور نہ اس بناء پر تھا کہ انہیں ایام میں ایجوکیشنل کانفرنس کا انعقاد میرٹھ میں مقرر ہو چکا تھا۔ بلکہ یہ اس بناء پر تھا کہ مذہبی جلسے ان کی توجہ کے قابل نہیں کیونکہ انہوں

نے اپنی چِٹھی میں جس کو ہم انشاءاللہ تعالیٰ اپنے اخبار میں کسی اور وقت درج کریں گے۔ صاف لکھ دیا ہے کہ وہ کوئی واعظ یا ناصح یا مولوی نہیں۔ یہ کام واعظوں اور ناصحوں کا ہے۔ جلسے کے پروگرام کے دیکھنے اور نیز تحقیق کرنے سے ہمیں یہ پتہ ملا ہے۔ کہ جناب مولوی سید محمد علی صاحب کانپوری۔ جناب مولوی محمد عبدالحق صاحب دہلوی اور جناب مولوی احمد حسین صاحب عظیم آبادی نے اس جلسہ کی طرف کوئی جوشیلی توجہ نہیں فرمائی۔ اور نہ ہمارے مقدس زمرۂ علماء نے کسی اور لائق فرد نے اپنا مضمون پڑھنے یا پڑھوانے کا عزم بتایا۔ ہاں دو ایک عالم صاحبوں نے بڑی ہمت کر کے ماتحت نیچا میں قدم رکھا مگر اُن کا۔ اس لیے انہوں نے یا تو مقرر کردہ مضامین پر کوئی گفتگو کی یا بے سر و پا کچھ ہانک دیا۔ جیسا کہ ہماری آئندہ کی رپورٹ سے واضح ہوگا۔ غرض جلسہ کی کاروائی سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ صرف ایک حضرت مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان تھے جنہوں نے اس میدان مقابلہ میں اسلامی پہلوانی کا پورا حق ادا فرمایا ہے اور اس انتخاب کو راست کیا ہے۔ جو خاص آپ کی ذات کو اسلامی وکیل مقرر کرنے میں پشاور۔ راولپنڈی۔ جہلم۔ شاہ پور۔ بھیرہ۔ خوشاب۔ سیالکوٹ۔ جموں۔ وزیرآباد۔ لاہور۔ امرتسر۔ گورداسپور۔ لدھیانہ۔ شملہ۔ دہلی۔ انبالہ۔ ریاست پٹیالہ۔ کپورتھلہ۔ ڈیرہ دون۔ الٰہ آباد۔ مدراس۔ بمبئی۔ حیدرآباد دکن۔ بنگلور وغیرہ بلاد ہند کے مختلف اسلامی

فرقوں سے وکالت ناموں کے ذریعے مزین بدستخط ہو کر وقوع میں آیا تھا۔ حق تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر اس جلسے میں حضرت مرزا صاحب کا مضمون نہ ہوتا تو اسلامیوں پر غیر مذاہب والوں کے روبرو ذلّت و ندامت کا قشقہ لگتا ہے۔ مگر خدا کے زبردست ہاتھ نے مقدس اسلام کو گرنے سے بچا لیا۔ بلکہ اس کو اس مضمون کی بدولت ایسی فتح نصیب فرمائی کہ موافقین تو موافقین مخالفین بھی سچی فطرتی جوش سے کہہ اٹھے کہ یہ مضمون سب پر بالا ہے۔ بالا ہے۔ صرف اسی قدر نہیں بلکہ اختتام مضمون پر حق الامر معاندین کی زبان پر یوں جاری ہو چکا کہ اب اسلام کی حقیقت کھلی اور اسلام کو فتح نصیب ہوئی جو انتخاب تیر بہدف کی طرح روز روشن میں ٹھیک نکلا۔ اب اس کی مخالفت میں دم زدن کی گنجائش ہے ہی نہیں۔ بلکہ وہ ہمارے فخر و ناز کا موجب ہے اس لئے اس میں اسلامی شوکت ہے اور اس میں اسلامی عظمت! درحق بھی یہی ہے۔

اگرچہ جلسہ اعظم مذاہب کا بند میں یہ دوسرا اجلاس تھا۔ لیکن جلسہ اپنی شان و شوکت اور جاہ و عظمت کی رُو سے سارے ہندوستانی کانگرسوں اور کانفرسوں کو مات کر دیا ہے۔ ہندوستان

کے مختلف بلاد کے روساء اس میں شریک ہوئے۔ اور ہم بڑی خوشی
کے ساتھ یہ ظاہر کیا چاہتے ہیں کہ ہمارے مدارس نے بھی اس
میں چندہ لیا ہے۔ جلسہ کی دلچسپی یہاں تک بڑھی کہ مشتہرہ تین دن
پر ایک دن بڑھانا پڑا۔ انعقاد جلسہ کے لئے کارکن کمیٹی نے لاہور
میں سب سے بڑی وسعت کا مکان اسلامیہ کالج تجویز کیا۔ لیکن خلق خدا
کا ازدحام اس قدر تھا کہ مکان کی (وسعت) غیر مکتفی ثابت ہوئی
جلسہ کی عظمت کا یہ کافی ثبوت ہے کہ کل عمائدین کے علاوہ چیف کورٹ
پنجاب اور ہائیکورٹ الہ آباد کے آنریبل ججز بابو پرتول چندر صاحب
اور مسٹر بنرجی نہایت خوشی سے شریک جلسہ ہوئے۔ اس جلسے
کے لئے سابق چھ پریذیڈنٹ مقرر ہو چکے تھے جن کے نام نامی
یہ ہیں :-

(۱) رائے بہادر بابو پرتول چندر چٹرجی چیف کورٹ۔

(۲) خان بہادر شیخ خدا بخش صاحب جج اسمال کاز کورٹ لاہور۔

(۳) رائے بہادر پنڈت رادھا کشن صاحب کول پلیڈر چیف کورٹ
و سابق گورنر جموں۔

(۴) سردار دیال سنگھ صاحب رئیس اعظم مجیٹھہ۔

(۵) رائے بہادر بھوانیداس صاحب افسر بندوبست ضلع جہلم۔

(۶) مولوی حکیم نورالدین صاحب سابق طبیب شاہی جہاراجہ
صاحب بہادر والئی کشمیر۔ اور یہی مولوی صاحب تھے۔ جو

اختتام جلسہ پر خاتمہ کی تقریر کرنے کے لئے مقرر کئے گئے تھے۔"

(اسلامی اخبار جنرل و گوہر آصفی ۲۴ر جنوری ۱۸۹۰ء

مالک اخبار ہذا احمد وزیر! شاعت پذیر ریپن پریس کو لوٹولہ کلکتہ)

مولوی ارشاد علی صاحب ناگپوری

نے جو عیسائیت سے توبہ کر کے دوبارہ اسلام میں آگئے تھے پادری صفدر علی صاحب کے جواب میں ایک خط لکھا کہ:۔

"پادری صفدر علی صاحب نے مجھے چیلنج دیا ہے کہ میں ان کے ساتھ اسلام اور عیسائیت کی صداقت پر بحث کروں۔ اس میں شک نہیں کہ میں عیسائیت کی تعلیم سے زیادہ واقف نہیں ہوں۔ میں تو پادریوں کے ان الفاظ اور اقوال سے متاثر ہو کر عیسائی ہو گیا تھا جس میں وہ مسیح کو مظلوم اور دنیا کا نجات دہندہ پیش کر کے دعوت دیتے ہیں۔ لیکن جب میں نے عیسائی کتب تورات اور انجیل کا گہرا مطالعہ کیا تو مجھے معلوم ہو گیا کہ عیسائیت کی حقیقت کیا ہے۔ اور پھر میں اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے اسلام میں داخل ہو گیا۔ لیکن میں پادری صفدر علی صاحب سے پوچھ سکتا ہوں کہ اگر ان کو اپنے دلائل اور عیسائیت کی صداقت پر پورا اعتماد ہے تو پھر وہ اس وقت کہاں تھے جبکہ مولوی غلام احمد صاحب قادیانی نے میدان مناظرہ میں

کھڑے ہو کر بہادر شیر کی طرح ان کو للکارا۔ اس چیلنج کا
آپ لوگوں پر اس قدر اثر تھا کہ کسی پادری کو یہ جرأت
نہیں ہوئی کہ آپ کے مقابل پر آتا۔

(رسالہ دستکاری امرتسر ۱۸ جون ۱۸۹۹ء)

مشہور صاحب قلم سجادہ نشین خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی
نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فرزند حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد
کی وفات پر یکم اکتوبر ۱۹۰۷ء کو ریاست مانگرول (کاٹھیاواڑ) سے تعزیت نامہ
لکھا:۔

"قدسی صفات۔ سراپا نوازش والطاف مرزا صاحب
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔
الحکم آیا اور عزیز مبارک احمد کی وفات معلوم ہوئی۔ جس کے
پڑھنے سے اس قدر غم واندوہ ہے کہ ظاہر نہیں کر سکتا۔ زمانہ قیام
دہلی میں عزیز مرحوم کو دیکھا تھا کیا پیارا بچہ تھا۔ اگرچہ آپ کو صبر و رضا
کی تلقین لقمان کو حکمت سکھانا ہے تاہم رسمی طور پر اس نیت
سے یہ نامہ ارسال ہے کہ آپ کو اور آپ کی جماعت کو اس ابتلا
میں قلبی اطمینان میسر ہو گیا ہوگا۔ مگر افسوس کہ میں بسبب
اس محبت کے جو مجھ کو آپ اور آپ کی جماعت سے ہے
عزیز مرحوم کی ناگہانی وفات کو برداشت نہیں کر سکتا۔

اور سخت غلطی میں ہوں۔"

(خواجہ حسن نظامی خواہرزادہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء

محبوب الٰہی۔ دہلی)

(بحوالہ تاریخ احمدیت جلد ۵ صفحہ ۲۲۲۔ حاشیہ)

پیر مہر علی شاہ گولڑوی

پہلے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر حسن ظن رکھتے تھے چنانچہ ۱۹۰۴ء میں ان کے مرید بابو فیروز علی اسٹیشن ماسٹر گولڑہ (جو بعد میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت میں داخل ہو گئے تھے) نے جب پیر صاحب سے حضور کے متعلق رائے دریافت کی تو انہوں نے بلا تامل جواب دیا:۔

"امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ بعض مقامات منازل سلوک ایسے ہیں کہ وہاں اکثر بندگان خدا پہنچ کر مسیح و مہدی بن جاتے ہیں۔ بعض ان کے ہمرنگ ہو جاتے ہیں۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ شخص منازل سلوک میں اس مقام پر ہے یا حقیقتاً وہی مہدی ہے جس کا وعدہ جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس امت سے کیا ہے۔ مذاہب باطلہ کے واسطے یہ شخص شمشیر براں کا کام کر رہا ہے۔ اور یقیناً تائید یافتہ ہے۔"

(بحوالہ الحکم ۲۴ جون ۱۹۰۴ء صفحہ ۵)

جناب مولانا ابوالکلام آزاد ایڈیٹر اخبار "وکیل" امرتسر

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات پر "موت عالم" کے عنوان سے رقمطراز ہیں کہ:۔

"وہ شخص بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر تھا اور زبان جادو۔ وہ شخص جو دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی۔ جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار الجھے ہوئے تھے اور جس کی دو مٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں۔ وہ شخص جو مذہبی دنیا کے لئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان (بنا) رہا۔ جو شور قیامت ہو کر خفتگان خواب ہستی کو بیدار کرتا رہا۔۔۔۔۔ دنیا سے اٹھ گیا۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی رحلت اس قابل نہیں کہ اس سے سبق حاصل نہ کیا جاوے۔ ایسے لوگ جن سے مذہبی یا عقلی دنیا میں انقلاب پیدا ہو ہمیشہ دنیا میں نہیں آتے یہ نازش فرزندانِ تاریخ بہت کم منظر عالم پر آتے ہیں۔ اور

۱؎ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ مولوی عبداللہ العمادی کا یہ مضمون ہے جو اس وقت اخبار وکیل کے ایکٹنگ ایڈیٹر تھے۔ مگر اس مضمون کی طرز تحریر اور مندرجہ ذیل شہادت اسے مولانا ابوالکلام آزاد صاحب کا ثابت کرتی ہے۔

بعض معتقدات سے شدید اختلافات کے باوجود ہمیشہ کی مفارقت پر مسلمانوں کو۔ ہاں تعلیم یافتہ اور روشن خیال مسلمانوں کو محسوس کرادیا کہ انکا ایک بڑا شخص ان سے جدا ہو گیا ہے اور اسکے ساتھ مخالفین اسلام کے مقابلہ پر اسلام کی اس شاندار مدافعت کا جو اس کی ذات کے ساتھ وابستہ تھی خاتمہ ہو گیا۔ انکی یہ خصوصیت کہ وہ اسلام کے مخالفین کے برخلاف ایک فتح نصیب جرنیل کا فرض پورا کرتے رہے ہمیں مجبور کرتی ہے کہ اس احساس کا کھلم کھلا اعتراف کیا جائے۔ تاکہ وہ مہتم بالشان تحریک جس نے ہمارے دشمنوں کو عرصہ تک پست اور پامال بنائے رکھا آئندہ بھی جاری رہے۔ مرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کے مقابلہ پر ان سے ظہور میں آیا قبول عام کی سند حاصل کر چکا ہے۔ اور اس خصوصیت میں وہ کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ اس لٹریچر کی قدر و عظمت آج جبکہ وہ اپنا کام پورا کر چکا ہے۔ دل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے۔ اس لئے کہ وہ ہرگز قلب سے نسیاً منسیاً نہیں ہو سکتی .... اس مدافعت نے

نہ صرف عیسائیت کے ابتدائی اثر کے پرخچے اڑا دئیے جو سلطنت کے سایہ میں ہونے کی وجہ سے حقیقت میں اس کی جان تھا۔ اور ہزاروں لاکھوں مسلمان اس کے اس زیادہ خطرناک اور مستحق کامیابی حملہ کی زد سے بچ گئے۔ بلکہ خود عیسائیت کا طلسم دھواں ہو کر اڑنے لگا۔۔۔۔۔۔۔

غرض مرزا صاحب کی یہ خدمت آنے والی نسلوں کو گراں بار احسان رکھے گی کہ انہوں نے قلمی جہاد کرنے والوں کی پہلی صف میں شامل ہو کر اسلام کی طرف سے فرض مدافعت ادا کیا۔ اور ایسا لٹریچر یادگار چھوڑا جو اس وقت تک کہ مسلمانوں کی رگوں میں زندہ خون ہے۔ اور حمایت اسلام کا جذبہ ان کے شعار قومی کا عنوان نظر آئے قائم رہے گا۔ اس کے علاوہ آریہ سماج کی زہریلی کچلیاں توڑنے میں مرزا صاحب نے اسلام کی بہت خاص خدمت سرانجام دی ہے۔۔۔۔۔

آخر عمر تک برابر مرزا صاحب آریہ سماج کے چہرے سے انیسویں صدی کے مہنت ریفارمر کا چڑھایا ہوا ملمع اتارنے میں مصروف رہے۔ ان کی آریہ سماج کے مقابلہ کی تحریروں سے اس دعویٰ پر نہایت عمدہ روشنی پڑتی ہے۔ آئندہ ہماری مدافعت کا سلسلہ کسی درجہ تک کیوں نہ پہنچ جائے۔ ناممکن ہے کہ یہ تحریریں نظرانداز

کی جا سکیں ۔ فطرتی ذہانت مشق و مہارت اور مسلسل بحث و مباحثہ
کی عادت نے مرزا صاحب میں ایک شان خاص پیدا کر دی تھی ۔
اور وہ اپنی معلومات کا نہایت سلیقہ سے استعمال کر سکتے تھے ۔
تبلیغ و تلقین کا یہ ملکہ ان میں پیدا ہو گیا تھا کہ مخاطب کسی قابلیت
کسی مشرب و ملّت کا ہو ۔ ان کے برجستہ جواب سے ایک دفعہ ضرور
گہرے فکر میں پڑ جاتا تھا ۔ ہندوستان آج مذاہب کا عجائب خانہ
ہے ۔ جس کثرت سے چھوٹے چھوٹے مذاہب یہاں موجود ہیں اور
باہمی کشمکش سے اپنی موجودگی کا اعلان کرتے رہتے ہیں انکی نظیر
غالباً دنیا کی کسی جگہ نہیں مل سکتی ۔ مرزا صاحب کا دعویٰ تھا ۔ کہ
میں ان سب کے لئے حَکم و عدل ہوں ...... لیکن اس میں
کلام نہیں کہ ان مختلف مذاہب کا مقابل پر اسلام کو نمایاں
کر دینے کی ان میں مخصوص قابلیت تھی ۔ اور یہ نتیجہ تھا انکی فطرتی
استعداد کا ذوق مطالعہ اور کثرت مشق کا ....

آئندہ امید نہیں کہ مذہبی دنیا میں اس شان کا
شخص پیدا ہو ۔ جو اپنے اعلیٰ خواہش محض اسطرح مذاہب
کے مطالعہ میں صرف کر دے ۔"

(اخبار وکیل امرتسر مئی ۱۹۰۸ء)

پھر اسی اخبار وکیل نے انہی دنوں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

کی نسبت لکھا:۔

"کریکٹر کے لحاظ سے مرزا صاحب کے دامن پر سیاہی کا چھوٹے سے چھوٹا دھبہ بھی نظر نہیں آتا۔ وہ ایک پاکباز کا جینا جیا۔ اور پارسا نے ایک متقی کی زندگی بسر کی۔ غرضیکہ مرزا صاحب کی ابتدائی زندگی کے پچاس سالوں نے بلحاظ اخلاق و عادات اور کیا بلحاظ خدمات وحمایت دین مسلمانان ہند میں آپکو ممتاز و برگزیدہ اور قابل رشک مرتبہ پر پہنچا دیا۔" (اخبار وکیل امرتسر ۳۰ مئی ۱۹۰۸ء)

لہ ۔ یہ عظیم الشان بے نظیر ریویو ایک مایہ ناز انشاء پرداز۔ سحر بیان خطیب۔ اور میدانِ تحریک کے عظیم شہسوار۔ مذہبی و سیاسی دنیا کے لیڈر جناب مولانا ابوالکلام آزاد (محی الدین احمد) وزیر تعلیم بھارت کا لکھا ہوا ہے۔ جنہوں نے کئی اخبار مثلاً الندوہ ۔ الہلال ۔ البلاغ اور وکیل کی ادارت نہایت عمدگی سے سرانجام دی اور ہند و پاک کی آزادی میں بہت بڑا کردار ادا کیا۔ مشہور صحافی مولانا عبدالمجید سالک ان کا بدیں الفاظ تعارف کراتے ہیں:۔

"جس زمانے میں مولانا ابوالکلام آزاد ابھی بے ریش و بروت انسان تھے اور کم عمری کے باوجود علم و فضل اور لسانی و طراری کے لحاظ سے اپنے ہمسروں اور معاصروں سے کوسوں آگے تھے۔ بمبئی میں

مشہور ایڈیٹر جناب مرزا حیرت صاحب دہلوی نے تحریر فرمایا :۔

"مرحوم کی وہ اعلیٰ خدمات جو اس نے آریوں اور عیسائیوں کے مقابلہ میں اسلام کی کی ہے۔ وہ واقعی بہت ہی تعریف کی مستحق ہیں۔ اس نے مناظرہ کا بالکل رنگ ہی بدل دیا۔ اور ایک

بقیہ حاشیہ :۔ آغا حشر۔ ابو نصر آہ اور نظیر حسین سخا کے ساتھ عیسائیوں اور آریوں سے مناظرے کیا کرتے تھے۔ اور اپنے اہتمام سے ایک ماہانہ رسالہ البلاغ بھی نکالتے تھے۔ مناظروں کے سلسلے میں انہیں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی بعض ایسی کتابیں پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ جن میں عیسائیوں اور آریوں کے مقابلہ میں اسلام کی حمایت کی گئی تھی۔ یاروں کا مجمع تو فیصلہ ہی کر چکا تھا کہ پنجاب جائیں۔ اور مرزا صاحب سے ملیں۔ بہر حال مولانا ابوالکلام مرزا صاحب کے دعوئے مسیحیت موعود سے تو کوئی سروکار نہ رکھتے تھے۔ لیکن ان کی غیرت اسلامی اور حمیت دینی کے قدر دان ضرور تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جن دنوں مولانا امرتسر کے اخبار "وکیل" کی ادارت پر مامور تھے۔ اور مرزا صاحب کا انتقال انہی دنوں ہوا تو مولانا نے مرزا صاحب کی خدمات اسلامی پر ایک شاندار شذرہ لکھا۔ امرتسر سے لاہور آئے اور یہاں سے مرزا صاحب کے جنازے کے ساتھ بٹالہ تک گئے۔" (یاران کہن ص ۱۲۰)

جدید لٹریچر کی بنیاد ہندوستان میں قائم کردی۔ بحیثیت ایک مسلمان ہونے کے ہم اس بات کا اعتراف کرتے ہیں۔ کہ کسی بڑے سے بڑے آریہ اور بڑے سے بڑے پادری کو یہ مجال نہ تھی کہ وہ مرحوم کے مقابلہ میں زبان کھول سکتا ...... اگرچہ مرحوم پنجابی تھا مگر اس کے قلم میں اس قدر قوت تھی کہ آج سارے پنجاب بلکہ بلندی ہند میں بھی اس قوت کا کوئی لکھنے والا نہیں ...... اس کا پُر زور لٹریچر اپنی شان میں بالکل نرالا ہے۔ اور واقعی اس کی بعض عبارتیں پڑھنے سے ایک وجد کی سی حالت طاری ہو جاتی ہے۔ اس نے ہلاکت کی پیشگوئیوں مخالفتوں اور نکتہ چینیوں کی آگ میں سے ہوکر اپنا رستہ صاف کیا۔ اور ترقی کے انتہائی عروج تک پہنچ گیا۔"

(اخبار کرزن گزٹ دہلی۔ یکم جون ۱۹۰۸ء)

جناب ایڈیٹر صاحب اخبار صادق الاخبار ڈیواڑی (بہاولپور) نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات پر لکھا۔

"مرزا صاحب نے اپنی پُر زور تقاریر اور شاندار تصانیف سے مخالفین اسلام کو ان کے لچر اعتراضات کے دندان شکن جواب دے کر ہمیشہ کے لئے ساکت کر دیا ہے۔ اور کر دکھایا ہے کہ حق حق ہی ہے اور واقعی مرزا صاحب نے حق حمایت اسلام

کما حقہ ادا کر کے خدمت اسلام میں کوئی دقیقہ فرد گذاشت نہیں کیا۔ انصاف متقاضی ہے کہ ایسے اولو العزم حامئ اسلام اور معین المسلمین فاضل اجل عالم بے بدل کی ناگہانی موت اور بے وقت موت پر افسوس کیا جائے "

(اخبار صادق الاخبار ریواڑی ۱۹۰۸ء)

جناب شمس العلماء سید ممتاز علی صاحب رسالہ تہذیب النسواں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر رقمطراز ہیں :-

" مرزا صاحب مرحوم نہایت مقدس اور برگزیدہ بزرگ تھے اور نیکی کی ایسی قوت رکھتے تھے جو سخت سے سخت دل کو تسخیر کر لیتی تھی۔ وہ نہایت باخبر عالم، بلند ہمت مصلح اور پاک زندگی کا نمونہ تھے۔ ہم انہیں مذہباً مسیح موعود تو نہیں مانتے لیکن ان کی ہدایت اور رہنمائی مردہ روحوں کے لئے واقعی مسیحائی تھی۔ (رسالہ تہذیب النسواں ۱۹۰۸ء لاہور)

اخبار، بلایونیر الہ آباد نے لکھا :-

" اگر گذشتہ زمانہ کے اسرائیلی نبیوں میں سے کوئی نبی عالم بالا سے واپس آکر دنیا میں اس وقت تبلیغ کرے تو وہ بیسویں صدی کے حالات میں اس سے زیادہ غیر موزوں معلوم نہ ہوگا۔ جیسا کہ

(حضرت) مرزا غلام احمد قادیانی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) تھے جن کی
وفات حال ہی میں اپنے وطن پنجاب میں واقع ہوئی ہے۔ ہم یہ
قابلیت نہیں رکھتے کہ ان کی عالمانہ حیثیت پر کوئی رائے قائم
کر سکیں۔ مگر یہ یقینی بات ہے کہ ان کی جماعت ایک وقت بہت
بھاری جماعت ہو گئی تھی۔ جو ان کے ذاتی اثر اور تعلیم کا نتیجہ تھا
....

مرزا صاحب کو اپنے دعویٰ کے متعلق کبھی کوئی شک نہیں
ہوا۔ اور وہ کامل صداقت اور خلوص کے ساتھ اس بات کا
یقین رکھتے تھے کہ ان پر کلام الٰہی نازل ہوتا ہے اور یہ کہ انہیں
ایک خارق عادت طاقت بخشی گئی ہے۔ ......

ایک دفعہ انہوں نے بشپ لیفرائے آف لاہور کو چیلنج
دیا (جس نے اُسے حیران کر دیا) کہ وہ نشان نمائی میں مقابلہ کرے
اور مرزا صاحب اس بات کے لئے تیار تھے کہ حالات زمانہ
کے ماتحت بشپ صاحب جس طرح چاہیں اپنی تسلی کر لیں کہ
نشان دکھانے میں کوئی فریب اور دھوکہ استعمال نہ ہو۔ ......

وہ لوگ جنہوں نے مذہبی میدان میں دنیا کے اندر حرکت
پیدا کر دی ہے وہ اپنی طبیعت میں انگلستان کے لارڈ بشپ
کی نسبت (حضرت) مرزا غلام احمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) سے
بہت زیادہ مشابہت سمجھتے ہیں۔ ...... اگر آرنسٹ گرین

مشہور فرانسیسی مؤرخ گذشتہ بیس سال کے اندر ہندوستان میں ہوتا تو وہ یقیناً مرزا صاحب کے پاس جاتا اور انکے حالات کا مطالعہ کرتا۔ اور جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ انبیاء بنی اسرائیل کے عجیب و غریب حالات پر ایک نئی روشنی پڑتی۔

مگر ہمارے محدود اور تنگ خیالات ایسے مقابلہ کرنے مانع ہیں۔ کیونکہ ہمارا مذہبی لٹریچر تنگ دائرہ کے اندر محدود ہے۔ بہر حال قادیان کا نبی ایک ایسا انسان تھا جو ہمیشہ دنیا میں نہیں آیا کرتے۔ ان کی روح پر سلامتی ہو۔"

(اخبار پائونیر الہ آباد۔ انگریزی۔ ۳۰ رمئی ۱۹۰۸ء)

اخبار "البشیر" اٹاوہ نے بعنوان "حضرت اقدس مرزا صاحب کی وفات" لکھا:۔

"اس سے انکار نہیں ہوسکتا کہ حضرت اقدس اس زمانہ کے نامور مشاہیر میں سے تھے۔ اس ترقی علوم و فنون کے زمانہ میں درحقیقت یہ امر کچھ حیرت انگیز نہیں ہے۔ کہ ان کے کئی لاکھ راسخ الاعتقاد مرید ایسے تھے جو ان کے ہر ایک علم کو ہر ایک پیشگوئی کو وحی خیال کرتے تھے۔ ان کے مریدوں میں عوام الناس اور جہلاء۔ پڑھے لکھے۔ غریب و امیر۔ عالم و فاضل۔ اور نئے تعلیم یافتہ غرضیکہ ہر درجہ اور ہر حیثیت کے مسلمان موجود ہیں۔

جو درجہ کہ حضرت اقدس مرزا صاحب کو اپنے مریدوں پر حاصل تھا اور جو اثر کہ حضرت اقدس کا اپنی جماعت پر تھا۔ اس میں کچھ کلام نہیں کہ ہندوستان کے مسلمانوں میں نہ یہ اثر کسی مولوی اور نہ عالم و فاضل کو اپنے مریدوں پر تھا۔ اور نہ کسی صوفی اور ولی اللہ کا اپنے مریدوں پر تھا۔ اور نہ کسی لیڈر اور نہ کسی ریفارمر کا اپنے مقلدین پر۔ چونکہ وہ مسلمانوں کی ایک جماعت کثیر کے پیشوا اور امام برحق تھے۔ لہٰذا تہذیب مجبور کرتی ہے کہ ہم ان کی عزت کریں اور ان کے انتقال پر افسوس ظاہر کریں "

(البشیر اٹاوہ ۲ر جون ۱۹۰۸ء)

علیگڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ نے لکھا۔

"مرحوم ایک مانے ہوئے مصنف اور مرزائی (احمدی) فرقہ کے بانی تھے۔ آپ کی پیدائش ۱۸۳۹ء میں ہوئی۔ آپ نے علوم شرقیہ میں کمال حاصل کیا۔ اپنی زندگی کے آخری دن تک کتابوں کے عاشق رہے۔ اور دنیوی پیشوں سے پرہیز کرتے رہے ۱۸۷۴ء تا ۱۸۷۶ء عیسائیوں، آریوں، برہموؤں کے خلاف شمشیر قلم خوب چلایا۔ آپ نے ۱۸۸۰ء میں تصنیف کا کام شروع کیا۔ آپ کی پہلی کتاب (براہین احمدیہ) اسلام کے ڈیفنس میں تھی۔ جس کے جواب کے لئے آپ نے دس ہزار روپیہ کا انعام

رکھا۔ آپ نے انیسویں صدی کے لئے مسیح ہونے کا دعویٰ کیا۔ ۱۸۸۹ء میں بیعت لینی شروع کی..... آپ نے اپنی تصنیف کردہ اسّی کتابیں پیچھے چھوڑیں۔ جن میں سے بیس عربی زبان میں ہیں بے شک مرحوم اسلام کا ایک بڑا پہلوان تھا۔"

(علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ)

آریہ اخبار "اندر" لاہور نے لکھا کہ:۔

"مرزا صاحب اپنی ایک صفت میں محمد صاحب سے بہت مشابہت رکھتے تھے۔ اور وہ صفت انکا استقلال تھا۔ خواہ وہ کسی مقصود کو لے کر تھا۔ اور ہم خوش ہیں۔ کہ وہ آخری دم تک اس پر ڈٹے رہے۔ اور ہزاروں مخالفتوں کے باوجود ذرا بھی لغزش نہیں کھائی۔"

(آریہ اخبار "اندر" لاہور)

اخبار آریہ پتر کا لاہور نے لکھا کہ:۔

"عام طور پر جو اسلام دوسرے مسلمانوں میں پایا جاتا ہے۔ اس کی نسبت مرزا صاحب کے خیالات اسلام کے متعلق زیادہ وسیع اور زیادہ قابل برداشت تھے۔ مرزا صاحب کے تعلقات آریہ سماج سے کبھی دوستانہ نہیں ہوئے۔ اور جب ہم

"ہم آریہ سماج کی گزشتہ تاریخ کو یاد کرتے ہیں تو ان کا وجود ہمارے سینے میں بڑا جوش پیدا کرتا ہے۔"

(اخبار "آریہ پترکا" لاہور [illegible])

میونسپل گزٹ لاہور نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات پر لکھا:-

"مرزا صاحب علم و فضل کے لحاظ سے خاص شہرت رکھتے تھے تحریر میں بھی روانی تھی۔ بہرحال ہمیں ان کی موت سے بحیثیت اس بات کے کہ وہ ایک مسلمان عالم تھے نہایت رنج ہوا۔ اور ہم سمجھتے ہیں کہ ایک عالم دنیا سے اٹھ گیا۔"

(میونسپل گزٹ لاہور)

اخبار برہمو پرچارک نے لکھا کہ:-

"ہم یہ تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ وہ (حضرت مرزا صاحب علیہ السلام) کیا بلحاظ لیاقت اور کیا بلحاظ اخلاق اور کیا بلحاظ شرافت کے ایک بڑے پایہ کے انسان تھے۔"

(اخبار برہمو پرچارک)

(بحوالہ سلسلہ احمدیہ)

اخبار "وفادار" لاہور نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کی خبر درج کرتے ہوئے لکھا:۔

"مرزا صاحب کے بعد اگر سلسلہ احمدیہ نابود ہو جائے گا تو سمجھو کہ مرزا جھوٹا اور اگر ترقی کرے گا اور اس کے بعد اس کی جماعت یا اس کا کوئی جانشین اس کے مشن میں ترقی دینے میں کامیاب ہوا تو سمجھ لینا کہ مرزا سچا اور وہ الہام باری سے مستفیض ہوا۔ اور اگر اس کی جماعت یا جانشین مٹتے چلے گئے تو سمجھ لینا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کو ایسی مذہبی رخنہ اندازی کبھی بھی پسند نہیں۔"

(وفادار لاہور ۱۴ر جولائی ۱۹۰۸ء)

شاعر مشرق جناب علامہ سر محمد اقبال صاحب نے احمدیت کے متعلق بے لاگ رائے کا اظہار اپنے ایک لیکچر میں کیا جو ۱۹۱۱ء کے آغاز میں اسٹریچی ہال ایم۔اے۔او کالج علی گڑھ میں دیا تھا۔ علامہ اقبال نے فرمایا:۔

"میری رائے میں قومی سیرت کا وہ اسلوب جس کا سایہ عالمگیر کی ذات نے ڈالا ہے۔ ٹھیٹھ اسلامی سیرت کا نمونہ ہے۔ اور ہماری تعلیم کا مقصد یہ ہونا چاہیئے کہ اس نمونہ کو ترقی دی جائے اور مسلمان ہر وقت اسے پیش نظر رکھیں۔

اگر ہمارا مقصد یہ ہو کہ ہماری قومی ہستی کا سلسلہ ٹوٹنے ہی نہ

تنے زبیں ایک ایسا اسلوب سیرت تیار کرنا چاہیئے ۔ جو اپنی خصوصیات مختصہ سے کسی صورت میں بھی علیحدگی نہ اختیار کرے اور خذ ما صفا ودع ما کدر کے زریں اصول کو پیش نظر رکھکر دوسرے اسالیب کی خوبیوں کو اخذ کرتے ہوئے ان تمام عناصر کی آمیزش سے اپنے وجود کو کمال احتیاط کے ساتھ پاک کرتے جو اس کی روایات مسلمہ و قوانین منضبط کے منافی ہوں ۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی عمرانی رفتار کو بہ نگاہ غور دیکھنے سے اس حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے جو قوم کے اخلاقی تجربہ کے مختلف خطوط کا نقطہ اتصال ہے ۔ پنجاب میں اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ اس جماعت کی شکل میں ظاہر ہوا ہے ۔ جسے فرقہ قادیانی کہتے ہیں "۔

(ملت بیضا پر ایک عمرانی نظر صفحہ ۸۳ مطبوعہ مرغوب الحسنی مترجمہ مولانا ظفر علی خان ایڈیٹر زمیندار اخبار لاہور)۔

پادری ڈاکٹر ٹی ایل ۔ گیبل ۔ ڈی ڈی بحوالہ ہندوستان کا سائیکل پر دورہ کرتے ہوئے ۲۸ جنوری ۱۹۰۱ء قادیان آئے تو انہوں نے بیان دیا کہ:۔

"مرزا صاحب اور ان کے مریدوں کی سادہ مزاجی قابل تعریف ہے ۔ اور اس میں شک نہیں کہ وہ اس معاملہ میں بگٹ اور وڈولیہ پہ سبقت لے گئے ہیں ۔

مرزا صاحب کے مریدوں میں سادگی کی مشہور و معروف مثال ریاست مالیر کوٹلہ کے نواب بھی موجود ہے کہ جنہوں نے اپنی ریاست کے انتظام اور عیش و عشرت کو لات مار کر ایسے چھوٹے سے مکان میں رہنا اور دل و جان کر مرزا صاحب کی خدمت کرنا پسند کیا ہے۔ ایسے تعلیمیافتہ لیکن سادہ مزاج نواب سے میری ملاقات ہونا میرے سفر قادیان کی ایک اعلےٰ ترین یادگار ہے۔ (سفرنامہ ابن السبیل بحوالہ تاثرات قادیان)

مشہور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا تبصرہ پچھلے صفحات میں ناظرین کرام نے پڑھ لیا ہو گا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی محمد حسین بٹالوی پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے غایت درجہ مداح تھے۔ پھر جب اللہ تعالےٰ کے حکم کے حضرت اقدس نے اپنی تصنیفات فتح اسلام۔ توضیح مرام۔ ازالہ اوہام میں اپنے اس دعویٰ کا اعلان فرمایا۔ کہ مسیح ابن مریم درحقیقت دیگر انسانوں کی طرح اپنی طبعی عمر ۱۲۰ سال پا کر وفات پا چکے ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ نے مجھے ان کا مثیل و بروز بنا کر چودھویں صدی کے سر پر مبعوث فرمایا ہے۔ چنانچہ اس دعویٰ سے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے دل میں حسد و بغض اور تعصب کی آگ جل اٹھی اور کہنے لگے کہ مجھ سے پوچھ کر کیوں نہ دعویٰ کیا گیا۔ میں نے ہی براہین احمدیہ پر ریویو لکھکر ان کو (حضرت مسیح موعود علیہ السلام) آسمان پر چڑھایا تھا اور اب میں ہی نیچے گراؤں گا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام

کے خلاف کفر کا فتویٰ تیار کر کے سب سے پہلے اس پر اپنے استاد
مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی کے دستخط کروائے پھر ہندوستان کے
تمام بڑے بڑے شہروں میں گھوم گھوم کر تقریباً پانصد علماء سے فتویٰ کفر پر
دستخط لیکر شائع کیا۔ اور عرب سے بھی کفر کا فتویٰ منگوایا اور حضرت
مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف کئی مقدمات میں جھوٹی گواہیاں
دیں۔ اور قتل کے منصوبے کئے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ حضرت
مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کی جماعت کی حفاظت فرمائی۔
عزت و توقیر بڑھائی اور ہر میدان میں فتح و ظفر بخشی۔ اس کے
برعکس حضرت اقدس کی پیشگوئی "اِنِّیْ مُهِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِهَانَتَكَ"
کے مطابق مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو ہر مقام پر ذلت و رسوائی
اٹھانی پڑی اور ناکامی و نامرادی کا منہ دیکھتے رہے۔ ایسے حالات
میں اللہ تعالیٰ سے الہام پاکر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام
نے یہ پیشگوئی بیان فرمائی تھی کہ مولوی محمد حسین بٹالوی اپنے مرنے
سے پہلے میرے مومن ہونے کا اقرار کرے گا۔

"وَ تَلَقَّتْ كَاَنَّهٗ تَرَكَ قَوْلَ التَّكْفِيْرِ فَتَابَ"

اور یہ ثابت ہو جائے گا کہ اس نے میری تکفیر کو ترک کر دیا ہے۔
اور اپنے سابقہ (طرز عمل سے ناحق) رجوع کر لیا ہے"

(تبلیغ رسالت جلد ۳ ص۲۲)

چنانچہ حضرت اقدس کی پیشگوئی کے عین مطابق ۱۹۱۲ء میں [illegible]

درجہ اوّل لالہ دیو کی نندن کی عدالت میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے حلفاً بطور گواہ اسلام کے بعض فرقوں شیعہ۔ شافعی حنفی حنبلی وغیرہ کا نام بتلا کر کہا کہ :۔

"یہ سب فرقے قرآن مجید کو خدا کا کلام مانتے ہیں اور یہ فرقے قرآن کی مانند حدیث کو بھی مانتے ہیں۔ ایک فرقہ احمدی بھی اب تھوڑے عرصہ سے پیدا ہوا ہے۔ جب سے مرزا غلام احمد قادیانی نے دعوے مسیحیت و مہدویت کیا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کسی فرقہ کو جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ ہمارا فرقہ مطلقاً کافر نہیں کہتا" (بحوالہ حیات طیبہ صفحہ ۱۵۸)

یہ عجیب بات ہے کہ گوجرانوالہ کی عدالت میں ایک عورت اس بناء پر اپنے خاوند سے جدا ہونا چاہتی ہے کہ وہ احمدی ہے۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اس عدالت میں صاف صاف احمدیوں کے مسلمان ہونے کا اقرار کرتے ہیں۔ یہی محمد حسین جو اوّل المکفرین اور رئیس المکذبین تھے حضرت مسیح موعود[۲] کے۔ تلک الایام نداولہا بین الناس۔

مسٹر ایچ۔ آر والٹر ایم۔ اے صاحب سیکرٹری آل انڈیا کرسچن ینگ مین ایسوسی ایشن[۸۹]

نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی وفات مبارک کے بارہ میں جو تاثرات لکھے ان کے متعلق قمر الانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد صاحب فرماتے ہیں :۔

ــه غالباً ۱۹۱۵ء کی بات ہے کہ قادیان میں آل انڈیا ینگ مین کرسچن ایسوسی ایشن کے سیکرٹری مسٹر ایچ۔ اے۔ والٹر تشریف لائے آپ کے ساتھ لاہور کے ایف سی کالج کے وائس پرنسپل مسٹر لوکس بھی تھے۔ مسٹر والٹر ایک کٹر مسیحی تھے۔ اور سلسلہ احمدیہ کے متعلق ایک کتاب لکھ کر شائع کرنا چاہتے تھے۔ جب وہ قادیان آئے تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز سے ملے اور تحریک احمدیت کے متعلق بہت سے سوالات کرتے رہے۔ اور دوران گفتگو میں کچھ بحث کا سا رنگ بھی پیدا ہو گیا تھا۔ اس کے بعد انہوں نے قادیان کے مختلف ادارہ جات کا معائنہ کیا۔ اور بالآخر مسٹر والٹر نے خواہش ظاہر کی کہ میں بانی سلسلہ احمدیہ کے کسی پرانے صحبت یافتہ عقیدت مند کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ قادیان کی مسجد مبارک میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک قدیم اور فدائی صحابی منشی محمد اروڑا صاحب سے انکی ملاقات کرائی گئی۔ اس وقت منشی صاحب مرحوم نماز کے انتظار میں مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔ رسمی تعارف کے بعد مسٹر والٹر نے منشی صاحب موصوف سے دریافت کیا کہ۔

ــه - جنوری ۱۹۱۶ء کے پہلے ہفتہ میں مسٹر والٹر کے ساتھ مسٹر ہیوم سیکرٹری ایجوکیشنل اور مسٹر ایلکس وائس پرنسپل فورمین کرسچن کالج لاہور بھی آئے تھے۔

(الفضل ۱۳ جنوری ۱۹۱۶ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد ۵ ص [illegible])

"آپ مرزا صاحب کو کب سے جانتے ہیں اور آپ نے ان کو کس دلیل سے مانا اور ان کی کس بات نے آپ پر زیادہ اثر کیا؟

منشی صاحب نے جواب میں بڑی سادگی سے فرمایا:-

"مَیں حضرت مرزا صاحب کو اُن کے دعویٰ سے پہلے کا جانتا ہوں۔ مَیں نے ایسا پاک اور نُورانی انسان کوئی نہیں دیکھا۔ ان کا نور اور ان کی مقناطیسی شخصیت ہی میرے لئے ان کی سب سے بڑی دلیل تھی۔ ہم تو ان کے مُنہ کے بھوکے تھے"

یہ کہکر حضرت منشی صاحب حضرت مسیح موعود کی یاد میں بےچین ہوکر اس طرح رونے لگے کہ جیسے ایک بچہ اپنی ماں کی جدائی میں بلک بلک کر روتا ہے۔ اس وقت مسٹر والٹر کا یہ حال تھا۔ کہ یہ نظارہ دیکھکر ان کا رنگ سفید پڑ گیا تھا اور وہ محوِ حیرت ہوکر منشی صاحب موصوف کی طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھتے رہے اور انکے دل میں منشی صاحب کی اس سادہ سی بات کا اتنا اثر تھا کہ بعد میں انہوں نے اپنی کتاب "احمدیہ موومنٹ" میں اس واقعہ کا خاص طور پر ذکر کیا۔ اور لکھا کہ:-

"مرزا صاحب کو ہم غلطی خوردہ کہہ سکتے ہیں مگر جس شخص کی صحبت

نے اپنے مریدوں پر ایسا گہرا اثر پیدا کیا ہے۔ اُسے ہم دھوکے باز ہرگز نہیں کہہ سکتے۔"

(احمدیہ موومنٹ مصنفہ مسٹر ایچ۔ اے والٹر۔ بحوالہ در منثور صفحہ ۱۰۹ مصنفہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے رضی)

اسی طرح مسٹر والٹر صاحب نے لکھا کہ:۔

"یہ بات ہر طرح سے ثابت ہے کہ مرزا صاحب اپنی عادات میں سادہ اور فیاضانہ جذبات رکھتے تھے۔ انکی اخلاقی جرأت جو انہوں نے اپنے مخالفین کی طرف سے شدید مخالفت اور ایذارسانی کے مقابلہ میں دکھائی یقیناً قابلِ تحسین ہے۔ صرف ایک مقناطیسی جذب اور دلکش اخلاق رکھنے والا شخص ہی ایسے لوگوں کی دوستی اور وفاداری حاصل کرسکتا ہے جن میں سے کم از کم دو نے افغانستان میں اپنے عقائد کیلئے جان دیدی مگر مرزا صاحب کا دامن نہ چھوڑا۔ میں نے بعض پرانے احمدیوں سے ان کے احمدی ہونے کی وجہ دریافت کی تو اکثر نے سب سے بڑی وجہ مرزا صاحب کے ذاتی اثر اور جذب اور مقناطیسی شخصیت کو پیش کیا...... میں نے ۱۹۱۶ء میں (حالانکہ اس وقت مرزا صاحب کو فوت ہوئے آٹھ سال گذر چکے تھے) میں قادیان جاکر ایک ایسی جماعت دیکھی جس میں مذہب کے لئے وہ سچا اور زبردست جوش موجود تھا جو ہندوستان کے عام مسلمانوں میں آجکل مفقود ہے۔"

قادیان میں جا کر انسان سمجھ سکتا ہے کہ ایک مسلمان کو محبت اور ایمان کی وہ روح جسے تمام مسلمانوں میں بے سود تلاش کرتا ہے احمدی جماعت میں بافراط ملے گی " (ترجمہ از انگریزی)
(" احمدیہ موومنٹ " مصنفہ مسٹر والٹر ایم - اے)

مسٹر لیوکس نے سیلون میں تقریر کرتے ہوئے کہا :-
" عیسائیت اور اسلام کے درمیان جو جنگ جاری ہے اس کا فیصلہ کسی بڑے شہر میں نہیں ہو گا - بلکہ ایک چھوٹے سے گاؤں میں ہو گا - جس کا نام قادیان ہے "
(بحوالہ تفسیر کبیر سورہ کوثر صفحہ ۱۴۹)

جناب مرزا سلطان محمد صاحب داماد مرزا احمد بیگ صاحب ہوشیار پوری (شوہر محمدی بیگم) کا تصدیقی خط - اور دلی عقیدت کا اعتراف

(نسالہ چھاؤنی
۱۲-۳-۲۰)

برادرم سلمہٗ

السلام علیکم - نوازش نامہ آپ کا پہنچا یاد آوری کا مشکور ہوں - میں جناب مرزا جی صاحب مرحوم کو نیک ، بزرگ اسلام کا خدمتگذار ، شریف النفس خدایاد پہلے بھی اور اب بھی خیال کر رہا ہوں - مجھے ان کے مریدوں سے کسی قسم کی

مخالفت نہیں ہے۔ بلکہ افسوس کرتا ہوں کہ چند ایک امورات کی وجہ سے آپ کی زندگی میں ان کا شرف حاصل نہ کر سکا۔

نیاز مند سلطان محمد از نپالہ رسالہ ۹

یہ خط مرزا سلطان محمد صاحب مذکور کی اجازت سے اخبار الفضل مورخہ ۹ جون ۱۹۲۱ء میں شائع کیا گیا تھا۔ مخالفین احمدیت نے کئی دفعہ ان کو تکذیب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر آمادہ کرنے کی ناکام کوشش کی۔ چنانچہ مرزا سلطان محمد صاحب نے اقرار کیا کہ:۔

میرے خسر جناب مرزا احمد بیگ[1] صاحب واقعی پیشگوئی کے مطابق فوت ہوئے۔ مگر خدا تعالیٰ غفور و رحیم بھی ہے۔ اپنے دوسرے بندوں کی بھی سنتا ہے اور رحم کرتا ہے ...... میں ایمان سے کہتا ہوں کہ یہ نکاح والی پیشگوئی میرے لئے کسی قسم کے بھی شک و شبہ کا باعث نہیں

---

[1] اللہ تعالیٰ سے الہام پا کر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو یہ پیشگوئی فرمائی تھی کہ اگر احمد بیگ اپنی بڑی لڑکی محمدی بیگم میرے نکاح میں نہ دیگا تو بعد نکاح تین برس کے عرصہ میں فوت ہو جائیگا اور اس کا داماد اڑھائی سال کے عرصہ میں فوت ہو جائیگا۔ چنانچہ احمد بیگ نے محمدی بیگم کا نکاح ۷ اپریل ۱۸۹۲ء کو مرزا سلطان محمد سے کر دیا تو ۳۰ ستمبر ۱۸۹۲ء کو یہ پیشگوئی کے مطابق فوت ہو گیا۔ مرزا سلطان محمد ڈر گیا اور توبہ کر لی اور رجوع کرنے پر موت سے بچ گیا۔ بعد میں مرزا سلطان محمد کا لڑکا مرزا محمد اسحاق بیگ احمدی ہو گیا اور بیعت کی ... ۲۰ فروری ۱۹۳۲ء ... شائع کیا۔ یہ پیشگوئی احمد بیگ صفائی سے پوری ہوئی۔

ہوئی۔ باقی رہی بیعت کی بات، سو میں قسمیہ کہتا ہوں کہ جو ایمان اور اعتقاد مجھے حضرت مرزا صاحب پر ہے میرا خیال ہے کہ آپ کو بھی جو بیعت کر چکے ہیں اتنا نہیں ہوگا ...... باقی میرے دل کی حالت کا آپ اس سے ہی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس پیشگوئی کے وقت آریوں نے لیکھرام کی وجہ سے اور عیسائیوں نے آتھم کی وجہ سے مجھے لاکھ لاکھ روپیہ دینا چاہا تا میں کسی طرح مرزا صاحبؑ پر نالش کر دوں۔ اگر روپیہ میں لے لیتا تو امیر کبیر بن سکتا تھا۔ مگر وہ ایمان اور اعتقاد تھا جس نے مجھے اس فعل سے روکا۔"

(الفضل ۹/۱۴ رجون ۱۹۲۱ء)

جناب ایڈیٹر صاحب رسالہ "الثقافۃ" قاہرہ اپنے کثیر الاشاعت رسالہ الثقافۃ میں زیر عنوان "الاحمدیۃ فی الھند" رقمطراز ہیں:۔

"اصلاح اور دفاع کے لئے دینی غیرت کے جذبہ کی عالم اسلامی میں جدید اسلامی فرقہ منصہ شہود پر آیا ہے۔ اور وہ احمدیت یا قادیانیت ہے۔ یہ پنجاب یا پانچ دریاؤں کی زمین میں ظاہر ہوا ہے۔

پنجاب کے شہر قادیان میں اس فرقہ کے بانی میرزا غلام احمد قادیانی

مختلف خیالات عقلیہ کی جنگ کے وقت پیدا ہوئے۔ جب آپ جوان ہوئے اور آپ کی فراست درجہ کمال کو پہنچی، آپ کو اپنے ملک کے مسلمانوں کی حالت دیکھکر بہت دکھ ہوا۔ آپ کو عموماً تکلیف لاحق ہوئی۔ آپ کو ان گمراہ کن باطل اور غلط الزامات نے درد پہنچایا جو دشمنانِ اسلام کی طرف سے کئے جاتے تھے۔ یعنی وہ افسوسناک حالت جس نے بہت سے شستہ مسلمانوں کو تکلیف میں ڈال رکھا تھا۔ حالت مذکورہ نے مرزا غلام احمد قادیانی اور بعض مسلمانوں کو عاید شدہ اتہامات باطلہ کے ازالہ کے لئے اور مسلمانوں کو گذشتہ اچھی حالت کی طرف واپس لانے کے لئے مجبور کیا۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کو پیش کرتے ہوئے: ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا دعویٰ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے چودھویں صدی کے آخیر پہ دین اسلام کی روایات قدیمہ اور پامال شدہ شعائر کی تجدید کے لئے مبعوث فرمایا ہے۔

حقیقتاً قادیان کے یہ مہدی کاتب جہاں دماہر مصنف، تھے آپ قوت استنباط اور استنتاج کا مادہ وافر رکھتے تھے۔ آپ نے اپنے مذہب کو ساٹھ سے زیادہ دینی کتب میں اردو اور عربی زبان

میں تفصیل سے پیش کیا ہے۔ اور اپنے مہدی ہونے کی سچائی پر دلائل بیان کئے ہیں۔ آپ ایک صاحب علم ودوست تھے اس لئے آپ نے اپنے پیراؤں کو بھی محبتین علم بنا دیا۔ اور ان کو حصولِ علم کے لیے بقدر استطاعت ترغیب دلائی۔

آپ کی توجہ اخلاق کی طرف خاص طور پر تھی اس لئے آپ نے حقیقی فضیلت ایمان کا اصل قرار دیا۔ آپ علمی مواضیع میں عہد قدیم وجدید سے استشہاد کیا کرتے تھے۔ جو اس امر کی واضح دلیل ہے کہ آپ ان کو اپنے مطالعہ میں رکھا کرتے تھے۔ نیز آپ آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ سے بھی استشہاد فرمایا کرتے تھے۔

حضرت احمد قادیانی نے ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو لاہور وفات پائی آپ کو قادیان میں دفن کیا گیا۔ آپ کی قبر پر "مرزا غلام احمد مسیح موعود" کی عبارت کندہ کی گئی اور موعود کے معنے منتظر کے ہیں۔

قادیانی جماعت کے اخبارات ورسائل انگریزی وہندوستانی زبان میں شائع ہوتے ہیں۔ جس کے ذریعہ یہ اصحاب اپنے مبادی وعقائد کی تبلیغ کرتے ہیں"

(رسالہ الثقافہ ہفت روزہ ۲۸۔ ۱۹۳۹ء منقول الفضل ۲۳ اپریل ۱۹۳۹ء)

جناب مولوی سمیع اللہ خاں صاحب فاروقی جالندھری نے (جو جماعت احمدیہ سے تعلق نہیں رکھتے) تقسیم ملک پاک وہند سے قبل اسلامی فرقوں

سے کے باہمی اتحاد کی خاطر ایک ٹریکٹ بعنوان "اظہارِ حق" شائع فرمایا اور
اس میں حضرت بانیٔ سلسلۂ عالیہ احمدیہ علیہ السلام کی صداقت پرکھنے کے سلسلے
میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعض پیشگوئیوں کا تذکرہ کیا ہے اور ان کے
پورے ہونے کا اقرار کر کے اپنی انصاف پسندی کا ثبوت دیا ہے۔ چنانچہ
لکھتے ہیں :-

۱- "مرزا صاحب کی پیشگوئیوں کی تعداد تو بہت کثیر ہے۔ ان
میں سے اکثر ایسی ہیں جو گھریلو معاملات کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں۔ اس
لئے ان کی صداقت کو پرکھنا ہمارے لئے مشکل ہی نہیں بلکہ محال ہے۔

۲- ان میں سے بعض ایسی ہیں جن کا تعلق مرزا صاحب کے احباب یا
مریدوں سے ہے۔ اور ظاہر ہے کہ مرزا صاحب کے دوستوں یا
تابعداروں کی شہادت غیر جانبدارانہ نہیں ہو سکتی اس لئے ہم
ان پر بھی کوئی صحیح رائے قائم کرنے سے قاصر ہیں۔

۳- بعض پیشگوئیاں ایسی ہیں جن کا صحیح مطلب خود مرزا صاحب
بھی نہیں سمجھ سکے۔ اس لئے ان کے متعلق بھی رائے زنی کرنا
قطعاً بے سود و بے معنی ہے۔

۴- بعض پیشگوئیاں ایسے وقت میں شائع کی گئیں جبکہ نتیجہ نکل
چکا تھا اس لئے ایک مخالف انہیں بھی بناوٹی اور وضعی قرار
دے سکتا ہے۔ اس لئے ہم ان کے متعلق بھی تحقیق کرنا ضروری
نہیں سمجھتے۔

۵۔ بعض پیشگوئیاں مبہم الفاظ میں ہیں۔ اس لئے ہم انکو بھی نظرانداز کرتے ہیں۔

۶۔ بعض پیشگوئیوں میں وقت یا زمانہ کی کوئی قید نہیں لگائی گئی اس لئے ان کے متعلق کوئی رائے قائم کرنا بھی مشکل ہے۔

۷۔ بعض پیشگوئیاں ایسی ہیں جن کی نسبت قرائن پہلے ہی سے موجود تھے۔ اس لئے ان پیشگوئیوں کو ہم الہامی کہنے کی بجائے عقلی پیشگوئیاں کہنے میں زیادہ حق بجانب ہو سکتے ہیں۔

۸۔ بعض پیشگوئیاں ایسی بھی ہیں جو حیرت انگیز طریق پر پوری ہوئی ہیں اور ان کو دیکھکر تعجب ہوتا ہے کہ یہ کیونکر ممکن ہے کہ ایک شخص کئی کئی سال پہلے ایسی محیّر العقول باتیں کہدے جنکی نسبت بظاہر کوئی قرائن بھی موجود نہ ہوں۔

مرزا صاحب کی پیشگوئیاں

(۱) ۱۸۹۲ء میں مرزا صاحب کو معلوم ہوا کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی مرنے سے پہلے[1] میرا مومن ہونا تسلیم کر لیں گے۔ اس پیشگوئی کے پورے بیس برس بعد ۱۹۱۲ء میں جبکہ مرزا صاحب کو فوت ہوئے چھ برس گذر چکے تھے گوجرانوالہ کی عدالت میں

---

[1] استفتاء اردو صفحہ ۲۲ حاشیہ۔

بیان دیتے ہوئے تسلیم کر لیا کہ فرقہ احمدیہ بھی قرآن اور حدیث کو مانتا ہے اور ہمارا فرقہ کسی ایسے فرقے کو جو قرآن اور حدیث کو مانے کافر نہیں کہتا۔ (دیکھو مقدمہ ۱۳۳ بعدالت لالہ دیوکی نندن مجسٹریٹ درجہ اول) واضح ہے کہ مولوی محمد حسین بٹالوی مرزا صاحب کے سخت مخالف تھے حتیٰ کہ آپ نے مرزا صاحب پر کفر کے فتوے لگائے۔ عین اس زمانہ میں مرزا صاحب نے پیشگوئی کی کہ مولانا موصوف وفات سے قبل میرا مومن ہونا تسلیم کر لینگے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور مولوی صاحب کو عدالت میں یہ بیان دینا پڑا کہ ان کا فرقہ جماعت مرزائیہ کو مطلقاً کافر نہیں کہتا۔ یہ ایک ایسا بدیہی نشان ہے جس سے انکار نہیں ہو سکتا۔

(۲۹) پنڈت لیکھرام کی وفات کی مرزا صاحب نے پیشگوئی کی اور کہا کہ "عید اس نشان کے دن سے بہت قریب ہوگی"۔ یعنی لیکھرام کی وفات اور عید کا دن متصل ہوں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور پنڈت لیکھرام عید کے دوسرے دن مقتول ہوئے یقیناً یہ بات انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔ ایک شخص عرصہ پہلے یہ کہدے کہ فلاں شخص فلاں موقع قتل ہوگا۔ اور پھر ایسا ہی ہو۔ یقیناً اس قسم کے واقعات انسانی عقل سے بہت بالا ہیں۔

(۳۰) ۲۶-۲۷-۲۸ دسمبر ۱۸۹۶ء کو لاہور میں جلسہ مذاہب ہونیوالا

تھا جس میں دوسرے مذاہب کے نمائندوں کے علاوہ مرزا صاحب نے
بھی تقریر کرنی تھی۔ عجیب بات یہ ہے کہ ۲۱ر دسمبر ۱۸۹۶ء کو
مرزا صاحب کو بقول ان کے اللہ تعالیٰ سے اطلاع ملی کہ ان کا
مضمون سب سے بلند رہے گا۔ چنانچہ اسی روز آپ نے
اشتہار کے ذریعہ اعلان بھی کر دیا کہ ہمارا ہی مضمون غالب رہے گا۔
نتیجہ یہ ہوا کہ مرزا صاحب کا مضمون سب پر غالب رہا۔ اور
سول ملٹری گزٹ پنجاب۔ ابزرور اور دوسرے اخباروں نے
صاف صاف لکھ دیا کہ مرزا صاحب کا مضمون بہت بلند تھا۔ خود
صدر جلسہ نے جلسہ کی کارروائی کی جو رپورٹ مرتب کی اس میں بھی
اس مضمون کی خوبیوں کا اعتراف کیا۔

یہ ایسی باتیں نہیں ہیں جنہیں اتفاقی کہا جائے۔ ایک شخص
کئی روز پہلے یہ اعلان کرتا ہے کہ اس کا مضمون سب پر بازی
لے جائے گا۔ حالانکہ دوسرے مقرر بھی کچھ کم پایہ کے لوگ نہ تھے
بالضرور اس میں تصرف الٰہی کے کرشمے نمودار ہیں۔

(۴) ۲۲ر مئی ۱۹۰۵ء کو آپ نے رؤیا دیکھا "آہ نادر شاہ
کہاں گیا"۔ یہ اس وقت کی بات ہے جبکہ نادر خاں ابھی بچہ
ہی ہوگا۔ اور اس وقت دنیا کے تمام بادشاہوں میں کوئی
نادر شاہ بادشاہ نہ تھا۔ لیکن حیرانی ہے کہ بعد میں ایک شخص غیر متوقع
طور پر نادر خاں سے نادر شاہ بنا اور وہ طبعی موت سے بھی

نہ مرا بلکہ ایسے طریق سے قتل ہوا کہ اس وقت ہر زبان پر یہی
الفاظ جاری تھے کہ "آہ نادر شاہ کہاں گیا"۔

یہ اس قسم کی باتیں ہیں جنہیں کوئی انسان قرآن سے نہیں سمجھ
سکتا۔ اور بغیر تصرف الٰہی کے ۱۹۳۰ء میں ہونیوالے ایک
واقعہ کی خبر ۱۹۰۵ء میں دینا ناممکن ہے۔ پس اس سے صاف
ثابت ہوتا ہے کہ اس اطلاع میں خدا تعالیٰ کا تصرف کام کر رہا تھا۔

(۵) مرزا صاحب کو الہام ہوتا ہے غلبت الروم فی ادنی الارض
...... الخ۔ اور یہ پیشگوئی حرف بحرف پوری ہوئی ہے۔ اگر
تصرف الٰہی کام نہیں کرتا تو یہ کسطرح ممکن ہو سکتا ہے کہ ایک شخص
عرصہ پہلے ایک ایسی بات کہہ دے جس کے حصول میں اسے مطلق کوئی
دسترس حاصل نہ ہو اور پھر وہ بات بجنسہ پوری بھی ہو جائے۔ روم
کے معاملہ میں مرزا صاحب یا آپ کی جماعت کو ذرہ بھر بھی دخل حاصل
نہ تھا۔ روم کے مغلوب ہونے میں مرزائیوں کا کچھ بھی ہاتھ نہ ہو سکتا تھا۔
اور پھر مغلوب ہونے کے بعد دوبارہ غلبہ حاصل کرنے میں مرزائیوں
کی کوئی طاقت بروئے کار نہ آسکتی تھی۔ لیکن اس کامل بے بسی کے
عالم میں مندرجہ بالا پیشگوئی جس نے تھوڑا ہی عرصہ بعد پوری ہو کر لوگوں کو
محو حیرت کر دیا۔

(۶) دسمبر ۱۹۰۵ء میں آپکو اطلاع ملتی ہے کہ "میں تیری جماعت کیلئے

۱؎ تاریخ پیشگوئی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء (اشتہار)

تیری ہی ذرّیت سے ایک شخص کو قائم کرونگا اور اُسکو اپنے قرب اور وحی سے مخصوص کرونگا۔ اور اسکے ذریعہ سے حق ترقی کریگا۔ اور بہت سے لوگ سچائی قبول کریں گے۔"

اس پیشگوئی کو پڑھو اور بار بار پڑھو اور پھر ایمان سے کہو کہ کیا یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی؟ جس وقت یہ پیشگوئی کی گئی ہے۔ اسی وقت موجودہ خلیفہ[1] ابھی بچے ہی تھے اور مرزا صاحب کی جانب سے انہیں خلیفہ مقرر کرانے کے لئے کسی قسم کی وصیت بھی نہ کی گئی تھی بلکہ خلافت کا انتخاب رائے عامہ پر چھوڑ دیا گیا تھا۔ چنانچہ اس وقت اکثریت نے حکیم نورالدین صاحب کو خلیفہ تسلیم کر لیا جس پر مخالفین نے محولہ صدر پیشگوئی کا مذاق بھی اڑایا۔ لیکن حکیم صاحب کی وفات کے بعد مرزا بشیرالدین محمود احمد خلیفہ مقرر ہوئے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ آپکے زمانہ میں احمدیت نے جس قدر ترقی کی وہ حیرت انگیز ہے۔ خود مرزا صاحب کے وقت احمدیوں کی تعداد بہت تھوڑی تھی۔ خلیفہ نورالدین صاحب کے وقت میں بھی خاص ترقی نہ ہوئی تھی لیکن موجودہ خلیفہ کے وقت میں مرزائیت قریباً دنیا کے ہر خطہ تک پہنچ گئی۔ اور حالات یہ بتلاتے ہیں کہ آئندہ مردم شماری میں مرزائیوں کی تعداد ۱۹۱۲ء کی نسبت دگنی سے بھی زیادہ ہوگی۔ بحالیکہ اس عہد میں مخالفین کی جانب سے مرزائیت کے استیصال کے لئے جسقدر منظم کوششیں ہوئی ہیں پہلے کبھی نہ ہوئی تھیں۔

---

[1] سیدنا حضرت مرزا محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الغرض آپ کی ذریت میں سے ایک شخص پیشگوئی کے مطابق جماعت کے انتظام کے لئے قائم کیا گیا اور اس کے ذریعہ سے جماعت کو حیرت انگیز ترقی ہوئی جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کی یہ پیشگوئی بھی من وعن پوری ہوئی۔

(۷) اپریل ۱۹۰۶ء میں آپ کو اطلاع ملی کہ "تزلزل در ایوان کسریٰ افتاد" اس پیشگوئی کی اشاعت سے تھوڑا ہی عرصہ بعد شاہِ ایران تخت سے معزول کئے گئے اور یہ پیشگوئی پوری ہو گئی۔

(۸) ۱۹۰۵ء میں لارڈ کرزن وائسرائے ہند نے بنگال کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ وائسرائے بہادر کے اس اقدام سے بنگالی مشتعل ہو گئے۔ اور انہوں نے مطالبہ کیا کہ بنگال کو دوبارہ متحد کر دیا جائے۔ وائسرائے نے انکار کر دیا۔ بنگالیوں نے ایجی ٹیشن شروع کر دی چنانچہ صوبہ بنگال میں تشدد کا دورہ دورہ شروع ہو گیا۔ انارکسٹ پارٹی نے بم سازی اور بمباری شروع کر دی۔ کئی انگریزوں کی جانیں ضائع ہوئیں۔ پولیٹیکل ڈاکوؤں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ الغرض بنگال کی حالت بے حد خطرناک ہو گئی۔ لیکن وائسرائے بہادر نے صاف طور پر اعلان کر دیا کہ وہ تقسیم بنگال کو ہرگز منسوخ نہ کریں گے۔ اس حالت میں کون سمجھ سکتا تھا کہ وائسرائے کا یہ حکم منسوخ ہو جائیگا اور بنگالیوں کی دلجوئی ہو گی۔

مگر قارئین متعجب ہوں گے کہ ۱۹۰۶ء میں مرزا صاحب کو اطلاع

ملی کہ پہلے بنگالہ کی نسبت جو کچھ حکم جاری کیا گیا اب انکی دلجوئی ہوگی۔ اس کے بعد بھی حکومت کی طرف سے یہی کہا جاتا تھا کہ اس حکم میں ترمیم نہ ہوگی۔ لیکن ۱۹۱۱ء میں شاہ جارج پنجم ہندوستان میں تشریف لائے۔ اور آپ نے تقسیم بنگال کو منسوخ کر کے بنگالیوں کی دلجوئی کر دی۔ گویا پانچ سال بعد خود بادشاہ سلامت کے ہاتھوں مرزا صاحب کی پیشگوئی پوری ہو گئی۔ یقیناً اس پیشگوئی کے پورا ہونے میں صاحب نظر لوگوں کے لئے ایک سبق ہے۔ اور اصحاب دانش کے لئے غور و فکر کا موقع ہے۔

(۹) ۲۰ر جولائی ۱۸۹۷ء کو آپ نے دیکھا کہ حکام کی طرف سے ڈرانے کی کچھ کاروائی ہوگی۔ پھر آپ نے دیکھا۔ کہ مومنوں پر ایک ابتلا آیا۔ پھر تیسری مرتبہ ایک اور اطلاع ملی کہ ؎

صادق آں باشد کہ ایام بلا ٭ میگذارد با محبت باوفا

ان تمام اطلاعات کا نتیجہ یہ ہوا کہ عبدالحمید نامی ایک شخص نے عدالت فوجداری امرتسر میں یہ بیان دیا کہ مجھے مرزا غلام احمد نے ڈاکٹر ہنری مارٹن کو قتل کرنے پر متعین کیا ہے۔ اس بیان پر مجسٹریٹ امرتسر نے مرزا صاحب کی گرفتاری کے وارنٹ جاری کر دیئے۔ لیکن بعد میں مجسٹریٹ کو معلوم ہوا کہ وہ وارنٹ کے اجراء کا مجاز نہ تھا۔ چنانچہ اس نے وارنٹ واپس منگوا لئے۔ اور مثل گورداسپور بھجوا دی۔ جس پر صاحب ضلع نے مرزا جی کو ایک معمولی سمن

سے ذریعے طلب کیا۔ یہاں خدا کا کرنا یہ ہوا کہ خود عبدالحمید نے
عدالت میں اقرار کر لیا کہ عیسائیوں نے مجھ سے یہ جھوٹا بیان
دلوایا تھا ورنہ مجھے مرزا صاحب نے قتل کے لئے کوئی ترغیب
نہیں دی۔ مجسٹریٹ نے یہ بیان سنکر مرزا صاحب کو بری کر
دیا۔ اور اس طرح سے مذکورہ بالا اطلاعات پوری ہوئیں۔

(۱۰) امریکہ کا ایک عیسائی ڈوئی نامی جو اسلام کا سخت دشمن تھا۔ اس
نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ مرزا صاحب نے اس کو بہت سمجھایا کہ وہ اپنے
دعوے سے باز آئے۔ مگر وہ باز نہ آیا۔ بلکہ مرزا صاحب اور ڈوئی کے
درمیان مباہلہ ہوا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کو نقد سات کروڑ روپیہ
کا نقصان پہنچا۔ اس کی بیوی اور بیٹا اس کے دشمن ہو گئے۔ اس پر
فالج کا حملہ ہوا۔ اور بالآخر وہ پاگل ہو کر مارچ ۱۹۰۷ء میں فوت
ہو گیا۔ اس سے پہلے اگست ۱۹۰۶ء میں مرزا صاحب کو یہ
اطلاع ملی تھی کہ "اس کے صیحون پر جلد تر ایک آفت آنے والی ہے۔"
چنانچہ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اپنے آباد کردہ شہر صیحون سے نہایت ذلت
کے ساتھ نکالا گیا۔

اس مباہلہ اور اطلاع سے صاف واضح ہوتا ہے کہ یہ دونوں
باتیں من وعن پوری ہوئیں۔ لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ایسا ہونا
محض ایک اتفاقی بات تھی۔ یا اس کے ساتھ خدائی امداد شامل تھی؟
حالات اس امر کا بدیہی ثبوت ہیں کہ یہ باتیں اتفاقی نہ تھیں بلکہ بتلانے والے

کا تصرف اسکے ساتھ شامل تھا۔ اب قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ کیا تصرفاتِ الٰہی سے کسی خائن اور کاذب کی بھی امداد ہوا کرتی ہے؟ یقیناً یہ بات سنت اللہ کے قطعاً خلاف ہے۔ پس ثابت ہوا کہ مرزا صاحب کی پیشگوئیوں کا صحیح نکلنا ان کی صداقت پر اہم دلیل کی حیثیت رکھتا ہے۔

(۱۱) مولوی کرم الدین صاحب نے مرزا صاحب کے خلاف ازالہ حیثیت عرفی کا ایک دعویٰ گورداسپور کی عدالت میں دائر کیا۔ بنائے دعویٰ مرزا صاحب کے یہ الفاظ تھے جو انہوں نے مولوی کرم الدین کے خلاف استعمال کئے تھے یعنی لئیم اور کذاب۔ عدالت ابتدائی نے مرزا صاحب کو ملزم قرار دیتے ہوئے سزا دیدی۔ لیکن مرزا صاحب کو اطلاع ملی "ہم نے تمہارے لئے لوہے کو نرم کر دیا۔ ہم کسی اور معنے کو پسند نہیں کرتے .... ان کی کوئی شہادت قبول نہیں کی جائے گی۔ اس کے بعد مرزا صاحب نے اپیل دائر کی جسپر صاحب ڈویژنل جج نے لکھا کہ کذاب اور لئیم کے الفاظ کرم الدین کے حسب حال ہیں۔ چنانچہ مرزا صاحب کو بری کر دیا۔

(۱۲) محولا بالا مقدمہ کے مجسٹریٹ سماعت کنندہ مسٹر آتما رام کے متعلق مرزا صاحب کو اطلاع ملی کہ آتما رام اپنی اولاد کے ماتم میں مبتلا ہوگا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بیس پچیس دن کے عرصہ میں یکے بعد دیگرے اسکے دو بیٹے وفات پا گئے۔

(۱۳) اپریل ۱۹۰۵ء میں آپ کو اطلاع ملی کہ "زار بھی ہوگا تو ہوگا
اس گھڑی باحالِ زار" یہ اس وقت کی بات ہے جبکہ زار اپنی
پوری قوت اور طاقت کے ساتھ روس کے کروڑہا بندگانِ خدا
پر خود مختارانہ حکومت کر رہا تھا لیکن چند ہی سال بعد انقلاب
روس کے نتیجہ پر بالشویکوں کے ہاتھ سے زارِ روس کی جو گت
بنی وہ نہایت ہی عبرت انگیز ہے۔

دنیا کا سب سے بڑا خود مختار بادشاہ پا بہ جولاں ہے۔ اس
کے خاندان کے تمام ارکان پابندِ سلاسل ہیں اور باغی اپنی سنگینوں
اور بندوقوں سے خاندانِ شاہی کے ایک ایک رکن کو ہلاک کرتے
ہیں۔ جب زار کے تمام بچوں اور بیوی کو باغی تڑپا تڑپا کر مار چکتے
ہیں تو زار کو نہایت بے رحمانہ طریق پر قتل کر دیتے ہیں۔

(۱۴) ۱۸۷۷ء کی بات ہے کہ مرزا صاحب نے عالم رؤیا میں دیکھا کہ
رلیا رام وکیل نے ایک سانپ میرے کاٹنے کیلئے مجھے بھیجا
ہے اور میں نے مچھلی کی طرح تل کر واپس کر دیا ہے۔ اس
رؤیا کے بعد مرزا صاحب نے رلیا رام وکیل کے اخبار میں چھپنے کے
لئے ایک مضمون بھیجا اور اس پیکٹ میں ایک خط بھی رکھ دیا۔
مرزا صاحب کو یہ علم نہ تھا کہ پیکٹ میں خط رکھنا قانونِ ڈاکخانہ کی
رو سے جرم ہے، رلیا رام وکیل جانتا تھا کہ مرزا صاحب کا یہ فعل
قانونی طور پر جرم ہے۔ اور اس کی سزا پانچسو روپیہ جرمانہ اور چھ ماہ

قید ہے ۔ رلیا رام نے اس خط کی مخبری کر دی جس پر افسرانِ ڈاک نے
مرزا صاحب پر مقدمہ چلا دیا ۔ عدالت گورداسپور سے طلبی ہوئی ۔
مرزا صاحب نے وکیلوں سے مشورہ کیا تو ان سب نے یہی کہا کہ سوائے
جھوٹ بولنے کے کوئی چارہ نہیں ہے ۔ لیکن مرزا صاحب نے
جھوٹ بولنے سے انکار کر دیا ۔ بلکہ عدالت میں اقبال کیا کہ
یہ میرا خط ہے ۔ پیکٹ بھی میرا ہے ۔ میں نے اس خط کو
پیکٹ کے اندر رکھکر روانہ کیا تھا ۔ مگر میں نے بدنیتی
سے یہ کام نہیں کیا ۔ افسر ڈاکخانہ نے جو مدعی تھا مرزا صاحب
کو پھنسانے کی بہت کوشش کی لیکن اسکے دلائل کا عدالت پر
کچھ اثر نہ ہوا ۔ چنانچہ عدالت نے مرزا صاحب کو بری کر دیا ۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ عرصہ پہلے رلیا رام کا سانپ بھیجنا اور
مرزا صاحب کا ٹی ہوئی مچھلی کو ٹانا اور پھر اس مقدمہ کا رلیا رام کے
ہاتھ سے ہی شروع ہونا اور مرزا صاحب کا باعزت طریق پر بری
ہونا اپنے اندر کئی سبق رکھتا ہے ۔ ہو نہیں سکتا کہ کوئی شخص
اٹکل پچو طریق پر ایسی پیشگوئی کر دے جو حرف بحرف پوری ہو کر
رہے ۔

چشمِ بصیرت رکھنے والے لوگوں کے لئے ان پیشگوئیوں
کی صداقت میں شبہ کی کوئی گنجائش نظر نہیں آتی ۔ پھر سمجھ میں نہیں
آتا کہ بعض لوگ کیوں مرزا دشمنی میں اپنے آپ کو مبتلا کر رہے ہیں ۔

اور ایسے شواہد کی جانب سے چشم پوشی کر رہے ہیں جن کی تکذیب
محال ہے۔ علمائے اسلام سے مؤدبانہ التماس ہے کہ وہ بتلائیں
کہ کیا کوئی مسائل پہلے پتہ کی باتیں کہدینا سوائے تائید خداوندی
کے کسی اور صورت میں بھی ممکن ہے؟ اگر نہیں تو ایک ایسے آدمی
کی تکفیر کرنا از روئے اسلام کہاں تک جائز ہے؟

(۱۵) ۱۸۸۳ء میں مرزا صاحب کو یہ خبر تواتر کے ساتھ دی گئی کہ
"میں تمہاری مدد کروں گا"۔ اب دیکھنے والے یہ دیکھتے ہیں
اور جاننے والے یہ جانتے ہیں کہ عیسائیوں نے بلکہ خود مسلمانوں
نے آپ کے خلاف کئی مقدمے کھڑے کئے۔ اور ہر مقدمہ میں
بالآخر مرزا صاحب کو ہی فتح اور کامرانی حاصل ہوئی۔ سلسلہ
احمدیہ کے مٹانے اور درہم برہم کرنے کے لئے چاروں
طرف سے حملے کئے گئے مگر امر واقعہ ہے کہ احمدیت بڑے
زور سے ترقی کرتی رہی اور کر رہی ہے۔

جن دنوں میں مذکورہ بالا پیشگوئی کی گئی ان دنوں میں مرزا صاحب کے
پیروؤں کی تعداد شاید انگلیوں پہ گنی جا سکتی تھی۔ لیکن آج یہ
حالت ہے کہ ہندوستان کا شاید ہی کوئی ایسا شہر ہو گا جس میں
مرزائیت روز افزوں ترقی کر رہی ہے اور احرار کی شدید ترین
مخالفت کے باوجود مرزائیت پھیلتی جا رہی ہے۔

(۱۶) ۱۸۸۳ء میں آپ کو اطلاع ملی کہ "میں تجھے زمین کے کناروں

تک عزت کے ساتھ شہرت دونگا اور تیرا ذکر بلند کرونگا"
اس وقت بظاہر اس پیشگوئی کے پورا ہونے کے کوئی اسباب
موجود نہ تھے۔ لیکن ہم حیرت سے دیکھتے ہیں کہ اس بے کسی
کے عالم میں کی ہوئی پیشگوئی آج حرف بحرف پوری ہو رہی ہیں۔
اور مرزائیت دُنیا کے دُور دراز ممالک میں پھیلتی چلی جا
رہی ہے۔ یورپ کے قریباً تمام ممالک میں مرزائی مبلغ پہنچ
چکے ہیں۔ اور بڑے بڑے لوگ مرزائیت کے حلقہ بگوش
بن رہے ہیں۔ اگرچہ یہ باتیں بادی النظر میں معمولی معلوم
ہوں لیکن حقیقت یہ ہے کہ بے کسی اور بے بسی کے
عالم میں ایک شخص کا اتنا بڑا دعوے کر دینا کوئی معمولی بات
نہیں ہے۔ اُس وقت کون جانتا تھا کہ چند سال بعد ہی
مرزائیوں میں اتنی قوّت و طاقت پیدا ہو جائے گی کہ وہ
لاکھوں روپیہ سالانہ خرچ سے اپنے مبلّغ بلادِ یورپ میں بھجوا
دیں گے۔ اور پھر کون سمجھ سکتا تھا کہ بڑے بڑے لارڈ مرزائیت
کو قبول کرلیں گے۔ یہ تمام باتیں دُور از فہم تھیں جو آج بڑی حد
تک پوری ہو چکی ہیں۔ اور آثار و قرائن بتلاتے ہیں کہ بہت جلد یہ
پیشگوئی حرف بحرف پوری ہو کر رہے گی۔ ان حالات کے مطالعہ کے
فطری طور پر سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ آخر وہ کونسی طاقت ہے۔ جو

کئی کئی سال پہلے ایک ایسی بات مُنہ سے نکلوا دیتی ہے۔ جو آخرکار پوری ہو کر رہتی ہے۔ کاش اہل خرد سوچیں اور علمائے اسلام دلائل عقلی سے ثابت کریں۔ کہ کیونکر ایک کاذب ایسی ٹھکانے کی بات کہہ سکتا ہے اور پوری کمزوری کے عالم میں کس طرح ایک مفتری کو یہ جرأت ہو سکتی ہے کہ وہ نہایت بلند آہنگی سے اعلان کرتے کرتے ہے عزت اور غلبہ حاصل ہوگا۔

ہم یہ مان لیتے ہیں کہ ایک خدا کا خوف نہ رکھنے والا انسان اتنا بڑا طوفان باندھ سکتا ہے۔ لیکن کیا خدا تعالیٰ کی یہ عادت ہے کہ وہ مفتریوں اور خائنوں کی تائید اور حمایت کرے؟ کیا خدائے تعالیٰ کذب اور زور کی یوں سرپرستی کیا کرتا ہے۔؟ ہرگز نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ مرزا صاحب کے دعاوی اور پیشگوئیاں دشمنی اور جعلی نہ تھیں بلکہ وہ خدا کی طرف سے تھیں۔

(۷) نواب محمد علی خان آف مالیر کوٹلہ کی بیوی ابھی تندرست تھیں کہ مرزا صاحب کو الٰہی وفات کی اطلاع ملی اور اس کے ساتھ ہی دکھلایا گیا کہ "دردناک دکھ اور دردناک واقعہ" اس کی اطلاع نواب صاحب کو دی گئی۔ خدا کی قدرت کوئی چھ ماہ بعد بیگم صاحبہ کو سِل کا عارضہ لاحق ہو گیا اور آپ کچھ عرصہ بعد وفات پا گئیں۔

ظاہر ہے کہ سِل کا مرض نہایت تکلیف دہ ہوتا ہے۔ اور اس مرض کا مریض دردناک دکھ میں مبتلا ہو کر راہی ملک عدم ہوتا

سے ہے۔ بیگم صاحبہ کی صحت کی حالت میں اس قسم کی اطلاع کی اشاعت یقین کامل کے بغیر ناممکن ہے۔ اور یقین کامل خدا پر مضبوط ایمان اور اس کی جانب سے حتمی اطلاع کے بغیر محال ہے۔ ان تمام واقعات سے یہ امر سورج کی طرح روشن ہو جاتا ہے کہ مرزا صاحب کو شرح صدر حاصل تھا۔ اور آپ کو مخاطبہ و مکاشفہ کا شرف حاصل تھا۔

کون بدبخت کہہ سکتا ہے کہ خدا پر جھوٹ باندھنے والا بھی دنیا میں کامیاب و بامراد ہو سکتا ہے۔ اور اس کا سلسلہ روز افزوں ترقی کرتا ہے یہ سلسلۂ احمدیہ کی مسلسل ترقیاں اور اس جماعت کی پیہم کامیابیاں اسی امر کی روشن دلیلیں ہیں کہ نصرت الٰہی ان کے ساتھ ہے ۔۔۔ خود مرزا صاحب نے فرمایا ہے کہ ۔۔

کبھی نصرت نہیں ملتی در مولا سے گندوں کو
کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو

مندرجہ بالا شعر ہی بتلاتا ہے کہ مرزا صاحب کو خدا تعالیٰ پر کامل توکل اور پورا بھروسہ تھا۔ ورنہ جس کی طبیعت کے اندر گندگی اور پلیدگی ہو اسے کیونکر جرأت ہو سکتی ہے کہ وہ اعلان کرے کہ نصرت الٰہی گندوں کے لئے نہیں بلکہ پاکبازوں کے لئے ہے۔

الغرض اس قسم کی بیسیوں پیشگوئیاں ہیں جو پوری ہو چکی ہیں اور جن کے اندر عظیم الشان نشانات موجود ہیں۔ ان واقعات سے

متعلق اس امر کا اقرار ناگزیر ہے کہ مرزا صاحب کو ضرور اللہ تعالٰے سے ہمکلامی کا شرف حاصل تھا۔

ایک حیرت انگیز واقعہ

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "اگر کوئی مریض ہو یا مسافر ہو تو وہ دوسرے دنوں میں گنتی پوری کرے" یعنی بیمار اور مسافر بحالت مرض یا بصورت سفر روزہ نہ رکھے بلکہ رمضان کے بعد چھوڑے ہوئے روزے رکھ لے۔ خدا تعالیٰ کی جانب سے اس رعایت کا فائدہ نہ اٹھانا کفرانِ نعمت کے مترادف ہے۔ مرزا صاحب اور آپ کی جماعت خدائے تعالیٰ کی طرف سے دی ہوئی اس رعایت سے پورا فائدہ حاصل کرنے کے حق میں ہے جبکہ عام مسلمان اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی ہوئی اس سہولت سے استفادہ کرنا غیر ضروری سمجھتے ہیں۔

۱۹۰۵ء کے رمضان میں مرزا صاحب امرتسر تشریف لائے اور آپ نے بندے ماترم ہال میں ایک لیکچر دیا (مرزا صاحب کو چونکہ بالا ارشادِ باری کے تحت روزہ نہ تھا) اثنائے لیکچر میں آپ کے کسی مرید نے چائے کا پیالہ پیش کیا لیکن آپ نے ہاتھ سے پرے ہٹا دیا۔ چند منٹ بعد پھر اسی یا کسی دوسرے مرید نے آپ کے سامنے چائے کا پیالہ

پیش کیا۔ تو غالباً آپ نے اس خیال سے منہ سے لگالیا کہ مجمع عام سے ذکر خدا کے ایک حکم سے روگردانی جائز نہیں۔

جب مرزا صاحب نے چائے کا پیالہ منہ سے لگایا تو امرتسر کے مسلمان بھڑک اُٹھے۔ شورِ محشر برپا ہوگیا۔ خشت باری شروع ہوگئی۔ اور لوگ مرزا صاحب پر حملہ کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ آپ کے مریدوں نے آپ کو حلقہ میں لے لیا۔ پولیس بھی موقع پر پہنچ گئی اور آپ صحیح وسالم قیام گاہ پر پہنچ گئے۔

دوسرے برس عین ماہِ رمضان کے اندر امرتسر میں اس قدر ملیریا پھیلا کہ شاید ہی کوئی انسان اس کی زد سے بچا ہو۔ مسلمان ماہِ صیام میں بازاروں اور کوچوں میں بیٹھکر حقہ نوشی کرتے تھے اور سوائے چند انسانوں کے (جو شاید تندرست ہوں) باقی تمام مسلمان بے روزہ تھے۔

اس واقعہ نے مسلمانانِ امرتسر کو گویا مجبور کردیا کہ وہ خدا کی دی ہوئی محولا بالا رعایت سے استفادہ کریں۔ اور اگر چشم بصیرت رکھتے ہوں تو سوچیں کہ علیم کل خدا نے جو رعایت عطا فرمائی ہے اس سے فائدہ حاصل کرنا ہی پڑتا ہے۔"

(رسالہ اظہار حق مطبوعہ نذیر پرنٹنگ پریس امرتسر
باہتمام سید مسلم حسن صاحب زیدی۔ سن اشاعت قبل از ۱۹۳۷ء
بحوالہ رسالہ التبلیغ۔ ربوہ۔ ۲۰ر فروری ۱۹۵۲ء)

سردار ارجن سنگھ صاحب ایڈیٹر رسالہ رنگین امرتسر بعنوان ایک حیرت انگیز پیش گوئی لکھتے ہیں:۔

"مرزا (غلام احمد) صاحب نے ۱۹۰۱ء میں جبکہ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب موجودہ خلیفہ ابھی بچے ہی تھے۔ یہ پیشگوئی کی تھی ؎

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا ۔۔ جو ہوگا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دور اس مہ سے اندھیرا ۔۔ دکھاؤں گا کہ اک عالم کو پھیرا

یہ پیشگوئی بے شک حیرت پیدا کرنے والی ہے۔ ۱۹۰۱ء میں نہ مرزا بشیرالدین محمود احمد کوئی بڑے عالم و فاضل تھے۔ اور نہ آپ کی سیاسی قابلیت کے جوہر کھلے تھے۔ اس وقت یہ کہنا کہ تیرا ایک بیٹا ایسا ہوگا۔ ضرور کسی روحانی قوت کی دلیل ہے ...... جس وقت مرزا صاحب نے مندرجہ بالا اعلان کیا اس وقت آپ کے تین بیٹے تھے۔ آپ تینوں کیلئے دعائیں بھی کرتے تھے لیکن پیشگوئی صرف ایک کے متعلق ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ وہ ایک فی الواقع ایسا ثابت ہوا ہے جس کی نسبت کہا جا سکتا ہے کہ اس نے ایک عالم میں تغیر پیدا کر دیا ہے"۔

(رسالہ خلیفہ قادیان ص۸۷)

جماعت احمدیہ کی عالمگیر تبلیغ اسلام اور نمایاں کامیاب مساعی کا اعتراف

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"کیا یہ عظیم الشان نشان نہیں کہ کوششیں تو اس غرض سے کی
گئیں کہ یہ تخم جو بویا گیا ہے اندر ہی اندر نابود ہو جائے اور صفحہ ہستی
سے اس کا نام و نشان نہ رہے مگر وہ تخم بڑھا اور پھولا اور ایک درخت
بنا اور اس کی شاخیں دور دور چلی گئیں اور اب وہ درخت
اس قدر بڑھ گیا ہے کہ ہزارہا پرند اس پر آرام کر رہے ہیں"
(نزول المسیح ص۹)

شہرہ پایا

دیکھو خدا نے سارے جہاں کو جھکا دیا
گمنام پا کے شہرۂ عالم بنا دیا

مشہور جرنلسٹ جناب مسٹر محمد اسلم خاں بلوچ آڈیٹر اخبار "المبین" امرتسر نے قادیان جا کر جماعت احمدیہ کے فدائی سپاہیوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور جماعت کی تعلیم و عقائد اور کردار کا گہری نظر سے مطالعہ کیا اور واپسی پر بدیں الفاظ اپنے تاثرات کا اظہار کیا :-

"عالم اسلام کی خطرناک تباہ انگیزیوں نے مجھے اس اصول پر قادیان جانے پر مجبور کیا کہ احمدی جماعت جو بہت عرصہ سے یہ دعویٰ کر رہی ہے کہ وہ دنیا کو تحریری و تقریری جنگ سے مغلوب کر کے اسلام کا حلقہ بگوش بنائے گی - آیا وہ ایسا کرنے کی اہلیت رکھتی ہے۔..............

جو کچھ میں نے احمدی قادیان میں جا کر دیکھا وہ خالص اور بے ریا توحید پرستی تھی اور جس طرف نظر اٹھتی تھی قرآن ہی قرآن نظر آتا تھا - غرض قادیان کی احمدی جماعت کو عملی صورت میں اپنے اس دعویٰ میں کہیں بڑی حد تک سچا ہی سچا پایا کہ وہ دنیا میں اسلام کو پُر امن صلح کے طریقوں سے تبلیغ و اشاعت کے ذریعے ترقی دینے کے اہل ہیں - اور وہ ایسی جماعت ہے -

جو دنیا میں عموماً قرآن مجید کے خالصۃً للہ پیرو اور اسلام کی فدائی ہے۔ اور اگر تمام دنیا اور خصوصاً ہندوستان کے مسلمان یورپ میں اشاعت اسلام کے ان اداروں کی عملاً مدد کریں تو یقیناً یورپ آفتاب اسلام کی نورانی شعاعوں سے منور ہو جائے گا۔ اور روس جو بخواہ مسیحیت کو چھوڑ اپنے مادہ پرست نام لیوا مجاہدوں کی بوالہوسی کو پورا کرنے کی خاطر اسلامی ممالک کو تاخت و تاراج کرنے اور اسلام کا نام دنیا سے مٹانے پر تلی بیٹھی ہے۔ اس طریقے سے شکست فاش ہوگی"

(بحوالہ بدر ۱۳ مارچ ۱۹۱۳ء)

عیسائی رسالہ "مسلم ورلڈ" میں ایک یورپین مستشرق نے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی انگریزی تفسیر قرآن کے پارہ اول پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا۔

"احمدیت کے لٹریچر کا مطالعہ ہی اس بات کا اندازہ کرنے میں مدد دے سکتا ہے کہ مذاہب کی موجودہ جنگ میں اسلام اور مسیحیت میں سے کون غالب آنے والا ہے" (یعنی اسلام۔ ناقل)

(مسلم ورلڈ اپریل ۱۹[illegible]ء)

جناب ایڈیٹر صاحب "وکیل" امرتسر نے لکھا۔

"اہل قادیان کا ذوق و شوق تبلیغ لائق داد و قابل تحسین ہے۔"

(وکیل امرتسر ۸ اپریل ۱۹۱۳ء)

جناب ایڈیٹر صاحب رسالہ "صوفی" نے لکھا:۔

"اس حقیقت سے انکار نہیں ہو سکتا کہ احمدی جماعت نے ہندوستان سے باہر وہ کام کرکے دکھلایا جو کسی ملک کے مسلمانوں نے اس وقت تک نہیں کیا تھا۔ یہ جماعت کوشش کر رہی ہے کہ دنیا کے تمام حصوں میں اپنے مسلک کی تبلیغ کا کام جاری کر دیں چنانچہ چین۔ افریقہ۔ آسٹریلیا وغیرہ میں ان کی مشنری کام کر رہی ہے اور امریکہ میں بھی ان کے مبلغ محنت سے کام سرانجام دے رہے ہیں۔ امریکہ میں ان کو قدم رکھے ہوئے دوسرا سال ہے۔ لیکن اس قلیل زمانہ میں انہوں نے وہاں کافی مقبولیت حاصل کر لی ہے۔ انہوں نے وہاں سے شمس الاسلام رسالہ بھی جاری کیا ہے۔ اسکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا ہی میں وہ کن کن مشکلات میں گھر گئے لیکن چونکہ عزم مستقل تھا اور ہمت استوار۔ اسی لئے مصیبتوں کا بادل چند دن میں چھٹ گیا اور کامیابی کی شعاعیں نمودار ہونے لگیں لیکن افسوس ہے کہ ہندوستان کی جماعت اسلام اس سے بالکل غافل ہے۔ اور علماء کا گروہ اس طرف بالکل توجہ نہیں کرتا۔ تاہم احمدی جماعت کی اس قوتِ عمل کو ایک نمونہ کی صورت میں ضرور پیش کرنا چاہتے ہیں۔ جو غالباً بہترین درسِ عمل ہے۔ شمس الاسلام کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ امریکہ خاص احمدی

معتقدات کی تبلیغ ہو رہی ہے ۔ وہاں کی آبادی جو اس وقت
اسلام کی تعلیمات سے ہی ناواقف تھی۔ نہایت سرعت کے
ساتھ قادیانی ہوتی جا رہی ہے ۔ ہر چند یہ بھی بسا غنیمت ہے کہ
ایک مسیحی ہی قادیانی ہو کر مسلمان ہو جائے ۔ اس لئے کوئی وجہ
نہیں کہ ہم اس جماعت سے خوش نہ ہوں ۔ کہ وہ بھی فی الجملہ
دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہیں"

(رسالہ صوفی اکتوبر ۱۹۲۱ء)

جناب ایڈیٹر صاحب شیعہ اخبار "ذوالفقار" لاہور نے "تحفہ شہزادہ ویلز"
مصنفہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ جو برطانیہ کے ولی عہد
ہز رائل ہائینس پرنس آف ویلز (جو بعد میں ایڈورڈ ہشتم بنے) کی خدمت میں مورخہ
۲۷ فروری ۱۹۲۲ء کو لاہور میں پیش ہونے پر لکھا کہ:-

"ہمیں اطلاع ملی کہ لاہور اور جموں تک اس سفر میں ولی عہد
صاحب بہادر نے اسے بغور پڑھا اور بعض مقامات پر پرنس آف
ویلز کا چہرہ گلاب کے پھول کی طرح کھل جاتا تھا ......
...... ہم نے بھی اس تحفہ کو بغور دیکھا۔ ہم خلیفہ ثانی سلسلہ احمدیہ
کی اشاعت اسلام میں ہمت کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے چاہے
کسی کارخانہ کا کوئی کاریگر ہماری شکل کا کوئی اور کافر کیوں نہ تراش
سکے لیکن یہ بڑی بے انصافی ہو گی کہ ہم ایک اچھے کام کو اچھا نہ کہیں۔"

تحفۂ شہزادہ ویلز کا بہت سا حصہ ایسا ہے جو تبلیغ اسلام سے لبریز ہے۔ اور ایک عظیم الشان کارنامہ ہے کہ جس کو دیکھتے ہوئے غیر احمدی ضرور رشک کریں گے۔ یہ ضروری ہے کہ ہم اخبار نویسی کے میز پر تعصب کی مالا گلے سے اتار کر رکھ دیتے ہیں اس واسطے اس تحفہ کو دیکھکر عش عش کر اٹھے۔ اس تحفہ میں فاضل مصنف نے سنت رسول اللہ پر پورا پورا عمل کیا ہے۔ دعوت اسلام کو بڑی آزادی اور دلیری کے ساتھ برطانیہ کے تخت و تاج کے وارث تک پہنچا دیا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اسلام کے کسی فرقہ کا کوئی فرد یا موجودہ زمانہ کا کوئی شورش پسند اخبار حسد اور بغض کی راہ سے اس تحفہ پر کوئی حملہ کرے .... ہمیں اس تحفہ میں کوئی ایسا مقام دکھائی نہیں دیا کہ جس میں خوشامد سے کام لیا گیا ہو۔ ہاں بعض مقامات ایسے ہیں جس میں مرزا غلام احمد صاحب آنجہانی کے ابتدا سے آخر تک مختصر سے حالات لکھے ہیں لیکن وہ مقامات امن پسندی اور حکومت کی وفاداری کا اظہار ہیں یہ ظاہر ہے کہ بد امنی اور شورش پسند فرقہ کو کبھی خدا دوست نہیں رکھتا اور تباہ اور برباد کر دیتا ہے۔......

آخر میں ہم ضرور لکھنے پر مجبور ہیں کہ مرزا محمود احمد صاحب نے اپنے سلسلہ کی فلاح و بہبود کے واسطے وہ کام کیا ہے جس سے دوسرے فرقہ والے مسلمانوں کو بجائے حسد کے ایک سبق حاصل کرنا چاہیئے۔"

(ذوالفقار ۲۴ اپریل ۱۹۲۳ء بحوالہ الفضل ۸ مئی ۱۹۲۳ء)

اخبار "لیڈر" دہلی نے تحفۂ شہزادہ ویلز پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:-

"گو میں عیسائی نہیں مگر عیسائیوں کے گھر پیدا ہوا ہوں اور
ان کے لٹریچر کو خوب سمجھتا ہوں۔ لیکن جو کچھ مجھے اس کتاب سے
حاصل ہوا ہے اور جو میں نے حظ اٹھایا ہے۔ اسے بیان
نہیں کر سکتا۔ اس کتاب کا لکھنے والا گو مسلمان ہے۔ لیکن
شبہ غالب ہے کہ وہ عیسائیوں میں سالہا سال تک رہا ہے۔ اور
ان کے لٹریچر کو اچھی طرح سے پڑھا ہے۔ ورنہ یہ بہت مشکل
ہے کہ وہ عیسائیوں کو ایسی پتہ کی باتیں اس ڈھنگ سے
بتا سکے۔ آج تک کوئی ایسی کتاب میری نظر سے نہیں گذری
جو مذہبی بنیاد پر لکھی گئی ہو اور تعصب سے مبرا ہو۔ یقیناً
اپنی شان کی یہ پہلی کتاب ہے۔"

(بحوالہ تاریخ احمدیت جلد ۵ ص ۳۰۴)

مشہور مسلم لیڈر جناب محی الدین غازی لکھتے ہیں:-

"یورپ خاص طور پر مذہب سے بیزار اور اسلام کی حریف دنیا
میں علم تبلیغ بلند کرنے کی کسی عالم دین یا کسی علمی ادارے کو توفیق
نہیں ہوئی۔ اگر علم تبلیغ ہاتھ میں لے کر اٹھا تو وہ یہی قادیانی
فرقہ تھا۔"

کاش اس فرقہ زہاد سے اٹھتا کوئی
کچھ ہوئے تو یہی رندان قدح خوار ہوئے

اس جماعت نے تبلیغی مقاصد کے لئے سب سے پہلے اسی سنگلاخ زمین کو چنا اور یورپ و امریکہ کا رُخ کیا۔ اور اُن کے سامنے اسلام کو اصلی و سادہ صورت میں اور اس کے اصولوں کو ایسی قابلِ قبول شکل میں پیش کیا کہ ان ممالک کے ہزارہا افراد و خاندان دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ اور یدخلون فی دین اللّٰہ افواجا کا سماں آنکھوں میں پھر گیا۔"

(تاثراتِ قادیان ص۱۲۴) و
تاریخ احمدیت حصہ اوّل ص۲۸-۲۹)

پیسہ اخبار لاہور نے لکھا:۔

"اس وقت ملک میں ایک احمدیہ جماعت ہی اسلام کا باقاعدہ کام کر رہی ہے۔ اور دیگر تمام مسلمانوں کی کوئی انجمن اشاعتِ اسلام نہیں کرتی ہے۔"

(۱۱ر نومبر ۱۹۲۲ء)

تحریک شدھی کے خلاف جماعت احمدیہ کا محاذ
اور
مساعی میں نمایاں فتوحات پر غیروں کا اعتراف

۱۹۲۳ء کے آغاز میں ہندوؤں نے یوپی کے اضلاع آگرہ - متھرا -
شاہجہانپور - مین پوری - فرخ آباد - علی گڑھ - بدایوں - متھرا - اٹاوہ اور
ملحقہ ریاستیں بھرت پور - کروا - جیسور وغیرہ میں اقتصادی لحاظ
سے غریب اور تعلیمی لحاظ سے کمزور ملکانہ راجپوت مسلمانوں کو لالچ دیکر
اور رعب ڈالکر شدھی کر کے ہندو بنانا شروع کیا۔ اور اس تحریک کے سرگرم لیڈر
مشہور آریہ سماجی سوامی شردھانند تھے۔ متعلقہ علاقہ کے راجاؤں کے علاوہ مہاراجہ
کشمیر نے بھی اس تحریک کی پوری پشت پناہی کی۔ اسلام پر اس خطرناک حملہ اور غریب
مسلمانوں کی کس مپرسی کو دیکھکر سیدنا حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ
کرانے کا ذیل ترتیب اختیار۔ اور حضرت المصلح الموعود اطال اللہ بقاءہ نے فوری طور پر
اس تحریک کے خلاف اس علاقہ میں احمدی مبلغوں کا وسیع جال پھیلا دیا۔ اس
کارزار اور جہاد کبیر میں جماعت احمدیہ کے ہر طبقہ نے حصہ لیا اور بھوکے پیاسے
رہ کر دن رات دین کی تجارت اور کوششوں سے شدھی کی تحریک کو بند کر دیا اور ملکانہ
راجپوتوں کو دوبارہ مسلمان بنایا اور انہیں پختہ مسلمان بنانے کی مہم کو سالہا سال
تک جاری رکھا۔ بیشک جماعت احمدیہ کے علاوہ دیگر اسلامی فرقوں کے لوگ بھی

اس میدان میں پہنچے۔ مگر احمدیوں کے کام میں روڑا اٹکانے کے لئے! اِن کو کیا معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے سے مقدر کر رکھا تھا کہ یہ مہم احمدیوں کے ہاتھوں سے سر ہوگی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے کئی سال قبل اپنے مسیح پاک علیہ السلام کو مصلح موعود کے بارہ میں یہ بشارت دی تھی کہ "وہ اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا۔ اور قومیں اس سے برکت پائیں گی" چنانچہ خدا تعالیٰ کا نوشتہ پورا ہوا۔ اور سیدنا حضرت المصلح الموعود اطال اللہ بقاءہٗ کی قیادت باسعادت میں احمدیوں کو شاندار فتوحات حاصل ہوئیں جن کا مخالفین نے برملا الفاظ میں اعتراف کیا۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مجاہدانہ کوششوں کے آغاز میں ہی دیگر اسلامی فرقوں کو اس میدان میں اترنے اور متحد طور پر کام کرنے کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا:۔

"ہندو اپنی پرانی کوششوں کے باوجود دس لاکھ روپیہ کا مطالبہ کر رہے ہیں مسلمانوں کو نیا کام شروع کرنا ہے۔ ان کیلئے بیس لاکھ روپیہ کی ضرورت ہے ..... اور ہم پچاس ہزار روپیہ ...... اس کام کے لئے جمع کریں گے ......۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی توفیق کے ماتحت ہماری جماعت تیس آدمی تبلیغی کام کرنے کے لئے دے گی۔ ضرورت ہوئی تو ہماری جماعت انشاء اللہ سینکڑوں تک ایسے آدمی مہیا کردیگی جو تبلیغ کا عمر بھر کا تجربہ رکھتے ہوں گے"

(بحوالہ تاریخ احمدیت جلد ۵ صفحہ ۲۳۵)

چنانچہ حضرت اقدس نے وسط مارچ ۱۹۲۳ء کو تحریک شدھی کے خلاف جہاد
کا آغاز فرمایا۔ اور اس میغہ "انسداد ارتداد ملکانہ" کا افسر حضرت صاحبزادہ مرزا
بشیر احمد صاحب قمر الانبیاء کو مقرر فرمایا۔ اور حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال
ایم اے کو علاقہ ملکانہ میں "امیر المجاہدین" مقرر فرمایا۔ اور ماتحتوں اور مقرر کردہ
کے لئے حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس کو مقرر فرمایا۔ اور اس علاقہ میں مجاہد
دیگرے بائیس بائیس افراد پر مشتمل آنریری مبلغین کے وفود بھیجے۔
قمر الانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد صاحب بہمراہ حجۃ اللہ حضرت نواب محمد علی خاں
صاحب رئیس مالیر کوٹلہ آگرہ تشریف لے گئے اور بچشم خود حالات کا مشاہدہ فرما کر
اور مجاہدین کو ضروری ہدایات دے کر واپس قادیان تشریف لائے۔ حضرت قمر الانبیاء
اپنے چشم دید تاثرات ان الفاظ میں اظہار فرماتے ہیں:-

> یہ ایک عظیم الشان جنگ تھی جس کا محاذ تقریباً ایک سو میل کی
> وسعت پر پھیلا ہوا تھا اور اس وسیع محاذ پر اسلام اور کفر کی
> فوجیں ایک دوسرے کے مقابل پر [illegible] کے ساتھ
> ڈیرہ جمائے پڑی تھیں۔ دوران جنگ میں احمدیت نے جنگجو دستہ
> کے لئے بعض خطرے کے مواقع بھی پیش آئے جنہیں بعض اوقات
> تقسیم نے نازک حالات پیدا کر دیئے۔ اور دنیا نے کئی دفعہ دیکھا کہ
> احمدی والنٹیئروں کی کوشش سے ایک شدھ شدہ گاؤں کو اسلام
> میں واپس لائے مگر ہندو دستہ نے پھر یورش کر کے اسے پھسلا
> دیا۔ مگر آخر ہمارے لوگوں نے دوبارہ حملہ کر کے پھر دوسری دفعہ واپس سر کر لیا۔

بعض دیہات نے کئی کئی دفعہ پہلو بدلا۔ کیونکہ اس کشمکش کے دوران میں بعض ملکانہ دیہات میں کچھ لالچ بھی پیدا ہو گیا تھا۔ مگر بالآخر ایک ایک کر کے ہر ہندو مورچہ فتح کر لیا گیا۔ اور خدا کے فضل سے شدھی کے مواج دریا نے مکمل پلٹا کھا کر اپنا رستہ بدل لیا۔ بلکہ اس جدوجہد میں ایک حد تک ملکانہ راجپوتوں کی دینی تربیت بھی ہو گئی اور ان سے کم از کم ایک حصہ خدا کے فضل سے صرف نام کا مسلمان نہیں رہا بلکہ اسلام کی حقیقت کو سمجھنے والا اور اسلام کے احکام پر چلنے والا بن گیا۔ مگر اس عظیم الشان فتح کے باوجود احمدیہ جماعت نے ابھی تک اس علاقہ کو چھوڑا نہیں۔ بلکہ جہاں غیر احمدی اور غیر مسلم دوعظ وان سے عرصہ ہوا کہ واپس آ گئے ہوئے ہیں احمدی مبلغوں کا ایک حصہ ابھی تک میدانِ عمل میں ہے۔ اور ان گری ہوئی قوموں کو اٹھانے اور پختہ مسلمان بنانے کا کام جاری ہے۔ جماعت احمدیہ کا یہ ایک ایسا سنہری کارنامہ تھا کہ سلسلہ احمدیہ کے دشمنوں تک نے اس کا برملا اعتراف کیا۔"

(سلسلہ احمدیہ صفحہ ۳۸۱)

اخبار ہمدم لکھنؤ نے اس وقت جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو متحد کام کرنے کی دعوت دی اور اپنی طرف سے پچاس ہزار روپیہ دینے کی پیشکش کی تو لکھا کہ:۔

"جماعت احمدیہ کے جوش و ایثار کو دیکھتے ہوئے ان کی طرف سے پچاس ہزار بلکہ اس سے زیادہ روپیہ اس غرض یعنی انسداد ارتداد کیلئے فراہم ہو سکنے کا قریب بیقین و احتمال ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ دیگر مسلمانوں سے ۱/۲ ۱ لاکھ تو کجا ایک لاکھ روپیہ بھی حالات موجودہ میں چند ہفتہ کے اندر جمع ہو جانے کی قوی تو کیا معمولی امید بھی ان کریقیوں سے نہیں باندھ سکتے۔" (ہمدم ۱۸ر مارچ ۱۹۲۳ء)

اخبار مشرق گورکھپور نے لکھا:-

"جماعت احمدیہ نے خصوصیت کے ساتھ آریہ خیالات پر بہت بڑی ضرب لگائی ہے۔ اور جماعت احمدیہ جس ایثار اور درد سے تبلیغ و اشاعت کی کوشش کرتی ہے۔ وہ اس زمانہ میں دوسری جماعتوں میں نظر نہیں آتی۔" (مشرق ۱۵ر مارچ ۱۹۲۳ء)

اخبار مشرق گورکھپور نے لکھا:-

"جماعت احمدیہ کے امام و پیشوائی لگاتار تقریروں اور تحریروں کا اثر ان کے تابعین پر بہت گہرا پڑا ہے۔ اور اس جہاد میں اس وقت سب سے آگے یہی فرقہ نظر آتا ہے۔ اور باوجود اس بات کے احمدی فرقہ کے نزدیک اس گروہ نو مسلم کی تائید کی ضرورت نہ تھی کیونکہ اس فرقہ سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا مگر اسلام کا نام لگا ہوا

تھا ماسٹنی اس کی شرم سے امام جماعت احمدیہ کو جوش پیدا ہو گیا اور آپ کی بعض تقریریں دیکھ کر دل پر بہت ہیبت طاری ہوتی ہے۔ کہ ابھی خدا کے نام پر جان دینے والے موجود ہیں۔ اور اگر ہمارے علماء کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ احمدیہ جماعت اپنے عقائد کی تعلیم دے گی تو وہ متفقہ جماعت ہیں ...... ایسا خلوص پیدا کرکے آگے بڑھیں کہ ستو کھائیں اور چنے چبائیں اور اسلام کو بچائیں۔ جماعت احمدیہ کے ارکان میں ہم یہ خلوص بیشتر دیکھتے ہیں۔ دیانت، ایفاءِ عہد۔ اپنے امام کی اطاعت۔ پس یہ جماعت فرد ہے جناب مرزا صاحب اور ان کی جماعت کی عالی حوصلگی اور ایثار کی تعریف کے ساتھ مسلمانوں کو ایسے ایثار کی غیرت دلاتے ہیں۔ دیانت اور امانت جو مسلمانوں کی امتیازی صفتیں تھیں آج وہ ان میں نمایاں ہیں۔ جماعت احمدیہ کی فیاضی اور ایثار کے ساتھ ان کی دیانت اور آمد و خرچ کے ابواب کی درستگی اور باقاعدگی سب سے زیادہ قابل ستائش ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ باوجود آمدن کی کمی کے یہ لوگ بڑے بڑے کام کر رہے ہیں "

(مشرق ۲۹ مارچ ۱۹۲۳ء)

شیعہ اخبار ذوالفقار لاہور نے لکھا:۔

" احمدی جماعت قادیانی۔ فتنۂ ارتداد کی روک تھام کے لئے

اور دل سے بڑی مستعدی اور عقیدتمندی کے ساتھ اپنی جماعت کے امام کی فرمانبرداری میں کمربستہ ہے وہ ان مقامات پر جا پہنچے جن مقامات پر کفر کے بادل چھا گئے ہیں اور گمراہی کی بجلیاں کوند رہی ہیں ...... اس جماعت کے تقریباً پچاس مبلغ وہاں پہنچ چکے ہیں اور یہ ایسے مبلغ ہیں کہ

(۱) آمد و رفت کا کرایہ خود خرچ کریں گے۔

(۲) تین ماہ تک اپنے کھانے پینے کا خود خرچ برداشت کریں گے۔

(۳) اپنے عیال کے اخراجات کیلئے بھی کسی قسم کی مدد کے طلبگار نہیں ہوں گے۔

(۴) اپنے افسروں کی ماتحتی پر مثل سپاہیوں کے فرمانبردار رہیں گے۔

(۵) وہ پیدل چلنے۔ بھوکے رہنے۔ جنگلوں میں گزرنے اور تکالیف کے مقابلہ کے لئے ہر طرح تیار ہیں۔ ...... اور یہ لوگ اس وقت نہایت تیز رفتاری سے کام کر رہے ہیں۔"

(اخبار زمیندار یکم اپریل ۱۹۲۳ء)

اخبار آریہ پتر کا بریلی نے لکھا:۔

"اس وقت ملکانے راجپوتوں کو ...... اپنی پرانی راجپوتوں کی برادری میں جانے سے باز رکھنے کے لئے جتنی اسلامی انجمنیں اور جماعتیں کام کر رہی ہیں۔ ان میں سے احمدیہ جماعت قادیانی کی سرگرمی اور کوشش فی الواقع قابل داد ہے۔" (آریہ پتر کا یکم اپریل ۱۹۲۳ء)

جناب چودھری نذیر احمد خان وکیل جے پوری نے لاہور میں تقریر کرتے ہوئے کہا :۔

"قادیان کی احمدیہ جماعت کے بہتر مبلغین کام کر رہے ہیں چوہدری فتح محمد صاحب ایم۔اے امیر وفد ایک نہایت ہی زیرک، فہیم، بردبار مدبر اور تبلیغ میں سالہا سال کا تجربہ رکھنے والے انسان ہیں۔ ان کا انتظام اور نظم ایسے اعلیٰ پیمانہ اور طریق پر ہے کہ تمام مبلغین بھیجنے والوں کو ان کا اتباع کرنا چاہیئے۔ اور حق یہ ہے کہ جب تک اس جماعت کے قواعد وضوابط اور ہدایات پر جو ان کو مرکز سلسلہ سے ملتی رہتی ہیں سب مبلغین کاربند نہ ہوں گے کامیابی محال ہے۔ احمدی مبلغین کو ہدایت ہے کہ وہ اپنے افسر کی اطاعت ایسی کریں کہ اگر جان جانے کا خطرہ بھی ہو تو بھی حکم بجا لائیں۔...... میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس جماعت کے سوا اور کسی فرد کی ایسی اعلیٰ تربیت نہیں۔ نہ سنیوں میں نہ شیعوں میں نہ کسی اور جماعت میں۔ پس میں سچے دل سے مشورہ دیتا ہوں کہ اس اعلیٰ نمونہ کی تقلید سب بھائی کریں۔ اور فائدہ اٹھادیں کہ بغیر اس کے کامیابی محال ہے۔"

(بحوالہ "جماعت احمدیہ کی اسلامی خدمات" صفحہ ۱۴۹ حاشیہ)

جناب چوہدری نذیر احمد خان صاحب وکیل جے پوری نے دہلی کی جامع مسجد میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ :۔

"حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے آریوں کے بطلان میں
وہ سامان جمع کر دیا ہے۔ اگر اس کو اب استعمال کیا جائے تو یہ لوگ
بیخ و بن سے اکھڑ سکتے ہیں۔ لیکن تعجب اور افسوسناک امر تو یہ ہے
کہ ہمارے مسلمان علماء ان کی اور ان کی جماعت کی خواہ مخواہ مخالفت
کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ لوگ دشمنان اسلام کے مقابلہ پر ہمیشہ
کمربستہ رہتے ہیں۔ اور یہی وہ لوگ ہیں جو اس میدان میں
کامیاب ہو سکتے ہیں۔ میں نہ تو خود احمدی ہوں اور نہ میرا کوئی رشتہ دار
احمدی ہے۔ اور نہ اس ملک کا رہنے والا ہوں۔ جہاں احمدیوں کی
آبادی ہے۔ لیکن ان کے کام کے طریق، ان کی سرگرمی، ان کے
اخلاق، ان کی تندہی، اور جانفشانی سے کام کرنے کی حالت کا اندازہ
لگا کے مجبور ہوں کہ تمام علماء اسلام سے کہوں کہ وہ ان حضرات کی
مخالفت کو چھوڑ دیں۔ انہی لوگوں کے اخلاق ایسے ہیں جو جاہل
اور ناسمجھ ملکانوں کو آریہ ہونے سے باز رکھ سکتے ہیں۔ ان کے
برخلاف ہماری انجمنوں کے مبلغین ۵۵ کی تعداد میں وہاں گئے تھے
جن میں اکثر شب برات کے حلوے کھانے اور عرس کرنے کے لئے
واپس آ چکے ہیں۔ اور باقی جو ہیں وہ رمضان میں واپس گھر پہنچنے کی
تیاریاں کر رہے ہیں۔ ایسی صورت میں آپ لوگ خیال کریں۔ ان لوگوں
سے کیا امید ہو سکتی ہے؟ اسلئے جو جماعت کام کرتی ہے اسکے رستے
سے تمام رکاوٹیں دور کی جائیں۔"

(تقریر بمقام جامع مسجد دہلی مورخہ [illegible] ۱۹۲۳ء ۔ بحوالہ [illegible] احمدیہ کی اسلامی خدمات ص [illegible])

سید آغا خان حیدر وکیل سہارنپور نے کہا :-

"راقم مرزائی نہیں بلکہ اثنا عشری ہے۔ قادیانی جماعت کی مساعی حسنہ اس معاملہ میں بے حد قابل تحسین ہیں۔ اور دوسری اسلامی جماعتوں کو بھی انہی کے نقش قدم پر چلنا چاہیئے"

(ہمدم ۱۱ر اپریل ۱۹۲۳ء بحوالہ جماعت احمدیہ کی اسلامی خدمات)

اخبار زمیندار لاہور نے لکھا :-

"احمدی بھائیوں نے جس خلوص جس ایثار۔ جس جوش اور جس ہمدردی سے اس کام میں حصہ لیا ہے وہ اس قابل ہے کہ ہر مسلمان اس پر فخر کرے"

(۸ر اپریل ۱۹۲۳ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد ۵ صـ۳۴۷)

دیو سماج کے مشہور اخبار جیون تت نے لکھا :-

"ملکانہ راجپوتوں کی شدھی کی تحریک روکنے اور ملکانوں میں اسلامی مت کا پرچار کرنے کے لئے احمدی صاحبان خاص جوش کا اظہار کر رہے ہیں۔ چند ہفتے ہوئے قادیانی فرقہ کے لیڈر مرزا محمود احمد صاحب نے ڈیڑھ سو ایسے کام کرنے والوں کے لئے اپیل کی تھی جو تین ماہ کے لئے ملکانوں میں جا کر مفت کام کرنے کے لئے تیار ہوں۔ .... ان میں سے بعض نے جن میں گریجویٹ نوجوان بھی شامل

تھے زمانے بستر ے کندھوں پر رکھ کر اور تیز دھوپ میں پیدل
سفر کر کے سب نے علاقہ کا دورہ کیا ہے ...... اپنے مت کے
پرچار کے لئے ان کا جوش اور ایثار تعریف کے قابل ہے۔
(اخبار جیون تت ۲۴ مارچ ۱۹۲۳ء۔ بحوالہ جماعت احمدیہ کی اسلامی خدمات صفحہ ۱۰)

اخبار روز گار آگرہ نے لکھا:-

اس میں کوئی شک نہیں کہ جتنے وفد اور جس قدر فاضل اور مبلغ داعی اسلام نو کرستان میں ہیں ان میں سب سے بڑھا ہوا اثر جماعت قادیان کا ہے بہت سے مجلس میں علاوہ ہر قسم کے مصائب اور مصارف برداشت کر کے تبلیغ کا کام کر رہی ہے جس کے لئے وہ بے حد قابل شکر گزاری کے ہیں۔ لیکن افسوس یہ کیسا اندھیر ہے کہ مرکزی یا اسلامی خلافت کے حامیان کی جماعت جو ہندوستان کے سات کروڑ مسلمانوں کی گاڑھی پسینے کی کمائی سے بارہ لاکھ روپیہ وصول کر کے ٹھکانے لگا چکی ہے وہ واقعات فتنہ ارتداد دیکھتے ہیں اور خاموش ہیں۔

(یکم مئی ۱۹۲۳ء۔ بحوالہ گلزار رشدی صفحہ ۱۱۹-۱۲۰)

اخبار نجات بجنور نے لکھا:-

مسلمانوں کی مذہبی حمیت اور جوش مذہبی کا اندازہ یہ ہے کہ صرف قادیانی جماعت کے ڈیڑھ سو مبلغین تین ماہ تک بغیر کسی معاوضہ

سکے اور اپنے ذاتی خرچ پر کام کر رہے ہیں۔ اور دو سو مبلغ " بے کار
ہیں۔ ان مجاہدین میں زمیندار، علماء، گریجویٹ، اخبار نویس اور
جج شامل ہیں "
(۲۷ اپریل ۱۹۲۳ء بحوالہ رسالہ جماعت احمدیہ کی اسلامی خدمات صفحہ ۱۱۹)

اخبار "وکیل" امرتسر نے لکھا:۔

" احمدی جماعت کا طرزِ عمل اس بات میں نہایت قابلِ تعریف
ہے جو باوجود چھیڑ چھاڑ کے محض اس خیال سے کہ اسلام کو چشم زخم
سے محفوظ رکھا جائے، خانہ جنگیوں کے انسداد کی طرف خود
مسلمانوں کے لیڈروں کو توجہ دلاتے ہیں اور ہر طرح کام کرنے
کو تیار ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہم علی وجہ البصیرت اعلان کرتے ہیں
کہ قادیان کی احمدی جماعت بہترین کام کر رہی ہے "
(اخبار وکیل ۳ مئی ۱۹۲۳ء بحوالہ کارزار شدھی صفحہ ۱۱۹)

اخبار "نور" علی گڑھ نے لکھا:۔

" اب تک جتنی انجمنوں نے اس کارزار میں قدم رکھا ہے
ان میں سے اعلیٰ کام قادیانی جماعت کا ہے "
(اخبار نور ۳ مئی ۱۹۲۳ء بحوالہ کارزار شدھی صفحہ ۱۱۹)

جناب شیخ نیاز علی صاحب وکیل ہائی کورٹ لاہور کا بیان شائع ہوا:-

"جو حالات فتنہ ارتداد کے متعلق بذریعہ اخبارات علم میں آ چکے ہیں ان سے صاف واضح ہے۔ کہ مسلمانان جماعت احمدیہ اسلام کی انمول خدمت کر رہے ہیں۔ جو ایثار اور کربستگی۔ نیک نیتی اور توکل علی اللہ ان کی جانب سے ظہور میں آیا ہے۔ وہ اگر ہندوستان کے موجودہ زمانہ میں بے مثال نہیں تو بے انداز عزت اور قدر دانی کے قابل ضرور ہے۔ جہاں ہمارے مشہور پیر اور سجادہ نشین حضرات بے حس و حرکت پڑے ہیں۔ اس اولوالعزم جماعت نے عظیم الشان خدمت کر کے دکھا دی۔"

(از زمیندار ۲۹ اپریل ۱۹۲۳ء)

اخبار زمیندار نے غلام حسن صاحب ہیڈ ماسٹر ہائی سکول جہلم کا بیان شائع کیا:-

"قادیانی احمدی اعلیٰ ایثار کا اظہار کر رہے ہیں۔ ان کا قریباً ایک سو مبلغ امیر وفد کی سرکردگی میں مختلف دیہات میں موجود ہے۔ ان لوگوں نے نمایاں کام کیا ہے۔ یہ مبلغین بغیر تنخواہ یا حتیٰ خرچ کے کام کر رہے ہیں۔ ہم تو احمدی نہیں لیکن احمدیوں کے اعلیٰ کام کی تعریف کیے بغیر نہیں رہ سکتے۔ جس اعلیٰ ایثار کا ثبوت جماعت احمدیہ نے دیا ہے۔ اس کا نمونہ سوائے متقدمین

کے مشکل سے ملتا ہے۔ ان کا ہر مبلغ غریب ہو یا امیر بغیر مصارف سفر و طعام حاصل کئے میدانِ عمل میں گامزن ہے۔ شدت گرمی اور لوؤں میں وہ اپنے امیر کی اطاعت میں کام کر رہے ہیں۔"

(زمیندار ۲۹ جون ۱۹۲۳ء)

جناب ایڈیٹر صاحب رسالہ تہذیب نسواں رقمطراز ہیں:۔

"میں نے سنا ہے کہ میدانِ ارتداد میں ہر فرقۂ اسلام نے تبلیغ کے لئے اپنے نمائندے بھیجے ہیں۔ مناسب جانا کہ جس فرقہ کے مبلغین کو سب سے زیادہ کامیاب دیکھوں ان ہی سے ایک اپنے لئے منتخب کروں۔ تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ تبلیغ کے کام میں سب سے زیادہ کامیابی احمدی مبلغوں کو ہوئی ہے۔ اس لئے میں نے چاہا کہ اگر تہذیبی بہنوں کو اعتراض نہ ہو تو وہ ان میں سے کسی ایک مبلغ کا خرچ اپنے ذمہ لے لیں۔ مگر اسی اثناء میں ہمارے علماء نے اعلان شائع کیا کہ احمدی فرقہ کے سب لوگ کافر ہیں۔ اور ان کا کفر ملکانہ راجپوتوں کے کفر سے بھی زیادہ شدید ہے اس زمانہ میں علماء کا کام مسلمان بنانا نہیں ہے بلکہ مسلمانوں کو کافر بنانا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ دنیا میں ایک بھی ایسا مسلمان نہ ہو گا جس کے متعلق سب علماء دین بالاتفاق یہ کہہ سکیں کہ واقعی یہ ٹھیک مسلمان ہے۔ ہمارے علماء سے جسے چاہو کافر بنوالو۔

وہابی کافر، بدعتی کافر، رافضی کافر، خارجی کافر، لیکن اگر ان سے چاہو کہ چندہ کا نذرانہ کو مسلمان بنا دو تو یہ کام ان سے نہیں ہو سکتا۔

(اخبار تہذیب نسواں ۲ مئی ۱۹۲۵ء بحوالہ رہنمائے تبلیغ صفحہ ۱۹۵-۱۹۶)

جناب ایڈیٹر صاحب ریاست نے جمعیۃ علماء ہند کے بارہ میں لکھا:-

"جمعیت کے شعبہ تبلیغ نے فتنہ ارتداد کے سلسلہ میں روپیہ جمع کرنے کے لئے اپیلیں کرنے کے علاوہ کوئی عملی خدمت سرانجام نہیں دی ہے۔" (بحوالہ رہنمائے تبلیغ صفحہ ۱۶۵)

اخبار اہلسنت یکم جون ۱۹۲۵ء (جس کے ایڈیٹر کا نام مولوی عبدالحق تراب تھا) نے لکھا ہے:-

"جب فتنہ ارتداد کی ابتداء تھی تو بہت سی انجمنیں وہاں کام کرنے کے لئے پہنچ گئیں تھیں مگر تھوڑے ہی دنوں میں وہ انجمنیں چلتی پھرتی نظر آنے لگیں۔ باوجودیکہ ان کے مقابل میں قادیانی بڑی سرگرمی سے کام کر رہے ہیں۔ سورج پور میں قادیانیوں کا قبضہ ہو گیا ہے۔ محمد اسحٰق کا آگرہ سے خط آیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ شدھی کا زور بہت کم ہے۔ لیکن قادیانیوں کا زور زیادہ ہے۔ تمام انجمنیں کنارہ کشی کر گئیں۔ کوئی مدرسہ مسلمانوں کا نہیں رہا۔ تمام گاؤں پر قادیانی قبضہ کر رہے ہیں۔ ضلع نگر اور ساندھن میں

بھی قادیانی ہیں۔

(ریاست اخبار ۱۲ اگست ۱۹۲۵ء - بحوالہ رہنمائے تبلیغ ص۲۹۶)

پروفیسر پریتم سنگھ ایم۔ اے۔ اپنی کتاب "ہندو دھرم اور اصلاحی تحریکیں" میں لکھتے ہیں :-

"آریہ سماج نے شدھی یعنی ناپاک کو پاک کرنے کا طریقہ جاری کیا۔ ایسا کرتے سے آریہ سماج کا مسلمانوں کے ایک تبلیغی گروہ یعنی قادیانی فرقہ سے تصادم ہو گیا۔ آریہ سماج کہتی تھی کہ وید الہامی ہیں اور سب سے پہلا آسمانی صحیفہ ہیں اور مکمل گیان ہیں۔ قادیانی کہتے تھے کہ قرآن شریف خدا کا کلام ہے اور حضرت محمد خاتم النبیین ہیں۔ اس کد و کاوش کا نتیجہ یہ ہوا کہ کوئی عیسائی یا مسلمان اب مذہب کی خاطر آریہ سماج میں شامل نہیں ہوتا۔ مذہب کی تبدیلی بے معنی سی ہو گئی ہے۔ آریہ سماج کا تعلیمی کام اب تک جاری ہے...... مگر سماج کا تبلیغی کام تقریباً بند ہے۔ آریہ سماج کی تحریک خاطر خواہ ترقی نہ کر سکی۔ پرانے ہندو جو بت پرست اور معتقد تھے وہ ویسے کے ویسے ہی رہے اور کچھ انگریزی پڑھے لکھے لوگ جو سماج میں داخل ہوئے وہ مادیات میں پھنس کر دہریہ ہو گئے ان کی تو وہی حالت ہے :- ع

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم

(ہندو دھرم اور اصلاحی تحریکیں ص۲۰۳-۲۰۴ - بحوالہ تاریخ احمدیت جلد ۳ ص۲۶۲)

ہیں۔ گویا یہ ایک اسلحہ خانہ ہے جو کہ غیر ممکن کو ممکن ثابت کرنے کے لئے تیار کیا گیا ہے۔ راسخ الاعتقادی کا یہ عالم ہے کہ وہ پہاڑوں کو جنبش دینے والی ہے"

(چرچ مشنری ریویو لنڈن۔ بحوالہ جماعت احمدیہ کی اسلامی خدمات ص ۳۱ بحوالہ الفضل ۱۰ جون ۱۹۲۵ء)

مفکر احرار جناب چوہدری افضل حق صاحب ڈکٹیٹر مجلس احرار اسلام و ممبر لیجسلیٹو کونسل پنجاب نے سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی اشاعت اسلام کی تڑپ اور جماعت احمدیہ کی تبلیغی مساعی اور کامیابی کو بطور نمونہ پیش کرتے ہوئے لکھا:۔

"مسلمان پبلک کو چاہیئے کہ فتویٰ بازوں سے مطالبہ کریں کہ وہ غیر اقوام میں تبلیغ کر کے غیروں کو اپنا سچا ہم خیال مسلمان بنائیں۔ تاکہ ان پر یہ راز کھل جائے کہ مسلمانوں کے فتویٰ باز کسی کے رنگ تبدیل نہیں کر سکتے۔ تو انہیں اجازت دی جائے کہ جہاں وہ مسلمانوں کو کافر بناتے ہیں وہاں کبھی کبھی غیر قوموں میں تبلیغ بھی کریں۔ تاکہ ان کا مزاج اعتدال پر آ جائے۔ سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں دینی مکاتب ہندوستان میں جاری ہیں مگر سوائے احمدی مدارس و مکاتب کے کسی اسلامی مدرسے میں غیر اقوام میں تبلیغ و اشاعت کا جذبہ طلباء میں پیدا نہیں کیا جاتا۔ کس قدر حیرت ہے کہ سارے

پنجاب میں سوائے احمدی جماعت کے اور کسی ایک فرقے کا بھی
تبلیغی نظام موجود نہیں .... آریہ سماج کے معرض وجود
میں آنے سے پیشتر اسلام جسد بے جان تھا جس میں تبلیغی حس
مفقود ہو چکی تھی۔ سوامی دیانند کی مذہب اسلام کے متعلق
بدظنی نے مسلمانوں کو تھوڑی دیر کے لئے چونکا دیا۔ مگر حسب
معمول جلدی ہی خواب گراں طاری ہو گیا۔ مسلمانوں کے دیگر فرقوں
میں تو کوئی جماعت تبلیغی اغراض کے لئے پیدا نہ ہو سکی ہاں ایک
دل مسلمانوں کی غفلت سے مضطرب ہو کر اٹھا۔ ایک مختصر سی
جماعت اپنے گرد جمع کر کے اسلام کی نشر و اشاعت کیلئے
بڑھا۔ اگرچہ مرزا غلام احمد صاحب کا دامن فرقہ بندی کے داغ
سے پاک نہ ہوا۔ تاہم اپنی جماعت میں وہ اشاعتی تڑپ
پیدا کر گیا جو نہ صرف مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے لئے
قابل تقلید ہے۔ بلکہ دنیا کی تمام اشاعتی جماعتوں کے لئے
نمونہ ہے۔ (ہفتہ وار اندر پرکاش [illegible])

مشہور سیاسی لیڈر جناب مولوی ظفر علی خان صاحب ایڈیٹر اخبار زمیندار لاہور
جماعت احمدیہ کی عظیم الشان خدمت اسلام کا یوں اعتراف کرتے ہیں:-

"مسلمانان جماعت احمدیہ اسلام کی انمول خدمت کر رہے ہیں۔ جو ایثار، کمربستگی، نیک نیتی اور توکل علی اللہ ان کی جانب سے ظہور میں آیا ہے، وہ اگر ہندوستان کے موجودہ زمانہ میں بے مثال نہیں تو بے انداز عزت اور قدردانی کے قابل ضرور ہے۔ جہاں ہمارے مشہور پیر اور سجادہ نشین حضرات بے حس و حرکت پڑے ہیں، اس اولوالعزم جماعت نے عظیم الشان خدمت اسلام کر کے دکھا دی۔"

(اخبار "زمیندار" لاہور ۲۴؍ جولائی ۱۹۲۳ء)

اخبار نے دوسرے موقع پر لکھا:۔

"احمدی مبلغ جس جوش اور ولولہ سے فتنہ ارتداد کے انسداد میں مصروف ہیں، ان کی تعریف و توصیف کرنے سے ہم باز نہیں رہ سکتے۔" (اخبار "زمیندار" لاہور۔ ۲۲؍ فروری ۱۹۲۳ء)

اب ایڈیٹر صاحب اخبار "کشمیری" رقمطراز ہیں:۔

"احمدیہ جماعتیں ہزار حیثیت سے وہ مذہب کے رُو سے سنگساری کے لائق ہیں، مسئلہ حیات مسیح اور بعض دیگر عقائد کے تسلیم نہ کرنے کی وجہ سے مرتد اور کافر ہیں لیکن جو تڑپ اور اولوالعزمی اور مذہبی جوش اور سرگرمی ان کے اندر موجود ہے اس کا عشر عشیر

بھی ہم تکفیر بازوں میں نہیں۔ امریکہ، افریقہ یورپ کے ممالک میں
اگر کوئی مسلمان تبلیغ کے لئے جاتا ہے تو یہی احمدی۔ اگر جرمنی
یا لنڈن میں کوئی مسجد تعمیر کرتا ہے تو یہی مرتد لوگ۔ اگر فتنہ
ارتداد کے لئے مبلغوں کے باقاعدہ بھیجنے کا انتظام سب سے
پہلے کوئی کرتا ہے تو یہی جماعت۔ اگر لنڈن کی کانفرنس
مذاہب میں اسلام پر کوئی لیکچر دیتا ہے تو یہی لوگ۔ ہم [illegible]
نہیں ہیں۔ لیکن ہم چاہتے ہیں کہ ایک بات ان کی سب لوگ اختیار
کریں۔ وہ یہ کہ سب لوگ ایک نظام کے ماتحت رہیں اور جس
تنظیم اور باقاعدگی کے ساتھ یہ کام کرتے ہیں اسی کا ہم کو پیرو ہونا
چاہیئے۔ کیا مسلمان توجہ کریں گے؟

(اخبار کشمیری ۲۸ نومبر ۱۹۲۶ء)

جناب ایڈیٹر صاحب رسالہ ہمدم رقمطراز ہیں:
تبلیغی مذہب والے کو اس چیز کی نشر و تبلیغ کی دھن ہوتی
ہے جس کو وہ سچا سمجھتا ہے۔ دین کی اشاعت اور تمام عالم کو اس
کے قائل کرنے کی ایک عجیب فکر پڑ جاتی ہے ... مسلمانوں کی
موجودہ ابتر حالت کو دیکھ کر ماننا پڑتا ہے کہ ان کے پاس حق
ایک سمجھ بار نہیں۔ اور یہ وجہ ہے کہ انہیں تمام عالم میں نشر و اشاعت

کی دشمن نہیں۔ ان کے مقابلہ میں ایک اکیلی جماعت احمدیہ ہے۔ جس کی مخالف نہ صرف تمام مذاہب ہیں۔ بلکہ مسلمانوں کی انجمنیں بھی خاص اس جماعت کے درپے ایذاء رہتی ہیں۔ لیکن باوجود اس کے یہ چھوٹی سی جماعت دن رات اسی کوشش میں لگی ہوئی ہے کہ اسلام کی نعمت سے خود ہی لطف اندوز نہ ہو بلکہ ساری دنیا کو فائدہ اٹھانے کے قابل بنا دے۔

(رسالہ ہمدم ۲۳ فروری ۱۹۲۷ء)

مشہور صحافی و مسلم لیڈر جناب مولانا ظفر علیخاں ایڈیٹر اخبار زمیندار لاہور نے لکھا:-

ہم مسلمانوں سے دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ وہ دنیا میں اپنے دین متین کو پھیلانے کے لئے کیا جدوجہد کر رہے ہیں۔ ہندوستان میں سات کروڑ مسلمان آباد ہیں۔ کیا ان کی طرف سے ایک بھی قابل ذکر تبلیغی مشن مغربی ممالک میں کام کر رہا ہے۔؟ گھر بیٹھ کر احمدیوں کو بُرا بھلا کہہ لینا نہایت آسان ہے لیکن اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ یہی ایک جماعت ہے جس نے اپنے مبلغین انگلستان میں اور دیگر یورپین ممالک میں بھیج رکھے ہیں۔ کیا ندوۃ العلماء، دیوبند، فرنگی محل اور دوسرے علمی اور دینی مرکزوں سے یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ بھی تبلیغ و اشاعت حق کی سعادت میں

حصہ لیں۔ کیا ہندوستان میں ایسے متمول مسلمان نہیں جو اپنی
ہی ذات سے ایک ایک مشن کا خرچ اپنی گرہ سے دے سکتے
ہیں۔ یہ سب کچھ ہے۔ لیکن افسوس کہ عزیمت کا فقدان
ہے۔ فضول جھگڑوں میں وقت ضائع کرنا اور ایک دوسرے کی
پگڑی اچھالنا آجکل کا شعار ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بے راہ
قوم پر رحم کرے۔ (اخبار زمیندار۔ لاہور دسمبر ۱۹۲۶ء)

مشہور اہل قلم جناب مولانا عبدالحلیم صاحب شرر لکھنوی ایڈیٹر "دلگداز"
لکھتے ہیں:

"آجکل احمدیوں اور سنیوں میں مناظرہ و مباحثہ ہو رہا ہے اور
باہم تردید و تکفیر کا سلسلہ جاری ہے۔ مگر دونوں میں اصل فرق یہ ہے
کہ احمدی مسلک شریعت محمدیہ کو اسی قوت اور شان سے
قائم رکھ کر اس کی مزید تبلیغ و اشاعت کرتا ہے۔ اور بہائی
مذہب شریعت عرب و اسلام کو ایک منسوخ شدہ غیر واجب التعمیل
دین بتاتا ہے۔ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ بابیت اسلام کو مٹانے کو آئی ہے اور
احمدیت اسلام کو قوت دینے کے لئے اور اسی کی برکت ہے کہ
باوجود چند اختلافات کے ہم ہی فرقہ اسلام کی سچی اور پرجوش خدمت
ادا کر رہے ہیں جو دوسرے مسلمان نہیں۔" (رسالہ دلگداز لکھنؤ جون ۱۹۲۶ء)

ہندو اخبار تیج دہلی نے لکھا:۔

"دیسے تو آج کل مسلمان بھائیوں کا قریب ہر فرقہ ہندوؤں کا مخالف ہو رہا ہے۔ مگر احمدی مسلمان ہندو جاتی کو بدنام اور تباہ برباد کرنے کے لئے جو انتھک کوششیں کر رہے ہیں۔ اس کی نظیر مسلمانوں کا کوئی دوسرا فرقہ نہیں پیش کر سکتا یہ مسلّمہ شدہ بات ہے کہ اس فرقہ کے عالم وجود میں آنے کی غرض و غایت ہی ہندوؤں اور خاص کر آریہ سماجیوں کو تباہ و برباد کرنا تھی۔ جب بھی کسی ہندو بزرگ سے تبادلہ خیالات کا موقع ملا۔ میں نے ان کو احمدیہ جماعت کی دن بدن بڑھتی ہوئی کوششوں کی طرف متوجہ کیا۔ افسوس میری صدائیں بے اثر ثابت ہوئیں۔ جو کچھ اب تک ہوتا رہا مسلمانوں کی انفرادی کوششوں کا نتیجہ تھا۔ اب ایک زبردست اور منظم جماعت (احمدیہ) اس کام کے لئے طیار ہو چکی ہے۔ تو ایشور جانے کیا ہو جائے گا۔"

(اخبار تیج ۲۳ر جولائی ۱۹۲۷ء)

جناب ایڈیٹر صاحب اخبار "تیج" دہلی رقمطراز ہے:۔

"..... میرے خیال میں تمام دنیا کے مسلمانوں میں سے سب سے زیادہ ٹھوس، مؤثر اور مسلسل تبلیغی کام کرنے والی طاقت احمدیہ جماعت ہے۔ اور میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ہم سب سے

زیادہ اس کی طرف سے غافل ہیں۔ اور آج تک ہم نے اس خوفناک
طاقت کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔ اگر کی ہے تو فی الحال ہم اسے
سمجھ نہیں سکے۔ اگر ہم نے اس کی طرف کبھی دیکھا بھی تو ہماری
نگاہیں اس کے بیرونی خط و خال کو دیکھ کر پلٹ آئیں اور اس کے
اندرونی حالات ابھی تک ہمارے لئے ایک بعید اور سر مخفی
ہیں۔ بلا مبالغہ احمدیہ تحریک ایک خوفناک آتش فشاں پہاڑ
ہے۔ جو بظاہر اتنا خوفناک معلوم نہیں ہوتا لیکن اس کے اندر ایک
تباہ کن اور سیال آگ کھول رہی ہے۔ جس کے بجھنے کی کوشش
نہ کی گئی تو کسی وقت موقعہ پا کر ہمیں بالکل جھلس دیگی۔ ہندوستان
اور دوسرے تمام ملک میں شدھی تحریک کے لئے سب سے بڑی روک
احمدیہ جماعت ہے۔ اس روک کو دور کئے بغیر ہمارے لئے
پوری پوری کامیابی حاصل کرنا بالکل محال ہے۔ آج شاید میری اس
بات کو تسلیم کرنے میں تامل ہوگا۔ لیکن زمانہ خود بتادے گا کہ میرا
کہنا کس قدر صداقت پر مبنی ہے۔ آج سے تیس چالیس برس پیچھے ہٹ
جائیے جبکہ یہ جماعت اپنی ابتدائی حالت میں تھی۔ اور دیکھئے
اس زمانہ میں ہندو اور مسلمان دونوں اس جماعت کو کس قدر حقیر
اور بے حقیقت سمجھتے تھے۔ ہندو تو ایک طرف رہے خود
مسلمانوں نے ہمیشہ اس کا مذاق اڑایا۔ اور اس پر لعنت ملامت

کے تیر برسائے۔ اس جماعت نے اپنی ابتدائی حالت میں جن جن کاموں
کے کرنے کا بیڑا اٹھایا تھا۔ آج ان میں سے اکثر انجام کو پہنچ چکے
ہیں۔ اس زمانہ میں جب احمدیوں نے ان کاموں کی ابتدا کی تھی۔ انکو
پاگل سمجھا جاتا تھا۔ اور ان کی حماقت پر ہنسی اڑائی جاتی تھی۔ مگر واقعات
یہ کہہ رہے ہیں کہ ان پر ہنسی اڑانے والے خود بے عقل اور احمق تھے۔
اس بارے میں عیسائی مشنریوں نے نہایت عقلمندی سے کام
لیا۔ انہوں نے اسی وقت سے جب احمدیہ جماعت نے جنم ہی لیا تھا
کہ ان کی طرف صرف توجہ ہی نہ کی بلکہ ہمیشہ نہایت گہری نظر سے ان کا
مطالعہ کرتے رہے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہندوستان میں بسنے والے
مسلمانوں اور ہندوؤں سے زیادہ امریکہ اور یورپ کے پادری
احمدیہ تحریک سے زیادہ واقف ہیں۔ ان کے پاس اس جماعت کے
متعلق درجنوں کتابیں موجود ہیں۔ ان کی ہوشیاری اور باخبری کا یہ
عالم ہے کہ احمدیوں نے ابھی یورپ و امریکہ میں قدم رکھا ہی تھا
کہ تمام پادری ان کے مقابلے کیلئے تیار ہوگئے ہیں۔ دوسری طرف
ہم ہیں کہ نصف صدی سے یہ جماعت اپنا خوفناک کام ہمارے
مقدس ملک میں کر رہی ہے۔ مگر ہمارا متوجہ ہونا اور انسدادی تدابیر
اختیار کرنا تو ایک طرف رہا ہم اس سے اچھی طرح واقف بھی نہیں ہیں۔

(اہلحدیث دہلی ۲۵ جولائی ۱۹۲۶ء۔ بحوالہ رہنمائے تبلیغ صفحہ ۱۶۱-۱۶۲ و
تاثرات قادیان صفحہ ۲۲۱-۲۲۲ و تاریخ احمدیت جلد ۵ صفحہ ۲۴۱ تا ۲۴۲)

میاں بشیر احمد صاحب بی۔ اے بیرسٹر ایٹ لاء نے اپنے رسالہ ہمایوں میں لکھا۔

ہندوستان میں فرقہ احمدیہ نے اسلام کو ...... لامذہب مسلمانوں اور غیر مسلم نقادوں کے سامنے پیش کیا۔ اشاعت اسلام کے سلسلہ میں انہوں نے انگلستان اور امریکہ میں مستقل طور پر کام شروع کر دیا۔ اور انگریزی میں کتابیں اور رسائل شائع کیے۔ یہ فرقہ صوم و صلوٰۃ کا پابند ہے۔ اور مذہبی رسوم کا ادا کرنا ضروری سمجھتا ہے ...... اور اسلام کے پیغام کو دنیا تک پہنچانے اور لوگوں میں پھیلانے کے لیے بے قرار نظر آتے ہیں۔

(رسالہ ہمایوں لاہور مئی ۱۹۲۶ء)

اخبار مشرق گورکھپور نے لکھا:

ہم جماعت احمدیہ کو مبارکباد دیتے ہیں کہ وہ بڑا کام خدمت اسلام کا دے رہی ہے اور اس وقت ہندوستان میں کوئی جماعت اتنا اچھا اور ٹھوس کام نہیں کرتی کہ وہ ہر موقع پر مسلمانوں کو حفاظت اسلام اور بقائے اسلام کے لیے توجہ دلاتی رہتی ہو۔ باوجود اختلاف عقائد کے ہمارے دل پر اس جماعت کی خدمات کا گہرا اثر ہے۔ اور آج سے نہیں۔ جناب مرزا غلام احمد صاحب مرحوم کے زمانہ سے اس وقت تک ہم نے کبھی اس کی خلاف

کوئی حرف زبان اور قلم سے نہیں نکالا

(اخبار مشرق یکم ستمبر ۱۹۲۷ء)

جناب ایڈیٹر صاحب اخبار بندے ماترم لاہور جماعت احمدیہ کی
تبلیغی کامیابی کے بارہ میں رقمطراز ہے:

"احمدی لوگ تمام دنیا کے مسلمانوں میں سے سب سے زیادہ
ٹھوس اور مسلسل تبلیغی کام کرنے والے ہیں۔ اور ان کی تبلیغی جدوجہد
اس وقت ہمیں سب سے زیادہ نقصان پہنچا رہی ہے۔ اگر ہماری
غفلت کی یہی حالت رہی تو مستقبل قریب میں یہی لوگ ہماری مکمل
تباہی کا باعث ہوں گے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ احمدی لوگ ہندو جاتی
کے سب سے زیادہ خوفناک حریف ہیں۔ ہمیں ان کی طرف سے ہرگز
غافل نہ رہنا چاہیے۔ اس ضروری بات کو پھر ایک دفعہ کہہ دینا چاہتا
ہوں کہ احمدیہ جماعت ایک نہایت زبردست منظم اور مسلسل تبلیغی کام
کرنے والی جماعت ہے۔ احمدیوں کی عورتیں ہماری قوم کے مردوں سے
بازی لے گئیں۔ ہم اپنی معمولی کامیابیوں پر خوشیاں منانے میں
کمی نہیں کرتے لیکن ٹھوس اور خاموش کام کرنے سے ہمیں بیر ہے۔
ہماری زبانیں قینچی کی طرح چلتی ہیں۔ لیکن ہاتھ حرکت نہیں کرتے۔
احمدیوں کے نقص حرف نکالے۔ بعض اوقات ان کا تمسخر بھی اچھی
طرح اڑایا۔ لیکن ان کے مقابلہ میں کام کیا کیا؟ – اس کا جواب سوائے

خاموش ہے اور کچھ نہیں۔ (اخبار سیاست ۱۸ ستمبر ۱۹۲۷ء)

اخبار مشرق گورکھپور نے حضرت امام جماعت احمدیہ کے احسانات کے عنوان سے لکھا:

جناب امام صاحب جماعت احمدیہ کے احسانات تمام مسلمانوں پر ہیں۔ آپ ہی کی تحریک سے ورتمان پر مقدمہ چلایا گیا۔ آپ ہی کی جماعت نے رنگیلا رسول کے معاملہ کو آگے بڑھایا۔ سرفروشی کی اور جیل خانہ جانے سے خوف نہیں کھایا۔ آپ ہی کے پمفلٹ نے جناب گورنر صاحب بہادر پنجاب کو انصاف و عدل کی طرف مائل کیا۔ آپکا پمفلٹ ضبط کر لیا گیا مگر اس کے اثرات کو زائل نہیں ہونے دیا۔ اور لکھ دیا کہ اس پوسٹر کی ضبطی محض اس لئے ہے کہ اشتعال نہ بڑھے اور اس کا تدارک نہایت ہی عادلانہ فیصلہ سے کر دیا۔ اس وقت ہندوستان میں جتنے فرقے مسلمانوں میں ہیں سب کسی نہ کسی وجہ سے انگریزوں یا ہندوؤں یا دوسری قوموں سے مرعوب ہو رہے ہیں۔ ایک احمدی جماعت ہے جو قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی طرح کسی فرد یا جمعیت سے مرعوب نہیں ہے اور خاص اسلامی کام سر انجام دے رہی ہے ....

(اخبار مشرق ۲۳ ستمبر ۱۹۲۷ء)

جناب مولانا محمد علی صاحب جوہر مشہور مسلم لیڈر آزادی ہند کے عظیم علمبردار ایڈیٹر ہمدرد اخبار دہلی نے جماعت احمدیہ کی تبلیغی و تنظیمی سرگرمیوں سے متعلق فرمایا :-

"ناشکر گذاری ہوگی کہ جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد اور ان کی اس منظم جماعت کا ذکر ان سطور میں نہ کریں جنہوں نے اپنی تمام تر توجہات بلا اختلاف عقیدہ تمام مسلمانوں کی بہبودی کے لئے وقف کر دی ہیں۔ یہ حضرات اس وقت اگر ایک جانب مسلمانوں کی سیاسیات میں دلچسپی لے رہے ہیں۔ تو دوسری طرف تبلیغ اور مسلمانوں کی تنظیم و تجارت میں بھی انتہائی درجہ سے منہمک ہیں اور وہ وقت دور نہیں جبکہ اسلام کے اس منظم فرقہ کا طرز عمل سواد اعظم اسلام کے لئے بالعموم اور ان اشخاص کے لئے بالخصوص جو بسم اللہ کے گنبدوں میں بیٹھ کر خدمات اسلام کے بلند بانگ و در باطن ہیچ دعاوی کے خوگر ہیں مشعل راہ ثابت ہوگا۔ جن اصحاب کو جماعت قادیان کے اس جلسہ عام میں جس میں مرزا صاحب موصوف نے اپنے عزائم و طریق کار پر اظہار خیالات فرمایا۔ شرکت کا شرف حاصل ہوا ہے۔ وہ ہمارے خیال کی تائید کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔" (اخبار ہمدرد دہلی ۲۶ ستمبر ۱۹۲۷ء)

مسٹر عبدالرحیم بدایونی نے تبلیغ اسلام کا ذکر کرتے ہوئے لکھا:-

"ان کے دائرہ عمل میں یورپ اور امریکہ بھی ہوگا۔ جہاں جماعت احمدیہ کام کر رہی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اچھا کام کر رہی ہے"

(اخبار انقلاب مورخہ ۸ راکتوبر ۱۹۲۷ء)

اردو اخبار ناگپور نے اس وقت جب جماعت احمدیہ نے تحریک شدھی کا عمل انسداد کر لیا۔ اور ہندوؤں کی طرف سے بغض و عناد نکالنے کی خاطر ورتمان، رنگیلا رسول جیسے ننگ انسانیت رسالے شائع کئے گئے۔ تو جماعت احمدیہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و شان ظاہر کرنے کے لئے سارے ہند میں سیرت النبی کے جلسے (ہر سال) منعقد کرنے کا وسیع پروگرام بنایا تو اخبار اردو ناگپور نے لکھا:-

"جماعت احمدیہ ایک عرصہ سے جس سرگرمی سے اسلامی خدمت بجا لا رہی ہے وہ اب اپنے زریں کارناموں کی بدولت محتاج بیان نہیں۔ یورپ کے اکثر ممالک میں جس عمدگی کے ساتھ اس نے تبلیغی خدمات سر انجام دیں۔ اور دے رہے ہیں۔ سچ یہ ہے کہ یہ انہی کا کام ہے۔ پچھلے دنوں جب یکایک شدھی کا طوفان عظیم امڈ آیا تھا۔ اور جس نے ایک دو آدمیوں کو نہیں گاؤں کے گاؤں مسلمانوں کو بہکا کر مرتد کر لیا تھا۔ یہی ایک جماعت تھی جس نے سب سے پہلے سینہ سپر ہو کر اس کا مقابلہ کیا اور وہ کچھ خدمات سر انجام دیں اور

کامیابی حاصل کی۔ دشمنان اسلام انگشت بدنداں رہ گئے۔ اور
ان کے بڑھے ہوئے حوصلے پست پڑ گئے۔ یہ مبالغہ نہیں
بلکہ واقعہ ہے۔ جس ایثار و انہماک سے یہ مختصر سی جماعت
اسلام کی خدمت سرانجام دے رہی ہے۔ وہ اپنی نظیر آپ
ہے۔ اور بلاشبہ اس کے یہ تمام کارنامے تاریخی صفحات
پر آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ پچھلے دنوں اس کی یہ
تحریک کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر ۱۷ جون
۱۹۲۸ء کو ہندوستان کے ہر مقام پر عام مجمع میں جس میں مسلم
و غیر مسلم دونوں شامل ہوں تقریریں کی جائیں۔ جن کے لئے اس
نے صرف تحریک ہی نہیں کی بلکہ صدہا روپے بھی خرچ کر کے مقررین
کے لئے ہزارہا کی تعداد میں لیکچر طبع کرا کر مفت تقسیم کئے۔ ہمارا
تو یہ خیال ہے کہ اگر اس تحریک پر آئندہ بھی برابر عمل کیا گیا تو یقیناً
وہ ناپاک حملے جو آج برابر غیر مسلم اقوام ذات بابرکات فخر موجودات
پر کرتی رہتی ہیں۔ ہمیشہ کے لئے مٹ جائیں گے۔ اور وہ جو ناگوار
واقعات آئے دن پیش آتے رہتے ہیں۔ اسی مبارک تحریک کی
بدولت نیست و نابود ہو جائیں گے۔ معاصر ہمعصر الفضل کو
جن مقامات سے جلسوں کی اطلاع موصول ہو چکی ہے۔ وہ تین سو
ہیں۔ ہم اس شاندار کامیابی پر حضرت امام جماعت احمدیہ مدظلہ کی
خدمت میں اپنی دلی مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ اور یقین دلاتے

ہیں کہ آپ کی اس مبارک تحریک نے مسلمانوں کے قدیم فرقوں کو ایک مرکز پر جمع کر کے اتحاد کا عجیب و غریب سبق دیدیا ہے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء" (اخبار اُردو ناگپور ۵ رجولائی ۱۹۲۶ء)

جناب خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی سجادہ نشین درگاہ شریف نظام الدین اولیاء نے اپنی کتاب "مسلمان مہاراجہ" میں لکھا:-

"اگرچہ میں قادیانی عقیدہ کا نہیں ہوں۔ نہ کسی قسم کا میلان میرے دل میں قادیانی جماعت کی طرف ہے۔ لیکن میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ قادیانی جماعت اسلام کے حریفوں کے مقابلہ میں بہت مؤثر اور پُر زور کام کر رہی ہے" (بحوالہ الفضل ۱۳ مئی ۱۹۲۷ء)

جناب حکیم برہم صاحب ایڈیٹر مشرق گورکھپور نے لکھا:-

"ہندوستان میں صداقت اور اسلامی سپرٹ صرف اس لئے باقی ہے کہ یہاں روحانی پیشواؤں کے تصرفات باطنی اپنا کام برابر کرتے رہے ہیں اور کچھ عالم بھی اس شان کے ہیں جو مجدد الوقت نہیں ہیں۔ اور سچ پوچھو تو اس وقت یہ کام جناب مرزا غلام احمد صاحب مرحوم کے حلقہ بگوش اسی طرح انجام دے رہے ہیں جس طرح قرون اولیٰ کے مسلمان انجام دیا کرتے تھے۔" (اخبار مشرق ۲۳ رجنوری ۱۹۲۹ء)

مسٹر فورمین پرنسپل کرسچن کالج لاہور کے اعتراف کے بارہ میں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ۱۴ جنوری ۱۹۲۹ء میں فرماتے ہیں کہ:۔

"جب ترجمۃ القرآن کا پہلا پارہ انگریزی میں قادیان سے شائع ہوا تو فورمین کرسچن کالج لاہور کے پرنسپل اور دوائی۔ ایم۔ سی۔ اے کے سیکرٹری مجھ سے ملنے کے لئے قادیان آئے۔ انہوں نے مختلف امور کے متعلق گفتگو کی۔ انہیں وہ پارہ دیا گیا۔ اس وقت تو انہوں نے اس کے متعلق کچھ نہ کہا۔ لیکن بعد میں سیلون میں تقریر کی جس میں بیان کیا کہ اسلام اور عیسائیت کا فیصلہ ازہر وغیرہ میں نہیں ہوگا۔ جن کی طرف لوگوں کی نظریں لگی ہوئی ہیں بلکہ پنجاب کے ایک چھوٹے سے قصبہ میں ہوگا۔ جہاں سے میں ابھی ہو کر آیا ہوں۔ اور جہاں سے قرآن کا ترجمہ شائع ہونا شروع ہوا اور وہ قادیان ہے۔" (الفضل ۱۴ جنوری ۱۹۲۹ء)

جناب سر جیفری ڈی مانٹ مورنسی گورنر صاحب پنجاب نے جماعت احمدیہ کی ترقی کے بارہ میں لکھا:۔

"ایک ایسی جماعت نے جو مقابلتاً قلیل ہے اور جس کے مالی محدود ذرائع ہیں۔ تعلیمی اعتبار سے نمایاں ترقی کی ہے۔ اور یہ امر بذاتِ خود تمام ملتِ اسلامیہ کے لئے من حیث الجماعت ایک

تعجب انگیز نمونہ ہے۔ جن اصحاب نے اس عظیم الشان تحریک کی رہنمائی کی ہے اور جنہوں نے اس کی تائید اور معاونت کی میرے پاس ان کی تحسین کے لئے کافی کلمات نہیں ہیں۔"
(رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۲۹ء صفحہ ۲۱۸)

اخبار محسن ملتان نے سیرۃ النبی کے جلسوں کے متعلق لکھا۔

"یہ امر قابل صد ہزار ستائش ہے کہ سلسلہ احمدیہ کے امام (حضرت مصلح موعود) نے اس مبارک تقریب کو کامیاب بنانے کے لئے ہر مذہب و ملت کے پیرووں کو مدعو کیا ہے۔... ظاہر بین نظریں اس کی تہہ کو نہیں پہنچ سکتیں۔ لیکن اگر بنظر امعان دیکھا جائے تو اس کی تہہ میں ایک بہت بڑا اسلامی تبلیغی راز مضمر ہے۔"
(اخبار محسن ملتان ۲۳ مئی ۱۹۲۹ء)

اخبار پیغام عمل فیروزپور نے لکھا۔

"ہم مسلمانوں کو خصوصاً دیگر انصاف پسند اصحاب کی خدمت میں عموماً نہایت ادب و نیاز سے گذارش کرنا چاہتے ہیں کہ اگر آپ فی الواقعہ ان ہر دو قوموں (مسلم و ہندو) کے مابین صلح و آشتی چاہتے ہیں۔ نیز دنیا کے ہادیان دین کی عزت و احترام کو اپنا فرض اولین یقین کرتے ہیں تو آؤ حضرت امام جماعت احمدیہ کی اس مبارک تحریک

پر لبیک کہتے ہوئے اس کو ہر ممکن سے ممکن طریق سے کامیاب بنانے کی سعی کریں " (پیغام عمل فیروزپور ۲۴ر مئی ۱۹۲۹ء)

اخبار عزیز وطن نے لکھا:-

" ۲ رجون ۱۹۲۹ء کو ضرور یاد رکھیے اور کوشش فرمائیے کہ اس دن ہر شہر ہر قصبہ اور ہر محلہ میں آپ ایک عام جلسہ منعقد کرکے جس میں ہر مذہب و ملت کے لوگ شریک ہوں۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک پہ معززین کے لیکچروں کا انتظام کرسکیں۔ ممکن ہے بعض حضرات اس نیک تحریک کی محض اسلئے مخالفت کریں۔ کہ اس مبارک تحریک کا سرا حضرت امام جماعت احمدیہ کے سر پر ہے۔ تو یہ ان کی محض تنگ نظری ہوگی۔ اگر حقیقتاً دیکھا جائے تو اس جماعت نے اسلام کی جس قدر خدمت کی ہے۔ اور اس کے لیئے جتنا ایثار کیا ہے۔ اور انجمنیں تو درکنار ہندوستان کی خود تبلیغی انجمنوں نے بھی مشکل سے کیا ہوگا۔ یورپ میں آج جس قدر غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا ہے۔ اور کر رہے ہیں۔ یہ اس جماعت کا قابل فخر اور زریں کارنامہ ہے۔ پھر اس صورت میں اسکی اس اسلامی خدمت کی قدر نہ کرنا اور اس کی مخالفت کرنا نہایت تنگ نظری ہے۔ اب ہم سب مسلمان ہیں۔ ایک خدا ایک رسول

ایک قرآن کو ماننے والے ہیں۔ محض اختلافات عقائد کی بنا پر
باہم دست و گریباں ہونا ہمارے لئے ہرگز شایان شان
نہیں۔ گذشتہ سال سے حضرت امام جماعت احمدیہ نے ایک
تاریخ معینہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر لیکچر دینے کے
لئے ترغیب دی جو نہایت مبارک ہے اور لوگوں کو اس کی قدر
کرنی چاہیئے۔" (اخبار عزیز وطن ۲۱ راپریل ۱۹۲۹ء)

اخبار مسلم راجپوت نے لکھا۔

"گذشتہ سال کی مانند امسال بھی قادیان کے صیغہ تبلیغ اسلام
کی طرف سے ۲ر جون کو ہندوستان بھر میں جلسے منعقد کئے جائیں گے
جن میں رسول پاک (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مقدس و مطہر زندگی کے
تمام پہلو مبارک کے روبرو پیش کئے جائیں گے۔ عہد حاضرہ میں ترقی
اسلام کا یہ سب سے بڑا گر ہے۔ کہ حضور سرور دو عالم کے اقوال و اعمال
کو صحیح رنگ میں دنیا کے سامنے پیش کیا جائے۔ اور ہمارے
نزدیک اہل قادیان کی یہ تحریک نہایت مبارک اور ہر اعتبار
سے لائق تائید ہے۔ اور تمام مسلمانوں کو جو حقیقت میں دین
فطرت کے چمن کو سرسبز و شاداب دیکھنا چاہتے ہیں۔ اور انہیں
نہ صرف ان جلسوں کی تائید کرنی چاہیئے۔ بلکہ ان میں عملی حصہ لینا چاہیئے
ان جلسوں کے مخالفین کی نیت اگر بخیر ہے اور وہ محض ترقی اور حفاظت

اسلام کے لئے سب کچھ کر رہے ہیں جیسا کہ ان کا دعویٰ ہے تو وہ بھی کوئی ایسی تحریک شروع کر کے دکھائیں جس کا مقصد سارے ہندوستان میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام روشن کرنا ہے۔ ...... لیکن غضب ہے کہ نہ تو یہ حضرات خود کچھ کرتے ہیں اور نہ دوسروں کو کرنے دیتے ہیں"

(مسلم راجپوت ۱۵ مئی ۱۹۲۹ء)

اخبار ہمت لکھنؤ نے لکھا:-

"جناب امام جماعت احمدیہ کی یہ مبارک تجویز بے حد مقبول ہو رہی ہے کہ مختلف اور مخصوص مقامات پر اس طرح کے جلسے منعقد کئے جائیں جن میں مسلمانوں کے تمام فرقوں کے علماء اور لیکچرار بالاتفاق سیرت نبوی پر اظہار خیالات فرمائیں۔ اور ان جلسوں میں دوسرے فرقوں کے افراد کو بھی شرکت کی دعوت اور ان کی نشست وغیرہ کا انتظام کیا جائے جماعت احمدیہ کی سنجیدہ اور مخصوص تبلیغی سرگرمیاں ہر حیثیت سے مستحق مبارک باد ہیں۔ اور ہمارے نزدیک مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اس نہایت مفید اور اہم تجویز کو عملی جامہ پہنانے کے لئے پوری سعی سے کام لیں"

(اخبار ہمت ۲ مئی ۱۹۲۹ء)

اخبار پرتاپ لاہور نے لکھا جو مہاشہ کرشن بی۔ اے کی ادارت میں شائع ہوتا ہے۔

مشکل یہ ہے کہ ہندوؤں کو اپنے ہی ہم وطنوں کی ایک جماعت (احمدیہ) کی طرف سے خطرہ ہے۔ اور وہ خطرہ اتنا عظیم ہے کہ اس کے نتیجہ کے طور پر آریہ جاتی صفحۂ ہستی سے مٹ سکتی ہے۔ وہ خطرہ ہے تنظیم و تبلیغ کا۔ مسلمانوں کی طرف سے یہ کام ایسی تیزی سے ہو رہا ہے کہ ہندوؤں کے پاؤں اکھڑ رہے ہیں۔ ان کی تعداد سال بہ سال کم ہو رہی ہے۔ اگر اسے کسی طرح روکا نہ گیا تو ایک وقت ایسا آ سکتا ہے جبکہ آریہ دھرم کا کوئی بھی نام لیوا

(پرتاپ لاہور ۲۱؍ اکتوبر ۱۹۲۹ء)

جناب پادری کریمر ڈچ مشنری آف ہالینڈ۔ ہالینڈ سے جاوا جاتے ہوئے ۱۵؍ دسمبر ۱۹۲۹ء کو قادیان آئے اور پھر انہوں نے "مسلم ورلڈ" میں اپنے تاثرات مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کئے:۔

"جماعت احمدیہ مسلمانوں میں ایسی ہی جماعت ہے جیسی ہندوؤں میں آریہ سماجی۔ ان دونوں جماعتوں کا عیسائیت کے ساتھ خاص تعلق ہے کیونکہ یہ دونوں جماعتیں ہندوستان میں توسیع عیسائیت کے خلاف جارحانہ کارروائیاں کر رہی ہیں۔ ہندوستانی مسلمانوں پر عام طور پر مایوسی کا عالم طاری ہے۔ برخلاف اسکے جماعت احمدیہ میں نئی زندگی کے آثار پائے جاتے ہیں۔ اور اس لحاظ سے یہ جماعت

قابل توجہ ہے۔ یہ لوگ اپنی تمام توجہ اور طاقت تبلیغ اسلام پر خرچ کر رہے ہیں۔ اور سیاست میں حصہ نہیں لیتے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ انسان جس حکومت کے ماتحت ہو اس سے وفادار رہے۔ اور نہ وہ صرف اس بات کی پرواہ کرتے ہیں کہ کونسی حکومت کے ماتحت ان کو تبلیغ اسلام کے مواقع اور سہولتیں حاصل ہیں۔ اور وہ اسلام کو ایک مذہبی گروہ یا سیاسی نقطہ نگاہ سے نہیں دیکھتے بلکہ اس کو محض صداقت اور خالص حق سمجھکر تبلیغ کے لئے کوشاں ہیں۔ اس لحاظ سے یہ جماعت فی زمانہ مسلمانوں کی نہایت عجیب جماعت ہے۔ اور مسلمانوں میں صرف یہی ایک جماعت ہے جس کا واحد مقصد صرف تبلیغ اسلام ہے۔ اگرچہ ان کی طرز تبلیغ میں کسی قدر سختی پائی جاتی ہے۔ تاہم ان لوگوں میں قربانی، روح اور تبلیغ اسلام کا جوش اور اسلام کیلئے سچی محبت کو دیکھکر بے تحاشہ صدا آفرین نکلتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب ایک زبردست شخصیت کے آدمی تھے۔ وہ فریق جو ان کو نبی مانتا ہے اس کا مرکز قادیان ہے۔ میں جب قادیان گیا تو میں نے دیکھا کہ وہاں لوگ اسلام کے لئے جوش اور اسلام کی آئندہ کامیابی کی امیدوں سے سرشار ہیں۔ اپنے آپ کو وہ غریبانہ طور پر پیغام پہنچانے والے نہیں سمجھتے۔ بلکہ انکو اس

بات پر ناز ہے کہ وہ دنیا میں سچائی کا اعلان کرنے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں اور وہ اسلام کی محبت میں اسقدر اندھے اور مجذوب ہو رہے ہیں۔ کہ جس قدر انسانی قلب کے لئے ممکن ہو سکتا ہے...... اگرچہ یہ لوگ دیگر مذاہب کو نہایت حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں (؟) لیکن وہ اس بات کے تکرار سے بھی کبھی نہیں تھکتے کہ اسلام ہی نوع انسان کی مساوات؛ امن دامان اور مذہبی آزادی کا سبق دیتا ہے۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ اس بات میں یہ لوگ سچے ہیں۔ کیونکہ ان لوگوں کی تمام طاقت اس بات کے پیش کرنے میں خرچ ہو رہی ہے۔ کہ اسلام اعلیٰ اخلاق اور پاکیزہ تمدن کی تعلیم دیتا ہے۔ اس جماعت کا اثر اس کے اعداد و شمار سے نسبت زیادہ وسیع ہے۔ مذہب میں انکا طرز استدلال بہت سے تعلیم یافتہ مسلمانوں نے اختیار کیا ہے۔ جو وہ سمجھتے ہیں۔ کہ مسلمانوں میں رہتے ہوئے احمدیوں کا علم کلام عقلاً ماننا پڑتا ہے"

(مسلم ورلڈ اپریل ۱۹۲۱ء)

جناب ایڈیٹر صاحب آریہ اخبار "پرکاش" رقمطراز ہیں:-

آریہ پرتی ندہبی سبھا پنجاب کے دفتر کا مقابلہ قادیان کے محکموں سے نہیں کیا جا سکتا۔ یہاں اڑھائی آدمی اور وہ بھی معمولی تنخواہ کے۔ تو وہاں باقاعدہ گورنمنٹ قائم ہے۔ دنیا کا کوئی ملک

میں مسلمانوں کے اندر ایسے لیڈر پیدا ہو گئے جنہوں نے مذہبی تعصب کو بھڑکا کر ایک نئی زندگی پیدا کر دی۔ آریہ سماج نے سمجھا تھا کہ وہ بے روک ٹوک کام کرتی چلی جائے گی۔ اور اپنے منزل مقصود پر جا پہنچے گی۔ لیکن اتنی مخالفانہ طاقتوں کے پیدا ہو جانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ پنجاب کی پبلک زندگی میں ایک نئی گڑبڑ پیدا ہو گئی جس کا ابھی تک کوئی حل دکھائی نہیں دیتا۔ اتنا ضرور نظر آتا ہے۔ کہ پنجاب کے ہندو اپنی لیڈنگ پوزیشن سے گر کر پستی کی غار میں جا پڑے ہیں۔"

(اخبار ہندو لاہور ۶ فروری ۱۹۳۳ء)

کرنل ڈگلس (ولیم مانٹیگو) ڈپٹی کمشنر گورداسپور پنجاب نے ۱۹۳۹ء میں لنڈن میں ایک تبلیغی اجلاس کی صدارت کے موقعہ پر مندرجہ ذیل صدارتی کلمات بیان فرمائے:۔

"مجھ سے بار بار سوال کیا گیا ہے کہ احمدیت کا سب سے بڑا مقصد کیا ہے۔ میں اس سوال کا یہی جواب دیتا ہوں کہ اسلام میں روحانیت کی روح پھونکنا اور اسلام کی موجودہ زمانہ کی زندگی کے مطابق پیش کرنا ہے۔ میں نے جب ۱۸۹۷ء میں بانی جماعت احمدیہ کے خلاف مقدمہ کی سماعت کی تھی اس وقت جماعت کی تعداد چند سو سے زیادہ نہ تھی۔ لیکن آج دس لاکھ سے بھی زیادہ ہے۔ پچاس سال کے عرصہ میں یہ نہایت شاندار کامیابی ہے۔ اور مجھے یقین ہے۔ کہ

موجودہ نسل کے نوجوان اس کی طرف زیادہ توجہ دیں گے۔ اور آئندہ
پچاس سال کے عرصہ میں جماعت کی تعداد بہت بڑھ جائے گی۔"
(ریویو آف ریلیجنز اردو ماہ ستمبر ۱۹۳۹ء)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کرنل ڈگلس کی انصاف پسندی
اور بیدار مغزی کا ذکر کرکے فرمایا۔

"جب تک دنیا قائم ہے اور جیسے جیسے یہ جماعت لاکھوں
کروڑوں افراد تک پہنچے گی۔ ویسی ویسی تعریف کے ساتھ اس
نیک نیت حاکم کا تذکرہ رہے گا اور یہ اس کی خوش قسمتی ہے کہ
خدا نے اس کام کے لئے اسی کو چنا۔" (کشتی نوح صہ ۵۴)

آل انڈیا کشمیر کمیٹی کا قیام

حضرت مصلح موعود نے مورخہ ۲۵ جولائی ۱۹۳۱ء کو شملہ میں مسئلہ کشمیر پر غور
کرنے کے لئے ہندوستان کے مشہور عالم مسلم رہنماؤں کا اجلاس بلایا جس میں
شمس العلماء خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی۔ سر میاں فضل حسین صاحب۔ ڈاکٹر
سر محمد اقبال صاحب۔ سر ذوالفقار علی خاں صاحب۔ جناب نواب صاحب
کنج پورہ۔ خان بہادر شیخ رحیم بخش صاحب ریٹائرڈ سیشن جج۔ سید محسن شاہ
صاحب ایڈووکیٹ لاہور۔ سیکرٹری آل انڈیا کشمیری کانفرنس لاہور مولوی

محمد اسمٰعیل صاحب غزنوی (امرتسر) مولوی نورالحق صاحب مالک مسلم اوٹ لک لاہور۔ سید حبیب صاحب ایڈیٹر "سیاست" لاہور۔ مولوی میرک شاہ صاحب۔ جناب اللہ رکھا ساغر۔ صاحبزادہ عبداللطیف صاحب آف ٹوپی نے شرکت کی۔ اور انہوں نے متفقہ طور پر حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد امام جماعت احمدیہ کو آل انڈیا کشمیر کمیٹی کا صدر منتخب کیا۔ آپ نے ڈکٹیٹر بننے سے انکار کر دیا۔ البتہ صدر بننا قبول فرمالیا۔ اور پوری تندہی سے کام شروع فرما دیا۔ اور اللہ تعالٰی کے فضل سے کشمیریوں کے مذہبی، تمدنی، معاشرتی حقوق دلوانے میں نمایاں کامیابی حاصل کی۔

مسٹر غلام محمد بخشی، شیخ محمد عبداللہ شیر کشمیر اور غلام نبی نے جیل جاتے ہوئے مکتوب لکھا:۔

بحضور حضرت امام جماعت احمدیہ قادیان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

ہم اس حیثیت سے کہ کشمیر کے مظلوم ہیں۔ اور ہمارا جرم صرف اسلام ہے۔ ہم حضور سے بحیثیت امام جماعت احمدیہ ہونے کے طالب امداد ہیں۔ حضور ہماری امداد فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

گو ہمیں اس امر کا ازحد صدمہ ہے۔ کہ حضور نے اپنا دست شفقت بعض کم فہم احباب کی وجہ سے ہمارے سر پر سے اٹھا لیا۔ مگر آپ کی ذات سے ہمیں پوری امید ہے۔ کہ حضور اس آڑے وقت میں

ہماری رہنمائی فرما کر ہمیں ممنون و مشکور فرما دیں گے۔ اور ہمارے لئے ساتھ ہی دعا بھی فرما دیں۔ والسّلام

مفصل حالات صوفی عبدالاحد صاحب تحریر کریں گے۔ جیل جاتے وقت عریضہ لکھا گیا۔ کسی بھی قسم کی غلطی ہو تو معافی کے خواستگار ہیں۔

خاکساران غلام محمد بخشی۔ ۳۳-۵-۳۱

سید محمد عبداللہ ۳۳-۵-۳۱

غلام نبی ۳۳-۵-۳۱

(تاریخ احمدیت جلد ۶ صفحہ ۹۱)

مشہور مسلم لیڈر و صحافی مولانا ظفر علیخان مدیر اخبار "زمیندار" لاہور نے ایک جلسہ عام میں جو کہ شیخ حسین اعظم کی صدارت میں منعقد ہوا تھا، تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا:۔

"احمدیوں کی مخالفت کی آڑ میں احرار نے خوب ہاتھ رنگے۔ احمدیوں کی مخالفت کا احرار نے محض جلب زر کے لئے ڈھونگ رچا رکھا ہے۔ قادیانیت کی آڑ میں غریب مسلمانوں کے گاڑھے پسینہ کی کمائی ہڑپ کر رہے ہیں۔

کوئی ان احرار سے پوچھے۔ بھلے مانسو! تم نے مسلمانوں کا کیا سنوارا ہے۔ کوئی اسلامی خدمت تم نے سر انجام دی ہے۔ کیا بھولے سے بھی تم نے تبلیغ اسلام کی۔ احراریو! کان کھول کر سن لو۔ تم اور

تمہارے لگے بندھے مرزا محمود کا مقابلہ قیامت تک نہیں کر سکتے مرزا محمود کے پاس قرآن ہے۔ قرآن کا علم ہے۔ تمہارے پاس کیا خاک دھرا ہے۔ تم میں سے ہے کوئی جو قرآن کے سادہ حروف بھی پڑھ سکے۔ تم نے کبھی خواب میں بھی قرآن نہیں پڑھا۔ تم خود کچھ نہیں جانتے لوگوں کو کیا بتاؤ گے۔ مرزا محمود کی مخالفت تمہارے فرشتے بھی نہیں کر سکتے۔ مرزا محمود کے ساتھ ایسی جماعت ہے جو تن من دھن اس کے ایک اشارہ پر اس کے پاؤں میں نچھاور کرنے کو تیار ہے۔ تمہارے پاس کیا ہے گالیاں اور بدزبانی۔ تف ہے تمہاری غداری پر۔

مرزا محمود کے پاس مبلغ ہیں۔ مختلف علوم کے ماہر ہیں دُنیا کے ہر ایک ملک میں اس نے جھنڈا گاڑ رکھا ہے۔"

(تقریر جلسہ مسجد خیر الدین امرتسر منقول از "ایک خوفناک سازش" ص ۱۹۵-۱۹۶۔ مصنفہ مولوی مظہر علی اظہر جنرل سیکرٹری احرار اسلام)

مشہور مسلم لیڈر نواب بہادر یار جنگ حیدر آباد دکن جب ۱۹۳۰ء میں قادیان تشریف لے گئے تو اپنے تاثرات مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کئے:۔

"قادیان کا مدرسۃ العلوم، عربی کی درسگاہ، دارالامانہ، دارالاشاعت بین الاقوامی تبلیغ کا مرکز۔ نوجوان فدائیان احمدیت کا تنظیمی ادارہ مہمان خانہ میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ کا

دفتر یہاں تک کہ قبرستان ان میں سے ہر ایک اپنی باقاعدگی اور خوش خلقی کے اعتبار سے کارکنوں کی دلچسپی اور فرض شناسی کا ثبوت دے رہے تھے ...... خذ ما صفا کے اصول کے ماتحت میری دلی تمنا ہے کہ میں تمام دنیا کے مسلمانوں کو اس چھوٹی سی جماعت (احمدیہ) کی طرح منظم اور ایک مرکز کے تحت جو اصول اسلامی کے مطابق ہے۔ حرکت کرتا ہوا دیکھوں۔"

(مرکز احمدیت صفحہ ۲۵۵-۲۵۶ منقول از الفضل ۱۳ دسمبر ۱۹۶۳ء)

انسائیکلوپیڈیا برٹینکا نے لکھا:-

"احمدیہ جماعت ...... کا ایک وسیع تبلیغی نظام ہے۔ نہ صرف ہندوستان میں بلکہ مغربی افریقہ، ماریشس اور جاوا ...... برلن، شکاگو اور لندن میں بھی ان کے تبلیغی مشن قائم ہیں۔ ان کے مبلغین نے خاص جد و جہد کی ہے۔ کہ یورپ کے لوگ اسلام قبول کریں۔ اور اس میں انہیں معتد بہ کامیابی بھی ہوئی۔ ان کے لٹریچر میں اسلام کو اس شکل میں پیش کیا جاتا ہے کہ جو نو تعلیم یافتہ لوگوں کے لئے باعث کشش ہے ...... ان کے مبلغین ان حملوں کا بھی دفاع کرتے ہیں۔ جو عیسائی مناظرین نے اسلام پر کئے ہیں۔"

(انسائیکلوپیڈیا برٹینکا۔ ایڈیشن مطبوعہ ۱۹۴۷ء جلد ۱۲۔ صفحہ ۷۱۱-۷۱۲)

جناب ایڈیٹر صاحب اخبار "فرنٹیر میل" ڈیرہ دون بھارت رقمطراز ہے :-

" احمدیہ جماعت مسلمانوں میں ایک ترقی پسند جماعت ہے۔ جملہ مذاہب کے ساتھ رواداری اس کی بنیادی تعلیم میں شامل ہے۔ تمام پیشوایانِ مذاہب کی عزت و تکریم کرتے ہوئے احمدیوں نے ان کی تعلیمات کو اپنی مذہبی کتب میں شامل کیا ہے۔ چالیس سال پیشتر یعنی اس وقت جبکہ مہاتما گاندھی ابھی ہندوستان کے افق سیاست پر نمودار نہ ہوئے تھے۔ (حضرت) مرزا غلام احمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے ۱۸۹۱ء میں دعوئے مسیحیت فرما کر اپنی تجاویز رسالہ پیغام صلح کی شکل میں ظاہر فرمائیں۔ جن پر عمل کرنے سے ملک کی مختلف قوموں کے درمیان اتحاد و اتفاق اور محبت و مفاہمت پیدا ہوتی ہے۔ آپ کی یہ شدید خواہش تھی کہ لوگوں میں رواداری، اخوت اور محبت کی روح پیدا ہو۔ بے شک آپ کی شخصیت لائق تحسین اور قابل قدر ہے کہ آپ کی نگاہ نے مستقبل بعید کے کثیف پردہ میں سے دیکھا اور صحیح راستہ کی طرف رہنمائی فرمائی "

(فرنٹیر میل ڈیرہ دون ۱۲ دسمبر ۱۹۴۸ء)

بحوالہ الفرقان درویش نمبر

ڈاکٹر خلیفہ عبد الحکیم ایم۔اے ایل ایل۔بی۔پی ایچ ڈی۔لاہور لکھتے ہیں:۔

"تحریک احمدیت کی ان زبردست کوششوں کا نتیجہ ہے کہ وہ مسلمان جو اٹھارہویں صدی میں اپنی موت پر دستخط کئے ہوئے تھے تقلید کے قفس سے آپنے اندر زندگی کی ایک برقی لہر محسوس کرتے ہوئے اعلان عام کر رہے ہیں کہ یہ بیسویں صدی ہر جگہ مسلمانوں کے لئے نشاۃ ثانیہ کے نئے یا بیداری کا آغاز ہے۔"

(رسالہ استقلال لاہور صفحہ ۱۰)

اخبار زمیندار لاہور نے پاک و ہند کی پارٹیشن کے موقع پر جو جماعت احمدیہ نے مسلمانوں کی خدمات سرانجام دیں ان کے متعلق لکھا:۔

"اس میں شک نہیں کہ مرزائیوں نے مسلمانوں کی خدمت قابل تشکر طریقہ پر ادا کی۔" (زمیندار ۱۳ اکتوبر ۱۹۴۷ء)

اخبار زمیندار لاہور نے لکھا:۔

"قادیان میں ایک لاکھ پناہ گزین موجود ہیں۔"

اخبار زمیندار لاہور نے لکھا:۔

"کل میجر ہندوستانی فوج کے ایک بڑے افسر نے معہ تین

بریگیڈیر کے قادیان کا دورہ کیا۔ اس پارٹی کا متفقہ بیان ہے کہ قادیان کے تمام حصے صحرا کا منظر پیش کر رہے ہیں۔ ہر جگہ ہُو کا عالم ہے۔ البتہ تین علاقے ایسے ہیں جہاں ایسے مسلمان دکھائی دیئے جو کفار کے مقابلہ میں اپنی جانیں قربان کرنے کا عزم صمیم کر چکے ہیں۔ ان لوگوں کے چہروں سے بشاشت ٹپکتی ہے ....
پناہ گزینوں کی حالت بہت ابتر ہے۔ مقامی ملٹری نے انہیں خوراک دینے سے انکار کر دیا ہے۔ اور احمدی انجمن سے کہا ہے کہ وہ مصیبت زدوں کی خوراک کا انتظام کرے۔ چنانچہ انجمن اپنا راشن کم کر کے ان پناہ گزینوں کو خوراک دے رہی ہے "

(زمیندار ۱۹ر اکتوبر ۱۹۴۷ء)

اخبار آزاد لاہور (ترجمان احرار اسلام) نے پاکستان و بھارت کی پارٹیشن کے بعد قادیان میں احمدیوں کے قیام و حفاظت مقدس مقام کے بارہ میں لکھا:-
"مشرقی پنجاب کے عوام تو خیر عوام ہی تھے۔ اگر انہوں نے پولیس اور فوج اور مسلح انسانوں کے ہجوم سے گھبرا کر مہاجرت اختیار کی تو ظاہر ہے کہ وہ مجبور تھے۔ لیکن جس بزدلی سے مسجدوں کے اماموں۔ خانقاہوں کے مجاوروں اور ایں شریف و آں شریف کے سجادہ نشینوں نے فرار اختیار کیا وہ اسلام کی سپرٹ اور تعلیم کے صریحاً خلاف تھا۔ تمام عمر اوقاف کی کمائی اپنے نفس پر صرف

کر کے شعائر اللہ کو کافروں کے حوالے کر دینا اور خود بھاگ نکلنا قابل شرم
ہے۔ خواجہ بختیار کاکیؒ دہلی کے سجادہ نشین صاحب جو اس
مقدس تربت کی کمائی تمام عمر کھاتے رہے یوں بھاگے کہ بستی کے لوگوں
سے فرمایا کہ حضرت صاحب نے خواب میں حکم دیا ہے کہ میں پاکستان
جا رہا ہوں تم بھی چلو۔ اجمیر کے متعلق حال ہی میں حیدرآباد سندھ کے
متولیوں کا ایک پوسٹر آیا تھا جس میں درج تھا کہ خواجہ اجمیر کا عرس
دارالکفر کی بجائے دارالاسلام میں منایا جا رہا ہے۔ اور تمام اہل اسلام
کو دعوت شمولیت ہے۔ امام ناصر الدین جالندھر کا روضہ آج بے یار و
مددگار پڑا ہوا ہے۔ مجدد الف ثانی کے مزار اقدس پر آج نہ کوئی چراغ
جلانے والا ہے اور نہ کوئی پھول چڑھانے والا ہے۔ اور نہ کوئی مسجد
میں اذان دینے والا ہے۔ اسی طرح ہزاروں مساجد جن میں کئی مسجدیں
یادگاری ہیں سونی پڑی ہیں۔ اور ان گنت اپنی حرمت کھو کر گوردواروں
میں تبدیل ہو چکی ہیں۔ بعض کو گھروں کی شکل دے دی گئی ہے۔ اور بہت سی
اصطبلوں اور پاخانوں میں بدل دی گئی ہیں۔ کیا ان مساجد اور معابد
کے ٹھیکیداروں کو علم ہے کہ ان کے اس اسلام پر خود کفر کی جبین سے
کتنی مداہنت کے قطرے ٹپکتے ہیں۔

ان سطروں کے لکھنے کی ضرورت اس لئے لاحق ہوئی کہ انقلاب
کی تازہ اشاعت میں ایک قادیانی ملک صلاح الدین ایم۔ اے۔ کا
ایک مکتوب چھپا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ آج بھی حضرت مرزا غلام احمد

لیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزار کی حفاظت کے لئے وہاں جانثار مرزائی موجود ہیں اور اب بھی وہاں کی مسجدوں میں آذان دی جاتی ہے۔ ایکطرف نبوت باطلہ کے پیروؤں کا اعتقاد دیکھئے کردہ اپنے "مقدس مقام" کی حفاظت کیلئے اب تک ڈٹے ہوئے ہیں۔ لیکن ذرا ان سے بھی پوچھئے جو نذرگاہ امام ناصرؒ۔ مزار مجدد الف ثانی اور اسیطرح دوسرے سینکڑوں اہل اللہ کے مقبروں کی آمدنی ڈکارتے رہے اور اب دارالکفر کی بجائے دارالعلوم میں عرس منا کر ضعیف الاعتقاد مریدوں کی جیبیں ٹٹول رہے ہیں۔ ملک صلاح الدین قادیانی کے مکتوب کی عبارت کے بعض حصص حسب ذیل ہیں:۔

"ہم قریبًا سواتین سو احمدی مسلمان قادیان ضلع گورداسپور میں مقیم ہیں۔ (اب ایکہزار کے قریب ہیں۔ ناقل) ابتداء میں تو ظاہری حالات کے ماتحت قریبًا یقین تھا کہ ہم موت کے گھاٹ اتار دیئے جائیں گے۔ لیکن اب حالات روز بروز سدھرتے جاتے ہیں۔ ہمارے یہاں قیام سے بفضلہ تعالیٰ اغوا شدہ مستورات کو بہت فائدہ ہوا ہے۔ چونکہ کشمیر کی سرحد اس ضلع سے ملتی ہے اس لئے اس ضلع کو ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ اور یہاں پاکستان کی ملٹری یا پولیس مستورات کو نکالنے کے لئے نہیں آسکتی۔

گذشتہ اکتوبر سے اس وقت تک ہمارے قریب کے دیہات سے پولیس نے صرف چار پانچ عورتیں برآمد کی ہیں۔ لیکن چونکہ خدا کے

نقل ہے اس وقت بھی قادیان میں چار جگہ سے اذان بلند ہوتی ہے۔
اس نے عجیب متعدد مسلمان عورتوں کو اذان سنکر معلوم ہوا کہ ہم یہیں
ہیں تو وہ موقع پاکر ہمارے پاس پہنچ گئیں۔ بعض کو عیسائی ہمارے
پاس پہنچا گئے۔ بعض کو خود بعض شریف مزاج سکھ پہنچا گئے۔ بعض
چھوٹے دیہات پر حملہ ہونے کے وقت قادیان آکر ٹھہری تھیں اسلئے
انہیں علم تھا کہ یہ بھی مسلمانوں کا مرکز ہے یا انہوں نے غیر مسلموں سے
قادیان کا ذکر سنا تھا چھپ چھپا کر موقع پاکر بھاگ آئیں۔
خوف کی وجہ سے مذہب تبدیل کرنے والے مسلمان تقریباً اسی
کی تعداد میں ہمارے پاس آئے اور ہم نے ان کی رہائش اور
خوراک کا انتظام کیا اور جب ہمارے ٹرک قادیان آتے جاتے تو
ہم انہیں بحفاظت پاکستان پہنچا دیتے تھے۔ اور اب سپیشل پولیس
کے ذریعہ انہیں پاکستان بھجوا دیا جاتا ہے۔ اور ان کے اقارب کو
خطوط، تار اور فون کے ذریعے اطلاع دی جاتی ہے۔ گرد و نواح
کے قادیان کے علاوہ ان عورتوں میں کئی ہوشیارپور، امرتسر،
فیروزپور، سیالکوٹ کے اضلاع اور ریاست جموں کی تھیں۔
کیا اس خبر کے بعد مشرقی پنجاب کے سجادہ نشین اپنے دل پر ہاتھ
رکھکر کہہ سکتے ہیں کہ ان کے دل میں بھی اسلام ہے۔ ؎

اس مسلمان سے سو بار ہے کافر اچھا
جس مسلمان کے پیش نظر انجام نہ ہو

(احراری اخبار "آزاد" لاہور ۲۶ مئی ۱۹۵۱ء)

جنرل سر ڈگلس گریسی کمانڈر انچیف بری فوج پاکستان نے فرقان بٹالین کی سبکدوشی پر مندرجہ ذیل پیغام بھیجا:۔

"آپ کی بٹالین خاص رضا کار بٹالین تھی جس میں زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے لوگ تھے۔ ان میں کسان بھی تھے۔ اور مزدور پیشہ بھی۔ کاروباری لوگ بھی تھے۔ نوجوان طلباء اور اساتذہ بھی۔ وہ سب کے سب خدمت پاکستان کے جذبہ میں سرشار تھے۔ آپ نے اس قربانی کے بدلے میں جس کے لئے آپ میں سے ہر ایک نے اپنے آپ کو بخوشی پیش کیا۔ کسی قسم کے معاوضہ اور شہرت ونمود کی توقع نہ کی۔

آپ جس جوش اور ولولے کے ساتھ آئے اور اپنے فرائض منصبی کی بجا آوری کے لئے تربیت حاصل کرنے میں جس ہمہ گیر اشتیاق کا اظہار کیا اس سے ہم سب بہت متاثر ہوئے۔ ان تمام مشکل مراحل پر جو نئی پلٹن کو پیش آتے ہیں۔ آپ کے افسروں نے بہت عبور حاصل کر لیا۔ کشمیر میں محاذ کا ایک اہم حصہ آپ کے سپرد کیا گیا۔ اور آپ نے ان تمام توقعات کو پورا کر دکھایا۔ جو اس مہم میں آپ سے کی گئی تھیں۔ دشمن نے ہوا پر سے اور زمین پر سے آپ پر شدید حملے کئے۔ لیکن آپ نے ثابت قدمی اور اولوالعزمی سے اسکا مقابلہ کیا اور ایک انچ زمین بھی اپنے قبضہ سے نہ جانے دی۔ آپ کے انفرادی اور مجموعی اخلاق کا معیار بہت بلند تھا۔ اور تنظیم کا جذبہ

بھی انتہائی قابل تعریف!
اب جبکہ آپ کا مشن مکمل ہو چکا ہے۔ اور آپ کی بٹالین
تحلیل میں لائی جا رہی ہے۔ میں اس قابل قدر خدمت کی بناء پر جو
آپ نے اپنے وطن کی انجام دی ہے۔ آپ میں سے ہر ایک کا شکریہ
ادا کرتا ہوں۔ خدا حافظ! (اردو ترجمہ از انگریزی)
(بحوالہ تاریخ احمدیت جلد ۵ صفحہ ۶۷۵)

حکیم احمد الدین صاحب صدر جماعت المشائخ سیالکوٹ نے اپنے رسالہ
قائد اعظم میں فرقان بٹالین سے خراج تحسین ادا کیا کہ:-
اس وقت تمام مسلم جماعتوں میں سے احمدیوں کی قادیانی جماعت
نمبر اول پر جا رہی ہے۔ وہ قدیم سے منظم ہے۔ نماز روزہ وغیرہ
امور کی پابند ہے۔ یہاں کے علاوہ ممالک غیر میں بھی اس کے مبلغ
احمدیت کی تبلیغ میں کامیاب ہیں۔ قیام پاکستان کے لئے مسلم لیگ
کو کامیاب بنانے کے لئے اس کا ہاتھ بہت کام کرتا تھا۔ جہاد کشمیر
میں مجاہدین آزاد کشمیر کے دوش بدوش جسقدر احمدی جماعت نے
خلوص اور دردِ دل سے حصہ لیا ہے۔ اور قربانیاں کی ہیں۔ ہمارے
خیال میں مسلمانوں کی کسی دوسری جماعت نے ابھی تک ایسی جرأت
اور پیش قدمی نہیں کی۔ ہم ان تمام امور میں احمدی بزرگوں کے
مداح اور مشکور ہیں۔ اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں ملک وملت

اور مذہب کی خدمت کرنے کی مزید توفیق بخشے "

اسی طرح گلزار احمد صاحب فدا ایڈیٹر اخبار جہاد سیالکوٹ نے اپنے اخبار مورخہ ۱۶ر جون ۱۹۵۰ء میں لکھا:۔

......"فرقان بٹالین نے مجاہدین کشمیر کے شانہ بشانہ ڈوگرہ فوجوں سے جنگ کی۔ اور اسلامیان کشمیر کے اختیار کردہ مؤقف کو مضبوط بنایا" (الفضل ۱۷ر مئی ۱۹۴۹ء)

نامور ادیب سید رئیس احمد جعفری صاحب جماعت احمدیہ کا رویہ پاکستان کے بارہ میں یہ بیان کرتے ہیں کہ:۔

"اب ایک اور دوسرے بہت بڑے فرقہ اصحاب قادیان کا مسلک اور رویہ پاکستان کے بارے میں پیش کیا جاتا ہے۔ حقائق ذیل سے اندازہ ہو جائے گا کہ اصحاب قادیان کی دونوں جماعتیں مسلم لیگ کی مرکزیت پاکستان کی افادیت اور مسٹر جناح کی سیاسی قیادت کی معترف اور مداح ہیں...... قادیانی گروہ کے "امام جماعت" مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے ۱۶ر اکتوبر ۱۹۴۵ء کو ایک طویل بیان اس سلسلہ میں شائع فرمایا:۔

آئندہ انتخابات میں ہر احمدی کو مسلم لیگ کی پالیسی کی تائید کرنی چاہیئے۔ تاکہ انتخابات کے بعد مسلم لیگ بلا خوف تردید کانگرس سے یہ کہہ سکے کہ وہ مسلمانوں کی نمائندہ ہے۔ اگر ہم اور دوسری جماعتیں

ایسا نہ ہوا تو مسلمانوں کی سیاسی حیثیت کمزور ہو جائے گی۔ اور
ہندوستان کے آئندہ نظام میں ان کی آواز بے اثر ثابت ہوگی اور
ایسا سیاسی اور اقتصادی دھکا مسلمانوں کو لگے گا۔ کہ چالیس پچاس
سال تک ان کا سنبھلنا مشکل ہو جائے گا۔ اور میں نہیں کہہ سکتا کہ
کوئی عقلمند آدمی اس حالت کی ذمہ داری اپنے اوپر لینے کو تیار ہو۔
پس میں اس اعلان کے ذریعہ تمام صوبہ جات کے احمدیوں کو
مشورہ دیتا ہوں کہ وہ اپنی اپنی جگہ پر پورے زور اور
قوت کے ساتھ آئندہ انتخابات میں مسلم لیگ کی مدد کریں۔"

مسلم قوم کی مرکزیت پاکستان یعنی ایک آزاد اسلامی حکومت
کے قیام کی تائید مسلمانوں کے یاس انگیز مستقبل پر تشویش عامۃ المسلمین
کی صلاح و فلاح، نجاح و مرام کی کامیابی، تفریق بین المسلمین کے خلاف
برہمی اور غصہ کا اظہار کون کر رہا ہے؟ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر
اور جماعت حزب اللہ کا داعی اور امام الہند؟ پھر کیا جانشین شیخ الہند
اور دیوبند کا شیخ الحدیث؟ وہ بھی نہیں، پھر کون؟ ——
وہ لوگ جن کے خلاف کفر کے فتووں کا پشتارہ موجود ہے جن کی نامسلمانی کا
چرچا گھر گھر ہے۔ جن کا ایمان، جن کا عقیدہ مشکوک، مشتبہ اور محل نظر ہے
کیا خوب کہا ہے ایک شاعر نے ؎

کامل اس فرقۂ زہاد سے اٹھا نہ کوئی
کچھ ہوئے تو یہی رندان قدح خوار ہوئے

(حیات محمد علی جناح مطبوعہ ۱۹۴۶ء ص

جناب ایڈیٹر صاحب اخبار "زمزم" نے جماعت احمدیہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:۔

"(جماعت احمدیہ کی طرف سے) قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ مکمل ہو چکا ہے۔ قرآن کریم کے مختلف سات زبانوں میں جو ترجمے ہو رہے تھے وہ بھی پایۂ تکمیل کو پہنچ گئے ہیں۔ فرانس۔ اٹلی۔ سوئزرلینڈ شمالی اور جنوبی۔ امریکہ۔ افریقہ۔ مصر فلسطین۔ عراق۔ ایران۔ جزائر شرق الہند وغیرہ میں مبلغ متعین ہیں۔ سن رہے ہیں ہمارے علماء کرام ...... ان کا حریف اتنی دُور نکل گیا ہے کہ تعاقب کے لئے بہت ہمت چاہیئے"

(احراری اخبار زمزم ۲۳ر جنوری ۱۹۴۷ء)

مشہور مسلم مؤرخ و ادیب جناب شیخ محمد اکرم صاحب ایم۔ اے جماعت احمدیہ کی ترقی کے بارہ میں رقمطراز ہے:۔

"احمدی جماعت کے فروغ کی ایک وجہ ان کی تبلیغی کوششیں ہیں۔ مرزا صاحب (حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام) اور ان کے معتقدوں کا عقیدہ ہے کہ اب جہاد بالسیف کا زمانہ نہیں بلکہ جہاد بالقلم اور جہاد باللسان یعنی تحریری اور زبانی تبلیغ کا زمانہ ہے۔ ان کے عقیدہ سے تمام مسلمانوں کو اختلاف ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ جہاد بالسیف کی اہلیت نہ احمدیوں میں ہے اور نہ عام مسلمانوں

ہیں۔ عام مسلمان تو جہاد بالسیف کے عقیدے کا خیالی دم بھر کے بے عملی جہاد کرتے ہیں تو تبلیغی جہاد۔ لیکن احمدی دوسرے جہاد یعنی تبلیغ کو فریضہ مذہبی سمجھتے ہیں۔ اور اس میں انہیں خاصی کامیابی بھی حاصل ہے"۔ (موج کوثر صفحہ ۱۹۲-۱۹۴)

پھر آپ نے لکھا:-

"احمدیہ جماعت کی تبلیغی کوششیں صرف انگلستان تک محدود نہیں تھیں بلکہ انہوں نے کئی دوسرے ممالک میں بھی اپنے تبلیغی مرکز کھولے ہیں۔ دنیا کے مسلمانوں میں سب سے پہلے احمدیوں اور قادیانیوں نے اس حقیقت کو پایا۔ کہ اگرچہ آج اسلام کے سیاسی زوال کا زمانہ ہے۔ لیکن عیسائی حکومتوں میں تبلیغ کی اجازت کی وجہ سے مسلمانوں کو ایک ایسا موقعہ بھی حاصل ہے جو مذہب کی تاریخ میں نیا ہے۔ اور جس سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہیئے ....

اب روز بروز برصغیر پاک و ہند کے مسلمان بھی اس خیال کے پابند ہوتے جاتے ہیں کہ اسلامی دنیا کی مصلحت اس میں نہیں کہ پاک و ہند کے مسلمان ترکی یا مصر یا کسی اور مختصر سے اسلامی ملک کے تابع مہمل بنے رہیں بلکہ اسلامی مصلحتوں کا تقاضا ہے کہ علمی اور تبلیغی بلکہ اقتصادی اور تمدنی امور میں بھی پاکستان اور ہندوستان کے مسلمان دنیائے اسلام یا کم از کم اسلامی ایشیا کی راہنمائی کریں۔ یہ خیال قوم کے مطمح نظر کو بلند کرے گا۔ ایک نئی روحانی زندگی کا باعث ہوگا۔ لیکن اس کے ایک

حصّے کی عملی تشکیل سب سے پہلے احمدیوں نے کی۔"
(موج کوثر ص ۲۰۳)

مشہور صحافی وقار انبالوی اپنے روزنامہ سفینہ میں قمطراز ہیں :۔

"گذشتہ اتوار کو امیر جماعت احمدیہ نے لاہور کے اخبار نویسوں کو اپنی نئی بستی ربوہ کا مقام دیکھنے کی دعوت دی اور انہیں ساتھ لے کر وہاں کا دورہ کیا۔ اس دورے کی تفصیلات اخباروں میں آچکی ہیں۔ ایک مہاجر کی حیثیت سے ربوہ ہمارے لئے ایک سبق ہے۔ ساٹھ لاکھ مہاجر پاکستان آئے۔ لیکن اس طرح کہ وہاں بھی اجڑے اور یہاں پر بھی کسمپرسی نے انہیں منتشر کر رکھا۔ یہ لوگ مسلمان تھے رب العالمین کے پرستار اور رحمۃ اللعالمین کے نام لیوا۔ مساوات و اخوت کے علمبردار لیکن اتنی بڑی مصیبت بھی انہیں یکجا نہ کر سکی۔ اس کے برعکس ہم اعتقادی حیثیت سے احمدیوں پہ ہمیشہ طعنہ زن رہے ہیں۔ لیکن ان کی تنظیم ان کی اخوت اور دکھ سکھ میں ایک دوسرے کی حمایت نے ہماری آنکھوں کے سامنے ایک دوسرا قادیان آباد کرنے کی ابتداء کر دی ہے۔ مہاجرین کروڑوں لوگ بھی آئے جن میں خدا کے فضل سے ایک آدمی ایسی بستیاں بسا سکتا تھا۔ لیکن ان کا روپیہ انکی ذات کے علاوہ کسی غریب مہاجر کے کام نہ آسکا۔ ربوہ ایک اور نقطۂ نظر سے بھی ہمارے لئے محل نظر ہے۔ وہ یہ کہ حکومت بھی اس

سبق لے سکتی ہے۔ اور مہاجرین کی صنعتی بستیاں اس نمونے پر بسائی جا سکتی
ہے۔ اس طرح ربوہ عوام اور حکومت کے لئے ایک مثال ہے۔ اور
زبانِ حال سے کہہ رہا ہے کہ لمبے چوڑے دعوے کرنے والے منہ
دیکھتے رہ جاتے ہیں۔ اور عملی کام کرنے والے کوئی دعویٰ کئے بغیر
کچھ کر دکھاتے ہیں: (سفینہ لاہور ۱۳ نومبر ۱۹۴۸ء)

جناب ایڈیٹر صاحب اخبار سٹیٹسمین دہلی نے لکھا:-

قادیان کے مقدس شہر میں ایک ہندوستانی پیغمبر پیدا ہوا
جس نے اپنے گرد و پیش کو نیکی اور بلند اخلاقی سے بھر دیا۔ یہ اچھی صفات
اس کے لاکھوں ماننے والوں کی زندگی میں بھی منعکس ہیں۔ احمدیہ جماعت
کا نقطۂ نظر تعمیری اور اس کا رویہ پابندِ قانون ہے۔ یہی ایک واحد
جماعت ہے جو عدالتی ریکارڈ کی رُو سے جرم سے پاک ثابت
ہوئی ہے۔ گزشتہ فرقہ وارانہ فسادات (۱۹۴۷ء) میں بھی احمدیوں
نے اپنے ہاتھ (قتل و غارت لوٹ کھسوٹ سے) صاف رکھے
یہ سب کچھ ان کے روحانی پیشوا کی عمدہ تعلیم کے بغیر وقوع میں نہیں آ سکتا۔
قادیان کے موجودہ خلیفہ (حضرت) مرزا بشیر الدین محمود احمد (صاحب)
جمعیت و قیادت کا مجسمہ ہیں۔ بہت کم شخصیتوں نے اہل اسلام پر
ایسا اثر ڈالا ہے۔ (حضرت) مرزا غلام احمد (علیہ السلام) تھے۔ آپ کی عظمت
کا اندازہ آپ کی شخصیت، عقیدہ اور تعلیم کے خلاف پراپیگنڈا

کی شدت سے کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ راسخ العقائد کے مسلمانوں کو اس بات کا ڈر تھا کہ ان کے ہم خیال (احمدیت میں داخل ہو کر) کم ہوتے جائیں گے۔" (اخبار سٹیٹسمین دہلی ۱۲ر فروری ۱۹۴۹ء)

جناب ایڈیٹر صاحب اخبار "سینٹینل" رانچی رقمطراز ہیں:-

"قادیان کے نور و برکت کی حد بندی کرنے کی ضرورت نہیں۔ تمام دنیا اس کو براہ راست یا بالواسطہ جانتی ہے۔ کچھ عرصہ پیشتر بہ مقام زاویۂ گمنامی میں پڑا ہوا تھا۔ لیکن اکسٹھ سال پہلے ایک روحانی کیفیت اپنی تہذیب کے لحاظ سے پسماندہ جگہ میں ظاہر ہوئی اس کا ظہور (حضرت) مرزا غلام احمد (صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے وجود میں ہوا کاؤنٹ ٹالسٹائے (روسی مفکر) بھی ان لوگوں میں سے تھے جو آپ کے افکار عالیہ سے سیراب ہوئے۔ انہوں نے اس بات کا اظہار کیا۔ کہ جو شخص قادیان سے کلام کر رہا ہے۔ وہ کوئی معمولی فانی انسان نہیں۔ فی الحقیقت دنیا کے تمام مفکرین نے جن کو آپ کی کتب و تعلیم کے مطالعہ کا موقعہ ملا۔ آپ میں معجزہ اور حقیقی راحت و اطمینان پایا۔ آپ نے دنیا پر ظاہر کیا کہ وہ خلیج جو خالق اور مخلوق کے درمیان وسیع ہو گئی ہے اس کو پاٹنا آپ کی زندگی اور بعثت کا مقصد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کے تمام گوشوں سے لوگ آپ کے گرد و پیش جمع ہو گئے۔ اور آپ کی ذات میں انہوں نے

مسیح موعود کی بعثت کو پورا ہوتے دیکھا۔ آج کل یورپ کے تمام ملکوں اور تمام حکومتوں کے ماتحت ترقی کر رہے ہیں۔

(اخبار THE SENTINEL رانچی ۲۴ر جولائی ۱۹۵۱ء)

جناب ایڈیٹر صاحب ہندوستان ٹائمز کلکتہ رقمطراز ہیں:۔

احمدیہ جماعت بین الاقوامی حیثیت رکھتی ہے۔ کیونکہ اس کی شاخیں یورپ اور ایشیا کے مختلف ممالک افریقہ اور شمالی اور جنوبی امریکہ کے متفرق حصوں اور آسٹریلیا میں پھیلی ہوئی ہے۔ ہر جگہ ان کے ماننے والے اپنی مخصوص تعلیم اور تبلیغی سرگرمی کے لئے ممتاز اور نمایاں ہیں۔ احمدیوں کی تعداد کا اندازہ دس لاکھ کے قریب ہے۔

پرانے خیالات کے مسلمانوں کے عقیدے کے خلاف مسلمانوں کی یہ جماعت ان اختلافات کو جو مختلف قوموں اور مذاہب میں پائے جاتے ہیں تسلیم کر کے یہ مناسب سمجھتی ہے کہ ان اختلافات کو جبر اور طاقت سے نہ مٹایا جائے بلکہ وعظ اور نصیحت اور باہمی مفاہمت سے دور کیا جائے۔ احمدیہ جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ تمام مذاہب جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ہونے کے مدعی ہیں۔ اور ایک لمبے عرصہ سے دنیا میں قائم ہیں۔ وہ یقیناً سچے اور خدا کی طرف سے ہیں۔ گو یہ ہو سکتا ہے کہ لمبا زمانہ گزرنے کی وجہ سے

ان کی تعلیم میں بگاڑ پیدا ہو گیا ہو۔ اور ان کی روحانی طاقت کمزور ہو گئی ہو۔

احمدیت کی تعلیم کی رُو سے یہ ناجائز ہے کہ مذہبی معاملات میں طاقت اور جبر کا استعمال کیا جائے۔ عقیدہ اور ضمیر اور عمل کی آزادی احمدیوں کے نزدیک ہر مذہب کا بنیادی حق ہے اور جہاد کا خیال جس رنگ میں پرانے خیالات کے دوسرے مسلمانوں میں رائج ہے۔ جس کی رُو سے مذہب کے نام پر جبر اور طاقت کا استعمال جائز ہے۔ احمدیت اس کو نہیں مانتی۔

سیاسی لحاظ سے احمدیہ جماعت کا یہ اصول اور طریق ہے کہ احمدی جس ملک یا علاقہ میں بھی رہتے ہیں۔ وہاں کی قائم شدہ حکومت کے وفادار ہوتے ہیں۔ اور ہر رنگ میں ملک کے قانون اور دستور کی اطاعت کرتے ہیں۔ یہ بات ان کے بنیادی اصولوں اور مذہبی عقائد میں شامل ہے کہ وہ حکومت کے ساتھ تعاون کریں۔ اور کسی صورت میں بھی سٹرائیک (ہڑتال)۔ تحریک عدم تعاون یا کسی بغاوت یا غیر قانونی کارروائی میں شامل نہ ہوں"

(ہندوستان ٹائمز کلکتہ ۲۵ر دسمبر ۱۹۵۱ء)

جناب سردار دیوان سنگھ صاحب مفتون ایڈیٹر "ریاست" دہلی رقمطراز ہیں:۔

"ہم کہہ سکتے ہیں کہ جہاں تک اسلامی شعار کا تعلق ہے۔ ایک معمولی
احمدی کا دوسرے مسلمانوں کا بڑے سے بڑا مذہبی لیڈر بھی مقابلہ نہیں
کر سکتا۔ کیونکہ احمدی ہونے کے لئے یہ لازمی ہے کہ وہ نماز، روزہ
زکوٰۃ اور دوسرے اسلامی احکام کا عملی طور پر پابند ہو۔ چنانچہ ایڈیٹر
"ریاست" کو اپنی زندگی میں سینکڑوں احمدیوں سے ملنے کا اتفاق
ہوا۔ اور ان سینکڑوں میں سے ایک بھی ایسا نہیں دیکھا گیا جو کہ
اسلامی شعار کا پابند اور دیانتدار نہ ہو۔ اور ہمارا تجربہ یہ ہے کہ
ایک احمدی کے لئے بددیانت ہونا ممکن ہی نہیں کیونکہ یہ لوگ
خدا سے ڈرتے ہی نہیں بلکہ خدا سے ہٹ کتے ہیں"
(ریاست دہلی ۱۳ر نومبر ۱۹۵۲ء)

جناب حکیم مولوی عبد الرحیم صاحب اشرف مدیر رسالہ "المنبر" لائلپور[1]
جو کبھی جماعت اسلامی پاکستان کے سرگرم ممبر تھے۔ جماعت احمدیہ کی کامیابیوں
کا اعتراف اور جماعت کے مخالفین کی ناکامی کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:۔

"ہمارے بعض واجب الاحترام بزرگوں نے اپنی تمام تر
صلاحیتوں سے قادیانیت کا مقابلہ کیا۔ لیکن یہ حقیقت سب کے
سامنے ہے کہ قادیانی جماعت پہلے سے زیادہ مستحکم اور وسیع
ہوتی گئی۔ مرزا صاحب کے بالمقابل جن لوگوں نے کام کیا۔ ان

---

[1] المنبر

میں سے اکثر تقویٰ، تعلق باللہ، دیانت، خلوص، علم اور اثر کے اعتبار سے پہاڑوں جیسی شخصیتیں رکھتے تھے۔ سید نذیر حسین صاحب دہلوی، مولانا انور شاہ صاحب دیوبندی۔ مولانا قاضی سید لقمان منصور پوری، مولانا محمد حسین بٹالوی۔ مولانا عبد الجبار غزنوی۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری اور دوسرے اکابر رحمہم اللہ وغفرلہم کے بارے میں ہمارا حسن ظن یہی ہے کہ یہ بزرگ قادیانیت کی مخالفت میں مخلص تھے۔ اور ان کا اثر اور رسوخ بھی اتنا زیادہ تھا کہ مسلمانوں میں بہت کم ایسے اشخاص ہوتے ہیں۔ جو ان کے ہم پایہ ہیں۔ اگرچہ یہ الفاظ سننے اور پڑھنے والوں کے لئے تکلیف دہ ہوں۔ اور قادیانی اخبارات اور رسائل چند دن اپنی تائید میں پیش کرکے خوش ہوتے رہیں گے لیکن ہم اس کے باوجود اس تلخ نوائی پر مجبور رہیں کہ ان اکابر کی تمام کاوشوں کے باوجود قادیانی جماعت میں اضافہ ہوا ہے۔ متحدہ ہندوستان میں قادیانی بڑھتے رہے۔ تقسیم کے بعد اس گروہ نے پاکستان میں نہ صرف پاؤں جمائے بلکہ ان کی تعداد میں اضافہ ہوا۔ وہاں ان کا یہ حال ہے کہ ایک طرف نوردوس اور امریکہ سے سرکاری سطح پر آنے والے سائنسدان ربوہ آتے ہیں۔ اور دوسری جانب ۱۹۵۳ء کے عظیم تر ہنگامہ کے باوجود قادیانی جماعت اس کوشش میں ہے کہ اس کا ۱۹۵۶-۵۷ء کا بجٹ

۲۵ پچیس لاکھ روپیہ کا ہوٹ (المنیر لائل پور ۲۲ فروری ۱۹۵۶ء)

پھر یہی مولانا صاحب جماعت احمدیہ کے کارناموں اور اس کی جدوجہد کے نمایاں پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:-

قادیانیت میں نفع رسانی کے جو جوہر موجود ہیں ان میں اولین اہمیت اس جدوجہد کو حاصل ہے جو اسلام کے نام پر وہ غیر مسلم ممالک میں جاری رکھے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ قرآن مجید کو غیر ملکی زبانوں میں پیش کرتے ہیں۔ تثلیث کو باطل ثابت کرتے ہیں۔ سید المرسلین کی سیرت طیبہ کو پیش کرتے ہیں۔ ان ممالک میں مساجد بنواتے ہیں اور جہاں کہیں ممکن ہو اسلام کو امن و سلامتی کے مذہب کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں۔

(المنیر ۲ مارچ ۱۹۵۶ء صفحہ ۱۰)

پھر یہی مولانا صاحب موصوف لکھتے ہیں:-

تقسیم ملک کے وقت مشرقی پنجاب کی یہ واحد جماعت ہے جس کے سرکاری خزانہ میں معتقدین کے لاکھوں روپے جمع تھے اور جب یہاں مہاجرین کی اکثریت بے سہارا ہو کر آئی تو قادیانیوں کا سرمایہ جوں کا توں محفوظ پہنچ چکا تھا۔ اس سے ہزاروں قادیانی بغیر کسی کاوش کے از سر نو بحال ہو گئے۔ پھر یہ موضوع بھی مستحق توجہ ہے کہ وہ واحد جماعت ہے جس کے تین سو تیرہ افراد تقسیم کے لمحہ سے آج تک قادیان موجود ہیں۔ اور وہاں اپنے مشن کے لئے کوشاں بھی ہیں اور منظم بھی۔

ہم کھلے دل سے اعتراف کرتے ہیں کہ قادیانی عوام میں ایک معقول تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو اخلاص کے ساتھ اس حقیقت کو سمجھ کر مالی و جانی اور دنیوی وسائل و علائق کی قربانی پیش کرتی ہے۔"

(المنیر ہفت روزہ ۲ر مارچ ۱۹۵۶ء)

یہی مولانا صاحب موصوف رقمطراز ہیں:۔

"قادیانیوں نے گذشتہ پچاس سالوں میں اندرون اور بیرون ملک میں اپنی قومی زندگی کو قائم رکھنے اور قادیانی تحریک کو عام کرنے کے سلسلہ میں جو جد و جہد کی ہے اس کا یہ پہلو نمایاں ہے۔ کہ انہوں نے اس کے لئے ایثار و قربانی سے کام لیا ہے۔ ملک میں ہزاروں اشخاص ایسے ہیں جنہوں نے اس نئے مذہب کی خاطر اپنی برادریوں سے علیحدگی اختیار کی۔ دنیوی نقصانات برداشت کئے اور جان و مال کی قربانیاں پیش کیں۔"

(المنیر ۲ر مارچ ۱۹۵۶ء)

بعد ازاں مولانا صاحب موصوف جماعت احمدیہ کے تبلیغی نظام کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"قادیانی تنظیم کا تیسرا پہلو وہ تبلیغی نظام ہے۔ جس نے اس جماعت کو بین الاقوامی جماعت بنا دیا ہے۔ اس سلسلہ میں یہ حقیقت اچھی طرح سمجھ لینے کی ہے۔ کہ بھارت، کشمیر، انڈونیشیا، اسرائیل، جرمن، ہالینڈ، سوئٹزرلینڈ، امریکہ، برطانیہ، دمشق، نائیجیریا، افریقی علاقے اور پاکستان کی تمام قادیانی جماعتیں محمود احمد صاحب

گویا اپنا امیر اور خلیفہ تسلیم کرتی ہیں اور ان کے بعض دوسرے ممالک کی جماعتوں اور افراد نے کروڑوں روپوں کی جائیدادیں "صدر انجمن احمدیہ ربوہ" اور "صدر انجمن احمدیہ قادیان" کے نام وقف کر رکھی ہیں "

(المنبر ۲ر مارچ ۱۹۵۶ء صفحہ ۱۰)

پھر مولانا صاحب موصوف قابل رشک اور عبرت انگیز پہلو کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"غیر مسلم ممالک میں قرآنی تراجم اور اسلامی تبلیغ کا کام صرف اس امتوں کی "نفع رسانی" کی وجہ سے قادیانیت کے بقا اور وجود کا باعث ہی نہیں ہے۔ ظاہری حیثیت سے بھی اس کی وجہ سے قادیانیوں کی ساکھ قائم ہے۔ ایک عبرت انگیز واقعہ خود ہمارے سامنے وقوع پذیر ہوا۔ ۱۹۵۳ء میں جب جسٹس منیر انکوائری کورٹ میں علم اور اسلامی مسائل سے دل بہلا رہے تھے اور تمام جماعتیں قادیانیوں کو غیر مسلم ثابت کرنے کی جدوجہد میں مصروف تھیں۔ قادیانی عین انہی دنوں ڈچ اور بعض دوسری غیر ملکی زبانوں میں ترجمہ قرآن کو مکمل کر چکے تھے اور انہوں نے انڈونیشیا کے صدر حکومت کے علاوہ گورنر جنرل پاکستان مسٹر غلام محمد اور جسٹس منیر کی خدمت میں یہ تراجم پیش کئے .... گویا وہ زبان حال وقال سے یہ کہہ رہے تھے کہ ہم ہیں وہ غیر مسلم اور خارج از ملت اسلامیہ جماعت جو اس وقت جبکہ تمہیں آپ لوگ "کافر" قرار دینے کے لئے پر تول رہے ہیں ہم

غیر مسلموں کے سامنے قرآن ان کی مادری زبان میں پیش کر رہے ہیں۔
غور فرمائیے۔ ان لوگوں کا تاثر کیا ہوگا؟ اور قادیانیوں کا یہ کام ان کی
زندگی میں کس حد تک ممد و معاون ہے "

(المنیر ہفت روزہ ۲ مارچ ۱۹۵۶ء ص۱)

جناب ایڈیٹر صاحب ماہنامہ جد و جہد لاہور زیر عنوان "جماعت احمدیہ
کی تین خوبیاں" رقمطراز ہیں کہ:۔

" پاکستان اور بھارت میں بیسیوں اسلامی فرقے موجود ہیں۔
جن کو نام سے غرض ہے۔ کام سے کوئی واسطہ نہیں۔ بحث و تمحیص
میں زمین و آسمان کے قلابے ملائے جا رہے ہیں۔ لیکن عمل مفقود۔ حالانکہ
صرف عمل کرکے دکھانا ہی اسلام کی خوبی ہے۔ ورنہ مسلمانوں کا ہر دعویٰ
عاشق ایک مجذوب کی بڑ سے کم نہیں۔ قطع نظر عقائد کے عملی طور پر
مرزائی (احمدیہ) فرقہ باقی تمام فرقوں سے ۳ باتوں میں فوقیت
رکھتا ہے:۔

(۱) اسلامی مساوات:۔ ان میں اونچ نیچ۔ شریف رذیل۔ ادنیٰ و اعلیٰ
کی تمیز کم ہے۔ سب کی عزت کرتے ہیں۔

(۲) بیت المال کا قیام:۔ یہ ایک باقاعدہ شعبہ ہے جس میں ہر
مرزائی (احمدی) کو اپنی ماہوار آمدنی کا ۱/۱۰ حصہ لازماً دینا پڑتا ہے۔

ا۔ ۱/۱۰ حصہ صرف وصیت کرنے والوں کیلئے لازمی ہے۔ باقی احمدیوں کیلئے فی الحال ۱/۱۶ کی شرح مقرر ہے۔
(شاہد)

صدقات۔ خیرات۔ فطرانہ وغیرہ سب جمع کر کے یہ رقم صدقاتِ جاریہ میں خرچ کی جاتی ہے۔

(۳) تبلیغِ اسلام:- یہ فخر صرف اسی فرقہ کو حاصل ہے۔ کہ سنی۔ شیعہ۔ وہابی۔ دیوبندی۔ چکڑالوی فرقہ کے لوگوں سے تعداد میں کم ہوتے ہوئے بھی لاکھوں روپیہ سالانہ خرچ کر کے اپنے بل پر تبلیغی مشن غیر اسلامی ممالک کو بھیجتے ہیں۔ اور خدا اور رسول کا پیغام غیر مسلموں تک پہنچاتے ہیں۔ ہمارے دیس میں بڑے بڑے مخیر لوگ موجود ہیں۔ اور رفاہی انجمنیں قائم ہیں۔ مثلاً انجمن حمایتِ اسلام لاہور جو لاکھوں روپیہ تعلیم پر خرچ کرتی ہے۔ لیکن کوئی اللہ کا بندہ یا انجمن اس طرف توجہ نہیں دے رہی۔"

(ماہنامہ جدوجہد جولائی ۱۹۵۸ء)

جناب پروفیسر ہیرالال چوپڑہ ایم۔ اے۔ یونیورسٹی کلکتہ۔

"قادیانی جماعت تبلیغِ اسلام کے معاملہ میں دیگر فرقوں سے بہت پیش پیش ہے۔ افریقہ کے جنگلوں۔ انڈیا کے آدی باسیوں۔ جنوبی امریکہ کے اصل باشندوں غرضیکہ دنیا کے ہر خطے میں اگر کوئی جماعت اسلام کے پیغام کو لے کر پہنچی ہے تو وہ جماعت احمدیہ ہے۔"

(اخبار ہند ۲۳ جون ۱۹۵۶ء)

بحوالہ الفضل ۱۱ جولائی ۱۹۵۶ء)

جناب ایڈیٹر صاحب رسالہ "ہمایوں" لاہور رقمطراز ہیں :۔

"ہندوستان میں فرقہ احمدیہ نے اکثر زبانوں میں اسلامی عقائد کو حشو و زوائد سے پاک کر کے اسلام کو لا مذہب مسلمانوں اور غیر مسلم نقادوں کے سامنے پیش کیا ۔ .... یہ فرقہ صوم و صلوٰۃ کا پابند ہے ۔ اور مذہبی رسوم کا ادا کرنا ضروری سمجھتا ہے ۔ اسلام کو عقلی نقطہ نظر سے دیکھنے کے مدعی ہیں ۔ اور اس کے پیغام کو دنیا تک اور لوگوں میں پھیلانے کے لئے بے قرار نظر آتے ہیں "

(رسالہ ہمایوں لاہور ۔ بحوالہ الفضل ۲۱ ستمبر ۱۹۵۸ء)

ہماری زبان علیگڑھ نے لکھا :۔

"موجودہ زمانہ میں احمدی جماعت نے منظم تبلیغ کی جو مثال قائم کی ہے وہ حیرت انگیز ہے ۔ لٹریچر ، مساجد اور مدارس کے ذریعہ سے یہ لوگ ایشیا ، یورپ ، افریقہ اور امریکہ کے دُور دُور گوشوں تک اپنی کوششوں کا سلسلہ قائم کر چکے ہیں ۔ جس وجہ سے غیر مسلم جماعتوں میں ایک گونہ اضطراب پایا جاتا ہے ۔ کاش ! دوسرے لوگ بھی ان کی مثال سے سبق لیتے "

(ہفت روزہ ہماری زبان علیگڑھ ۲۲ دسمبر ۱۹۵۸ء)

جناب عبدالماجد صاحب دریابادی مدیر "صدق جدید" لکھنؤ رقمطراز ہیں :۔

"مشرقی پنجاب کی خبر ہے کہ اچاریہ ونوبھاوے جب پیدل
دورہ کرتے ہوئے وہاں پہنچے تو انہیں ایک وفد نے قرآن مجید کا
ترجمہ انگریزی اور سیرت نبوی پر انگریزی کتابیں پیش کیں۔ یہ
وفد قادیان کی جماعت احمدیہ کا تھا۔ خبر پڑھ کر ان سطور کے
مذہبی قلم پر تو جیسے گھڑوں پانی پڑ گیا۔ اچاریہ جی نے دورہ ادھر
کا بھی کیا۔ بلکہ بجائے قصبہ دریا باد میں قیام کرتے ہوئے گئے۔ لیکن
آپ کو اس قسم کا کوئی تبلیغی تحفہ پیش کرنے کی توفیق نہ ہوئی۔ نہ
اپنے کو نہ اپنے کسی ہم مسلک کو ندوی دیوبندی تبلیغی جماعتوں میں سے۔
آخر یہ سوچنے کی بات ہے یا نہیں کہ جب بھی کوئی موقع اس
قسم کی تبلیغی خدمت کا پیش آتا ہے یہی خارج از اسلام
جماعت آگے نکل جاتی ہے۔ اور ہم سب دیندار منہ دیکھتے
رہ جاتے ہیں" (صدق جدید لکھنؤ ۱۲ جون ۱۹۵۹ء)

پروفیسر یوسف سلیم چشتی ایڈیٹر رسالہ ندائے حق نے لکھا:۔

"آج بلاد مغرب میں ہی نہیں بلکہ ساری دنیا میں تبلیغی میدان
مرزائی احمدی حضرات قابض ہیں۔ یورپ اور امریکہ کے علاوہ ان کے مبلغین
ان علاقوں اور جزیروں میں اپنے مذہب کی تبلیغ کر رہے ہیں۔ جن کا نام بھی
ہمارے عربی مدارس کے اکثر طلباء نے نہیں سنا ہو گا۔ مثلاً ماریشس،
فجی، ٹرینیڈاڈ، سیرالیون اور نائجیریا وغیرہ"

(ندائے حق جولائی۔ اگست ۱۹۵۹ء)

ہندو پاک کے مشہور صاحب قلم عظیم ادیب جناب علامہ نیاز فتح پوری صاحب ایڈیٹر رسالہ "نگار" لکھنؤ۔

زیر عنوان احمدی جماعت لکھتے ہیں :-

"اب سے تقریباً ۶۰ سال پہلے کی بات ہے جب مناظرہ کی ایک کتاب "سرمہ چشم آریہ" میری نگاہ سے گذری ! اور یہ تھا میرا اوّلین غائبانہ تعارف اس کتاب کے مصنف جناب مرزا غلام احمد صاحب (بانی جماعت احمدیہ) سے۔ میرے والد کو اس فن سے خاص دلچسپی تھی۔ اور یہ کتاب انہی کے اشارہ سے میں نے پڑھی تھی۔ یہ زمانہ میری طالبعلمی کا تھا۔ اور بعض معقول اساتذہ کے زیر اثر مذہب کا مجادلانہ ذوق میرے اندر بھی نشوونما پا رہا تھا۔ اسلئے یہ کتاب مجھے پسند آئی۔ اور بار بار میں نے اس کا مطالعہ کیا۔ لیکن یہ مطالعہ صرف کتاب ہی تک محدود رہا۔ اور خود مرزا صاحب کی شخصیت یا ان کی مذہبی تبلیغ و اصلاح پر غور کرنے کا موقعہ مجھے نہ مل سکا۔ کیونکہ ان کی اہلیت و فرصت دونوں مجھے حاصل نہ تھیں۔ اوّل تو میں بہت کم سن تھا دوسرے درس نظامی کی قال اقول اور اس کی روایت پرستانہ گرفت سے کہاں چھٹکارا تھا کہ میں آزادی کے ساتھ کسی مسئلہ پر غور کر سکتا۔ تاہم یہ کتاب مرزا صاحب کی وسعت مطالعہ اور قوت استدلال کا بڑا گہرا اثر میرے ذہن و فکر

پر چھوڑ گئی اور عرصہ تک میں اس سے متاثر رہا۔ مجھے نہیں معلوم کہ
احمدی تحریک کا آغاز اس وقت تک ہو چکا تھا یا نہیں اور اگر ہو چکا تھا تو اس کے
مقاصد و دعاوی کیا تھے۔ لیکن اس کے بعد ضرور کوئی نہ کوئی آواز اس جماعت
کے متعلق میرے کانوں میں پڑ جاتی تھی اور وہ آواز یکسر مخالفانہ ہوتی تھی۔
زمانہ گذرتا گیا اور ختم تعلیم کے بعد بھی عرصہ تک میں احمدی تحریک سے
بے خبر رہا۔ لیکن اس دوران میں بعض ایسی کتابیں ضرور میری نگاہ سے
گذرتی رہیں جو اس تحریک کی مخالفت میں شائع ہوئیں۔ اور یہ کہنا غلط
نہ ہوگا کہ میں ان سے متاثر بھی ہوا۔ لیکن یہ تاثر زیادہ تر سلبی قسم کا تھا ایجابی
نہ تھا۔ کیونکہ جو کچھ میں نے سنا وہ مخالفین کی زبان سے سنا۔ خود اس جماعت
کے لٹریچر کی طرف سے میں بالکل خالی الذہن تھا۔

ان کتابوں نے بعض عجیب و غریب باتیں میرے ذہن نشین کرا دی تھیں
مثلاً یہ کہ یہ جماعت اپنے سوا کسی کو مسلمان نہیں سمجھتی۔ انکی مسجدیں اور نمازیں
عام مسلمانوں سے علیحدہ و مختلف ہیں۔ وہ غیر احمدی جماعتوں سے رشتہ، معاشرت
بھی قائم نہیں کرتے۔ نیز یہ کہ مرزا صاحب ختم نبوت کے قائل نہ تھے۔ اپنے
آپکو مثیل مسیح یا مہدی موعود کہتے تھے۔ وحی و الہام کا مہبط بھی قرار دیتے
تھے۔ اور برطانوی حکومت کی حمایت حاصل کرنا انکی تحریک کا حقیقی مقصد تھا۔
اسمیں شک نہیں۔ ان میں سے بعض باتیں مجھے پسند نہیں آئیں اور میں
اس تحریک کو بہ نظر استخفاف دیکھتا رہا۔ لیکن جب اسکے بعد میں نے ذاتی
تقلید و روایات سے ہٹ کر تمام مذاہب کا مطالعہ شروع کیا اور اسی طرح اسلام

کے اقوال، افعال و کردار کو سامنے رکھا جو اس تحریک کے سخت دشمن تھے تو میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ اگر احمدی جماعت گمراہ ہے تو غیر احمدی جماعتیں اور ان کے اکثر علماء (خواہ وہ سُنّی ہوں یا شیعہ، مقلد ہوں یا غیر مقلد، اہلِ قرآن ہوں یا اہلِ حدیث) کہیں زیادہ گمراہ ہیں کیونکہ رسول کو خاتم النبیین ماننے کے بعد بھی وہ اسوۂ نبویؐ کا اتنا احترام نہیں کرتے جتنا احمدی جماعت باوجود انکارِ ختم نبوت کے (حالانکہ یہ الزام صحیح نہیں ہے) کرتی ہے۔

اگر اسلام کی صحیح روح محض بلندیٔ اخلاق و انسانیت ہوتی ہے جس کا تعلق یکسر عملی زندگی سے ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ مسلمانوں کی ایک بے عمل جماعت کو تو ہم سچا مسلمان سمجھیں اور دوسری باعمل جماعت کو کافر و غیر مسلم قرار دیں۔ محض اس لئے کہ اس کا بانی و مؤسس کچھ ایسی باتیں کہتا ہے جو ناقابل قبول معلوم ہوتی ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ دنیا کا کوئی مذہب ایسا نہیں جو چند مخصوص شعائر و معتقدات نہ رکھتا ہو۔ لیکن حقیقی مقصود محض اصلاح اخلاق ہے اور عبادات و معتقدات صرف ذریعہ ہیں تمدن و معاشرہ کی تنظیم اور اخوت و انسانیت کی ترویج و اشاعت کا۔

پھر اس حقیقت کے پیش نظر آپ مسلم جمہوریہ اور ان کے علماء کے حالات و کردار کا مطالعہ کریں گے تو صورت حال بالکل "دگرگوں" نظر آئے گی۔ کیونکہ ان کے نزدیک اسلام کی حقیقت صرف اتنی ہے۔ کہ چند مابعد الطبیعاتی عقائد کو تسلیم کر کے رسمی عبادت کر لی جائے۔ اور

حیثیت اجتماعی کے مسائل خیر و فلاح کو خدا پر چھوڑ دیا جائے۔ حالانکہ خدا
نے یہ چیز خود انسان پر چھوڑ دی تھی۔

لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی

اس سلسلہ میں جب میں نے مسلمانوں کی دوسری جماعتوں کا مطالعہ کیا تو
عملی زندگی اور اجتماعی جد و جہد کے لحاظ سے کئی جماعتیں سامنے آئیں۔ جو بہرہ
مسیحی، خوجہ، بہائی اور احمدی۔ ان میں سے اول الذکر تین جماعتوں کو
میں نے نظر انداز کر دیا۔ کیونکہ وہ ایک مخصوص دائرہ کے اندر محدود ہیں جس
میں کوئی غیر شخص داخل نہیں ہو سکتا۔ بہائیوں کا دائرہ عمل بے شک زیادہ
وسیع ہے۔ اور عقائد سے قطع نظر اخلاقی حیثیت سے اس کی وسعت نظر
مجھے پسند آئی۔ لیکن چونکہ یہ عجمی تحریک ہے اور سرزمین ہند سے اس کا
کوئی تعلق نہیں اس لئے اس کی کامیابی یہاں مجھے مستبعد نظر آئی۔ اب
رہ گئی تھی صرف احمدی جماعت سو بے اختیار میرا جی چاہا کہ انکی زندگی
کا قریب سے مطالعہ کرنے کی غرض سے خود قادیان جاؤں۔ لیکن افسوس
ہے کہ یہ ارادہ فی الحال پورا نہ ہو سکا۔ (ممکن ہے کبھی پورا ہو جائے)
اور ان کا لٹریچر فراہم کر کے اس کا مطالعہ شروع کیا۔

میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ اول تا آخر میں نے اسکا سارا لٹریچر پڑھ
لیا ہے۔ لیکن جتنا کچھ میسر آیا وہ بھی نتیجہ تک پہنچنے اور صحیح رائے قائم
کرنے کیلئے کافی تھا۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلے انکے معتقدات میرے سامنے آئے

اور ان میں کوئی بات مجھے ایسی نظر نہ آئی جو جمہور مسلم کے معتقدات کے منافی ہو یعنی مسلمان ہونے کی جو شرطیں دوسری مسلمان جماعتوں میں ضروری قرار دی جاتی ہیں وہی ان کے یہاں بھی ہیں۔ اور ان کے اس عقیدہ کو نظرانداز کر دیا جائے کہ مرزا غلام احمد مثیل مسیح یا مہدی موعود تھے تو تمام عقائد و شعار میں یکساں ہیں۔ میں نے ان کی تفاسیر دیکھیں۔ انکا استناد بالاحادیث دیکھا۔ ان کی کتب تاریخ و سیر کا مطالعہ کیا۔ لیکن ان میں کوئی بات ایسی نظر نہیں آئی جو مسلمہ جمہور کے خلاف ہو۔ یہاں تک کہ انکار ختم نبوت کا الزام بھی مجھے بالکل غلط نظر آیا رہا دعوئ مہدویت، سو اس کے انکار کی بھی کوئی وجہ نظر نہیں آئی جب کہ خود کلام مجید سے ہر زمانہ اور ہر قوم میں کسی نہ کسی ہادی و مصلح کا پیدا ہونا ثابت ہے اور میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ مرزا صاحب جھوٹے انسان نہیں تھے۔ وہ واقعی اپنے آپ کو مہدی موعود سمجھتے تھے۔ اور یقیناً انہوں نے یہ دعویٰ ایسے زمانہ میں کیا جب قوم کی اصلاح و تنظیم کے لئے ایک ہادی و مرشد کی سخت ضرورت تھی۔ علاوہ اس کے دوسرا معیار جس سے ہم کسی کی صداقت کو جان سکتے ہیں نتیجۂ عمل ہے۔ سو اس باب میں احمدی جماعت کی کامیابیاں اس درجہ واضح و روشن ہیں کہ اس سے ان کے مخالفین بھی انکار کی جرأت نہیں کر سکتے۔ اس وقت دنیا کا

کوئی گوشہ ایسا نہیں جہاں ان کی تبلیغی جماعتیں اپنے کام میں مصروف نہ ہوں۔ اور انہوں نے خاص عزت و وقار حاصل نہ کر لیا ہو۔ پھر کیا آپ سمجھتے ہیں کہ یہ کامیابیاں بغیر انتہائی خلوص و صداقت کے آسانی سے حاصل ہو سکتی تھیں۔ کیا یہ جذبۂ خلوص و صداقت کسی جماعت میں پیدا ہو سکتا ہے۔ اگر اسے اپنے ہادی و مرشد کی صداقت پر یقین نہ ہو اور کیا وہ ہادی و مرشد اتنی مخلص جماعت پیدا کر سکتا تھا اگر وہ خود اپنی جگہ صادق و مخلص نہ ہوتا۔

بہر حال اس سے انکار ممکن نہیں کہ مرزا صاحب بڑے مخلص انسان تھے اور یہ محض ان کے خلوص کا نتیجہ ہے کہ مسلمانوں کی بے عمل جماعت میں عملی زندگی کا احساس پیدا ہوا اور ایک مستقل حقیقت بن گیا۔

"دیدہ دانہ بالیدہ آشیانہ گشت"

(ماہنامہ نگار لکھنؤ اگست ۱۹۵۹ء)

پھر یہی علامہ صاحب رقمطراز ہیں:۔

بانی احمدیت کے متعلق میرا مطالعہ ہنوز تشنہ تکمیل ہے۔ اور میں نہیں کہہ سکتا کہ مرزا صاحب کی سیرت ان کی تعلیمات۔ ان کی دعوت اصلاح۔ ان کے

تفہیمات قرآنیہ۔ ان کے عقائدی نظریئے اور ان کے تمام عمل کارناموں کو
سمجھنے کے لئے کتنا زمانہ درکار ہوگا۔ کیونکہ ان کی وسعت و ہمہ گیری کا
مطالعہ "قلزم آشامی" چاہتا ہے۔ اور یہ شاید میرے بس کی بات
نہیں تاہم اگر اس وقت تک تمام تاثرات کو اختصار کے ساتھ
بیان کرنے پر مجبور کیا جائے تو میں بلا تکلف کہہ دوں گا کہ وہ بڑے
غیر معمولی عزم و استقلال کا صاحب فراست و بصیرت انسان
تھا۔ جو ایک خاص باطنی قوت اپنے ساتھ لایا تھا۔ اور اس کا دعویٰ
تجدید و مہدویت کوئی پادر ہوا بات نہ تھی۔ اس میں کلام نہیں کہ
انہوں نے یقیناً اخلاق اسلامی کو دوبارہ زندہ کیا اور ایک
ایسی جماعت پیدا کر کے دکھا دی جس کی زندگی کو ہم یقیناً
"اسوۂ نبی" کا پرتو کہہ سکتے ہیں۔"

(رسالہ نگار لکھنؤ ماہ نومبر ۱۹۵۹ء)

ہندوپاک کے مشہور صاحب قلم جناب نیاز فتحپوری مدیر "نگار" لکھنؤ۔ جولائی ۱۹۶۰ء
میں ایک روز کے لئے قادیان تشریف لے گئے۔ واپسی پر انہوں نے اپنے
مؤقر رسالہ "نگار" میں "چند گھنٹے قادیان میں" کے زیر عنوان مندرجہ ذیل تاثرات
بیان فرمائے:۔

"۲۸-۲۹ جولائی کی وہ ساعتیں جو میں نے قادیان میں بسر کیں
میری زندگی کی وہ گھڑیاں تھیں۔ جن کو میں کبھی فراموش نہیں
کر سکتا۔"

حیاتِ انسانی کا ہر لمحہ زندگی کا ایک نیا درس، نیا تجربہ اپنے ساتھ
لاتا ہے۔ مگر زندگی تمام تر صرف سانس کی آمد و شد کا نہیں۔ بلکہ آنکھ
کھول کر دیکھنے اور سمجھنے کا بھی ہے۔ اور ان چند ساعتوں میں جو کچھ
میں نے یہاں دیکھا وہ میری زندگی کا ایسا عجیب تجربہ تھا کہ اگر میرے
اختیار میں ہوتا تو میں پچاس سال پیچھے ہٹ کر وہی زندگی شروع
کرتا جو قادیان کی احمدی جماعت میں مجھے نظر آئی۔ لیکن

حیف صد حیف کہ ما دیر خبردار شدیم

میں انفرادی حیثیت سے ہمیشہ بے عمل انسان رہا ہوں۔ لیکن مسائل
حیات کو (جن میں مذہب بھی شامل ہے) میں ہمیشہ اجتماعی نقطۂ نظر سے
دیکھتا رہا ہوں۔ اور یہ نقطۂ نظر میرے ذہن میں حرکت و عمل کے سوا کچھ
نہیں۔ میری داستان بہت طویل ہے کہ پچھلی نصف صدی میں
کتنی خانقاہیں، کتنی خانوادے، کتنے ادارے، کتنی درسگاہیں اور
کتنے جلوہ ہائے منبر و محراب میری نگاہ سے گزرے اور میں کس طرح
ان سے بے نیازانہ گذر گیا۔ لیکن اب زندگی میں سب سے پہلی مرتبہ
احمدی جماعت کی جیتی جاگتی تنظیم عمل دیکھ کر میں ایک جگہ ٹھٹھک
کر رہ گیا ہوں اور میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اپنی زندگی کے اس
نئے تجربہ و احساس کو کن الفاظ میں ظاہر کروں

میں مسلمانوں کی زبوں حالی اور علمائے اسلام کی بے عملی کی طرف
سے اب اتنا مایوس ہو چکا ہوں کہ میں اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا کہ ان میں

کبھی آثارِ حیات پیدا ہو سکتے ہیں۔ لیکن اب احمدی جماعت کی
جیتی جاگتی تنظیم و عمل کو دیکھکر کچھ ایسا محسوس ہوتا ہے گویا ؎

غنچہ پھر لگا کھلنے آج ہم نے اپنا دل
خوں کیا ہوا دیکھا گم کیا ہوا پایا

اور اسلام کا مفہوم میرے ذہن میں "دعوت برگ و نوا" کے سوا اور
کچھ نہیں۔ لوگ منزل تک پہنچنے کے لئے راہیں ڈھونڈتے ہیں۔ برسوں
سرگرداں رہتے ہیں۔ اور ان میں صرف چند ہی ایسے ہوتے ہیں
جو منزل کو پا لیتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ انہیں میں سے ایک میرزا
غلام احمد قادیانی بھی تھے۔ سو اب یہ فکر و جستجو کہ وہ کن راہوں سے
گذر کر منزل تک پہونچے، بالکل بے سود ہے۔ اصل چیز راہ پیمائی
نہیں۔ بلکہ منزل تک پہنچ جانا ہے۔ اور اگر میں احمدی جماعت کو پسند
کرتا ہوں تو صرف اس لئے کہ اس نے اپنی منزلِ پالی ہے۔ اور
یہ منزل وہی ہے جس کی بانیٔ اسلام نے نشاندہی کی تھی اس
بحث کے بعد میں اور کچھ نہیں سوچتا اور نہ سوچنے کی ضرورت۔

میرا قادیان آنا بھی اسی سلسلہ کی چیز تھی۔ یعنی جس کی عملی زندگی کا ذکر
میں سنتا چلا آرہا تھا اسے آنکھوں سے بھی دیکھنا چاہتا تھا۔

ہر چند میں بہت کم وقت لے کر یہاں آیا۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ
نتیجہ تک پہونچنے کے لئے یہ قلیل فرصت بھی کم نہ تھی۔ کیونکہ اس جماعت
کی زندگی ایک ایسا کھلا ہوا صحیفۂ حیات ہے جس کے مطالعہ کیلئے

زیادہ وقت کی ضرورت ہے نہ کسی چون و چرا کی اسی طرح انکی
تنظیم بھی گویا ایک شفاف آئینہ ہے۔ جس میں رنگ کا
نام تک نہیں۔ یکسر خلوص و اخلاق۔ یکسر حرکت و عمل۔
قادیان میں احمدی جماعت کے افراد جو "درویشان قادیان"
کہلاتے ہیں۔ دو سو سے زیادہ نہیں۔ جو قصبہ کے ایک گوشہ میں
نہایت اطمینان و سکون کے ساتھ اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں۔ اور
ان کو دیکھکر کچھ ایسا محسوس ہوتا ہے۔ گویا ـــ

یک چراغ ست دریں خانہ کہ از پرتو آں
ہر کجا می نگری، انجمنے ساختہ اند

یہی وہ مختصر سی جماعت ہے جس نے سنہ ۴۷ء کے خونیں دور میں اپنے
آپ کو ذبح و قتل کے لئے پیش کر دیا۔ اور اپنے ہادی و مرشد
کے مسقط الراس کو ایک لمحہ کے لئے چھوڑنا گوارا نہ کیا ـــ

موج خوں سر سے گذر ہی کیوں نہ جائے
آستان یار سے اٹھ جائیں کیا؟

یہی وہ جماعت ہے جس نے حسن اخلاق سے ہزاروں دشمنوں کو
اپنا گرویدہ بنا لیا۔ اور ان سے بھی قادیان کو "دارالامان" تسلیم
کروا لیا۔ یہی وہ جماعت ہے جو ہندوستان کے تمام احمدی
اداروں کا سر رشتہ تنظیم اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے ہے۔ اور
یہی وہ دور افتادہ مقام ہے۔ جہاں سے تمام اکناف ہند میں

اسلام وانسانیت کی عظیم خدمت انجام دی جا رہی ہے۔
آپ کو یہ سنکر حیرت ہوگی کہ صرف پچھلے تین سال کے عرصہ میں انہوں نے تعلیم اسلامی سیرت نبوی۔ ضرورت مذہب خصوصیات قرآن وغیرہ متعدد مباحث پر تینتالیس کتابیں ہندی۔ اُردو۔ انگریزی۔ اور گورمکھی زبان میں شائع کیں۔ اور ان کی ۲۴۰۵۰۰ کاپیاں تقریباً مفت تقسیم کیں

اسی طرح تعلیمی وظائف پر جن میں مسلم وغیر مسلم طلبہ دونوں برابر کے شریک ہیں۔ ۱۹۵۰ء سے ۱۹۶۰ء میں اس جماعت نے اکتیس ۳۱ ہزار روپیہ صرف کیا۔ خود قادیان میں ان کے تین مدرسے قائم ہیں۔ مڈل اسکول لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے اور تیسرا مولوی فاضل کے نصاب تک۔ ان کے علاوہ تیرہ مدرسے ان کے ہندوستان کے مختلف مقامات میں ہیں۔ جن پر جماعت کا ہزاروں روپیہ صرف ہو رہا ہے۔

اسی سلسلہ میں ایک بڑی خدمت جو صدقہ جاریہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ وہ قادیان کا شفاخانہ ہے۔ اس میں ۱۹۴۷ء سے اس وقت تک ۲۴۴۶۳۰۰۰ مریضوں کا علاج کیا گیا۔ جن میں ۳۰ فی صدی مسلمان اور ۷۰ فیصدی غیر مسلم تھے۔

یہ ہیں وہ چند خدمات جماعت احمدیہ قادیان کی جن پر متاثر ہو کر ۱۹۴۷ء سے لے کر اس وقت قریب قریب ڈیڑھ لاکھ آدمیوں

نے یہاں کے حالات کا مطالعہ کرنے کی تکلیف گوارا کی ۔

یہاں میں نے کالج اور دارالاقامہ کی ان عظیم الشان عمارتوں کو بھی دیکھا جنہیں بانی تحریک احمدیت نے بڑے اہتمام سے طیار کرایا تھا ۔ تقسیم ہند کے بعد ان پر جائداد متروکہ کی حیثیت سے حکومت نے قبضہ کر لیا تھا ۔ لیکن اب یہ عمارتیں جماعت احمدیہ کے حق میں واگذاشت کر دی گئی ہیں ۔

جس وقت میں نے حضرت میرزا صاحب کے بیت الفکر، بیت الدعا، بیت الریاضت، مسجد نور، مسجد اقصےٰ اور منارۃ المسیح کو دیکھا تو آن کی آن میں وہ تمام خدمات سامنے آگئیں ۔ جو تحفظ اسلام کے سلسلہ میں ایک فقیر منش مجدد کے ساتھ ہزاروں مصائب جھیل کر انہوں نے انجام دی تھیں ۔ اور جن کے فیوض اس وقت بھی دنیا کے دور دراز گوشوں میں جاری ہیں ۔

جس وقت میں قادیان پہنچا اتفاق سے ایک جرمن احمدی ولہلم نامی بھی یہاں مقیم تھے ۔ یہ ایک درویش صفت انسان ہیں جو جرمنی سے احمدیہ جماعت کے مختلف مرکزوں اور اداروں کے سیاحانہ مطالعہ میں مصروف ہیں ۔ ان کو دیکھتا تھا اور حیرت کرتا تھا کہ جرمنی جیسے سرد ملک کا باشندہ ہندوستان کی شدید گرمی کو کس طرح خوش دلی سے برداشت کر رہا ہے لیکن جب میں نے ان سے گفتگو کی تو معلوم ہوا کہ انکو شدید سفر

کا احساس تک نہیں۔ سچ ہے۔ ع

عشق ہرجاجی برد مارا بہ ساماں می برد

میں نے ان سے پوچھا کہ انہوں نے عیسوی مذہب چھوڑ کر اسلام کیوں قبول کیا تو اس کا سبب انہوں نے "اسلام کی بلند اخلاق تعلیم" ظاہر کیا جس کا علم انہیں سب سے پہلے جرمن کی جماعت احمدیہ کو دیکھکر ہوا تھا۔ یہ بلاد مغرب و افریقہ میں جس جوش و انہماک کے ساتھ خدمت اسلام میں مصروف ہے۔ اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ وہ دنیا کی مختلف زبانوں میں قرآن پاک کے تراجم سلیقہ و اہتمام کے ساتھ شائع کر رہے ہیں چنانچہ انگریزی۔ جرمنی۔ ڈچ اور سواحیلی زبان کے ترجمے خود میں نے بھی دیکھے اور ان کے اس عزم و ولولہ کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔

میں نے یہاں سے رخصت ہوتے وقت اس قطعہ زمین کو بھی دیکھا جہاں حضرت میرزا غلام احمد صاحب آسودہ خواب ہیں اور ان کی وہ تمام مجاہدانہ زندگی سامنے آگئی جس کی دوسری نظیر مجھے اس دور میں کہیں نظر آتی نہیں ؎

کیست کز کوشش فرہاد نشاں باز دہد
مگر آں نقش کہ از تیشہ بجا ماندہ ماند

(رسالہ نگار لکھنؤ ماہ ستمبر ۱۹۶۰ء)

سُن لیا ہے

(ایک غیر احمدی دوست صوفی فقیر محمد صاحب نے جلسہ سالانہ
ربوہ میں شرکت فرمانے کے بعد واپسی پر یہ نظم لکھی)

ہم آتے ہیں ہو کے میکدہ سے کہیں سے یاروں نے سُن لیا ہے
کہاں چھپائیں ہم اپنی مستی کہ ہوشیاروں نے سُن لیا ہے

ہمارا آنا ہمارا جانا ستم شعاروں نے سُن لیا ہے
فرار مشکل ہے قرار مشکل کہ پہرہ داروں نے سُن لیا ہے

گلے ملے تھے ہزار چھپ کر۔ گلے کے ہاروں نے سُن لیا ہے
جو کچھ اشارے سے کہہ رہے ہیں کہ چاند تاروں نے سُن لیا ہے

جو راز دل کا زباں پہ آیا۔ تو اب ہزاروں نے سُن لیا ہے
قمر کو شاید خبر نہیں ہے۔ مگر ستاروں نے سُن لیا ہے

غم محبت ہی سہنا ہوگا۔ یہ غم کے ماروں نے سُن لیا ہے
جگر پہ تیر آزمائی ہوگی۔ جگر فگاروں نے سُن لیا ہے

چمن چمن میں بپا ہوا ہے چرچا۔ گلوں نے خاروں نے سُن لیا ہے
بہت ہی خوشی ہے ہمارا قصہ تمہارے پیاروں نے سُن لیا ہے

(الفضل یکم جولائی ۱۹۶۱ء)

میں لکھ رہا ہوں سلام ان کو

(ایک غیر از جماعت دوست صوفی فقیر محمد صاحب آف نور پور تھل تحصیل خوشاب)

نیاز[1] صاحب کی بات سن کر بگڑ گیا ہے مزاج میرا
نہ چھیڑو مجھ کو میں رو پڑوں گا بھرا ہوا ہے دل آج میرا
یہ کیا غضب ہے یہ کیا ستم ہے یہ کیا بلا ہے نیاز صاحب
جو خاص باتیں تھیں عام کہہ دیں عجب ادا ہے نیاز صاحب
بڑی سعادت ہے حق پسندی بہت غنیمت ہے راستگوئی
بُرا ہو ضد کا جنوں کا ہٹ کا کسی کی سنتا نہیں ہے کوئی
نئی نئی سی ہوئی ہے رغبت مجھے بھی ربوہ کی سرزمیں سے
سما گیا ہے نظر میں دل میں ہوا ہوں دوچار اک حسیں سے
یہ شعر بازی ہے اک بہانہ میں لکھ رہا ہوں سلام ان کو
صبا جو بس میں ہو ایک جھونکے میں لاکھ بھیجوں پیام ان کو
جناب تنویر سے گذارش ہے شعر میرے درست کر دیں
لکیریں کچھ کھینچ دی ہیں میں نے کچھ آپ بھی انہیں رنگ بھر دیں

(الفضل ۸ مارچ ۱۹۶۱ء)

---

[1] علامہ نیاز فتح پوری مدیر نگار لکھنؤ۔

جناب سردار دیوان سنگھ مفتون ایڈیٹر اخبار "ریاست" دہلی۔

۲۸، ۲۹ر فروری ۱۹۶۰ء کو ربوہ دیکھنے کے لئے تشریف لائے تو واپسی پر لکھا کہ:

"یہ لوگ (احمدی) محبت اور اخلاص کے مجسمے ہیں۔ مختلف باتیں ہوتی رہیں تو میں نے ان سے مذاقاً کہا کہ "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی جماعت کے لوگوں نے میرے خلاف ایک سازش کر رکھی ہے کہ آپ مجھے بغیر احمدیت کا کلمہ پڑھائے واپس دہلی نہ جانے دیں گے۔ کیونکہ لاہور اور کراچی میں احمدیوں کی محبت اور اخلاص کا شکار رہا۔ اور اب یہاں بھی یہی کیفیت ہے...... ایک طالبعلم نے مجھ سے سوال کیا کہ آپ احمدی مذہب کیوں قبول نہیں کرتے؟ اس سوال کا جواب تو میں نے یہ دیا کہ میں نے اس مسئلہ پر آج تک کبھی غور نہیں کیا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ میری تو دعا ہے کہ خدا آپ کو بھی اپنی تبلیغی سرگرمیوں میں کامیابی نصیب نہ کرے اور اس دعا کی وجہ یہ ہے کہ احمدی جماعت میں جتنے نیک اور مخلص بزرگ ملتے ہیں کسی مذہب میں نہیں مل سکتے۔ اور اس کا سبب یہ ہے کہ اس جماعت کا حلقہ محدود ہے۔ اور میں خطرہ محسوس کرتا ہوں کہ آپ لوگوں کی تبلیغی سرگرمیوں کے نتیجہ کے طور پر جب اس جماعت کو بھی بہت زیادہ وسعت نصیب ہوگی تو اس میں بھی برے لوگ شامل ہو جائیں گے۔ جیسے دوسرے بڑے

مذاہب میں شامل ہیں۔ یعنی زیادہ بچوں کے مقابلہ میں چند سپوت زیادہ قابل قدر ہیں۔ یا دوسری مثال یہ ہے کہ جب میں کسی چھوٹے سے خوبصورت اور معصوم بچہ کو دیکھتا ہوں تو میری خواہش ہوتی ہے کہ یہ بچہ کبھی بھی بڑا نہ ہو۔ کیونکہ بڑا ہونے کی صورت میں یہ اپنی اور اپنی معصومیت سے محروم ہو جائے گا۔ میرے اس جواب کو سن کر تمام لڑکے ہنس پڑے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ربوہ بہت وسیع علاقہ میں تعمیر کیا جا چکا ہے۔ اور صرف دس برس کے عرصہ میں اتنے بڑے قصبہ یا شہر کا آباد ہونا ایک تعجب انگیز بات ہے۔ کیونکہ احمدی جماعت کے لوگ عام طور پر غریب یا درمیانہ حیثیت کے ہیں۔ جو اپنی ذاتی ضروریات کی پرواہ نہ کرتے ہوئے بھی اپنے فدا ہونے والی سپرٹ کا ثبوت دیتے ہوئے اپنی جماعت کی خدمت کرنا اپنا ایمان اور فرض سمجھتے ہیں۔ اور یہی سپرٹ احمدیت کے مذہبی جھنڈے کو ہندوستان اور پاکستان کے علاوہ اکثر غیر ممالک میں بلند کرنے کا باعث بنی ہے۔" (بدر قادیان ۱۳ مارچ ۱۹۶۰ء۔ بحوالہ "ربوہ" ص ۳)

مشہور اخبار "نوائے وقت" لاہور پاکستان نے اپنے نمائندہ خصوصی مسٹر حفیظ ملک متعین امریکہ کے حوالے سے لکھا:۔

"حال ہی میں امریکہ کے مشہور و معروف پادری بلی گراہم نے

افریقہ کا دورہ کیا۔ گذشتہ ہفتہ انہوں نے صدر آئزن ہاور سے وائٹ ہاؤس
میں چالیس منٹ تک تبادلہ خیالات کیا اور صدر آئزن ہاور کو یہ مشورہ دیا
کہ وہ نائیجیریا کا دورہ کریں۔ انہوں نے رپورٹروں کو بتایا کہ مسلمان مشنری
مشرقی افریقہ میں جب تین حبشیوں کو مسلمان بناتے ہیں۔ تو
عیسائی مشنری مشکل سے ایک حبشی کو عیسائی بنانے میں کامیاب
ہوتے ہیں۔"

آگے چل کر لکھا ہے:۔

"افریقہ میں اگر کوئی پاکستانی مذہبی جماعت مشنری کا کام
کر رہی ہے تو وہ جماعت احمدیہ ہے۔"

(۲ر اپریل ۱۹۶۰ء)

مشہور مصنف و صحافی جناب مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی
اپنے مشہور ہفت روزہ "صدق جدید" لکھنؤ کی ۱۶ر مارچ ۱۹۶۲ء کی اشاعت
میں "اچھوں کے بیچ" کے زیر عنوان رقمطراز ہیں:۔

"آپ کو علم ہے کہ جماعت احمدیہ (قادیانی) کے باقاعدہ مبلغ
کتنی تعداد میں ہندوستان اور پاکستان میں مشن قائم کئے ہوئے
اپنا کام کر رہے ہیں؟ ——— ۲۰۰
اور ان دونوں ملکوں کے باہر جرمنی، فرانس، انگلستان، امریکہ، سپین،
ہالینڈ، سوئٹزرلینڈ، برما، سیلون، غرض یورپ، ایشیا اور افریقہ

کے ۲۲ ملکوں میں کہیں ایک کہیں دو کہیں اور زیادہ کتنے پھیلے ہوئے ہیں؟ ——————— ۶۸

یہ اعداد و شمار اسی جماعت کے سرکاری بیان کے مطابق ہیں اور اسی بیان کے مطابق تقریباً ۵۰ مبلغ اور بھی کام کر رہے ہیں۔

بڑی مسرت ہوگی اگر اہلسنت یا جمہور ملت کے بڑے بڑے ادارے اپنے اپنے مبلغین کی تعداد سے بہ قید علاقہ و ملک مطلع فرمائیں یہ

(صدق جدید ۱۶ مارچ ۱۹۶۲ء)

یہی مولانا صاحب "ہنرش نیز بگو" کے زیر عنوان رقمطراز ہیں:—

"اکبر کا ایک ظریفانہ شعر تحریک موالات کے زمانہ شباب میں ۱۹۲۰ء کا کہا ہوا ہے۔

"صاحب میں سب برائی لیکن وہ خوب چوکس
گاندھی میں سب بھلائی لیکن وہ محض بے بس

موقع کچھ اس وقت بھی ایسے ہی شعر پڑھنے کا ہے "قادیانیوں" کے سارے عیب ایک طرف اور فعالیت اور تبلیغی جوش و سرگرمی کا ایک ہنر دوسری طرف تو بھاری یہی دوسرا پلہ نکلے گا۔"

(صدق جدید ۳۰ جنوری ۱۹۵۹ء)

پھر یہی مولانا صاحب ایک دوست مکرم سید جعفر حسین صاحب بی۔اے۔ ایل ایل بی ایڈووکیٹ۔ شاد نگر حیدر آباد دکن کے احمدیت قبول کرنے پر رقمطراز ہیں کہ:—

"ایک حد تک گستاخانہ اپنے ان کے علماء و فضلاء سے بھی ہے

بجائے خشونت و بے دردی کے ساتھ فتویٰ تکفیر دے دینے کے اصل ضرورت یہ دیکھنے کی ہے کہ وہ کون سے محرکات ہیں جو احمدیت کی طرف لیے جا رہے ہیں۔ اور کیا نفسیات عقلی و نفسی ہیں جو ایک پیدائشی مسلمان کو احمدیوں کے گروہ میں جا شامل کرا دیتے ہیں۔ اگر کچھ عقلی مغالطے ہیں تو ان کی واضح تردید، شستہ و سنجیدہ و علمی انداز سے اور عام فہم زبان میں بغیر اشتعال انگیزی کے ہونا چاہیے۔ اور اگر کچھ اخلاقی خوبیاں اس جماعت میں نظر آ جائیں جن کا وجود ایک باعمل فعال و منظم جماعت میں ذرا بھی تعجب انگیز نہیں تو انہیں جلد سے جلد اپنا لینا چاہیے۔ تاکہ جماعت اس حیثیت سے تہی رہ جائے اور عصر حاضر کی ذہنیت کا لحاظ قدم قدم پر رکھنا تو بہر حال ضروری ہے۔ تبلیغ دعوت وجدال احسن کے طریقے ہر دور میں بدلتے رہتے ہیں۔ اور یہ ہرگز ضروری نہیں کہ یہ طریقے آج بھی وہی ہوں جو آج سے دو تین سو سال قبل تھے۔ بس ان کوششوں کے بعد معاملہ اللہ پر چھوڑ دینا ہے کہ ہدایت و ضلالت ہر فرد بشر کی بس اسی کی مشیت کے قبضہ میں رکھی ہے۔" (رسالہ صدق جدید ۲۰ اپریل ۱۹۶۳ء)

جناب ایڈیٹر صاحب اخبار "حقیقت" لکھنؤ (بھارت) نے سید جعفر حسین صاحب وکیل حیدرآباد دکن کے احمدیت قبول کرنے پر لکھا کہ:۔

"کٹھ ملاؤں کے فتووں کے باوجود احمدی بہرحال اسلام ہی کا
ایک فرقہ ہے۔ اس لئے کسی مسلمان کا ایک اسلامی فرقہ کے عقاید ترک
کرکے دوسرے فرقہ کے عقاید قبول کرلینا ایسا جُرم تو نہیں ہے کہ اسکی
سزا سوشل بائیکاٹ اور جسمانی یا روحانی اذیتوں کی صورت میں پہنچائی
جائے۔ پھر اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کہ
اسلام کی تبلیغ آج سب سے زیادہ منظم اور وسیع پیمانے پر
احمدی جماعت ہی کر رہی ہے۔ وہ جس ڈھنگ سے تبلیغ
کر رہے ہیں اس کو پسند کیا جائے یا نہ کیا جائے۔ مگر یہ
واقعہ ہے کہ آج صرف یہی ایک جماعت ہے جس نے اپنے
آپ کو تبلیغ اسلام کے لئے ہمہ تن وقف کر رکھا ہے۔
اس کا اعتراف نہ کرنا سخت ناانصافی ہے۔"

(اخبار حقیقت لکھنؤ ۲۰ رجون ۱۹۶۲ء)

مشہور صاحب قلم جناب علامہ نیاز صاحب فتحپوری ایڈیٹر ماہنامہ "نگار"
لکھنؤ کو ایک غیر احمدی عبد الحمید نعمانی آف راولپنڈی نے لکھا کہ جماعت احمدیہ
ربوہ کی طرف سے آپ کو ساڑھے پانچ ہزار روپے دیئے گئے ہیں تاکہ یں نگار
نہ پاکستان سے نکالوں۔ جناب نیاز صاحب نے اسکے جواب میں تحریر فرمایا کہ:-
"عزیزمن ...... مجھے ربوہ سے ساڑھے پانچ ہزار کی امدادی رقم

ملنے کی جو خبر آپ نے سنی ہے بالکل غلط ہے۔ اور مجھے حیرت ہے کہ
آپ نے جو میری افتادِ طبع سے پوری طرح واقف ہیں کیونکر اس کا
یقین کر لیا کہ جو کچھ میں احمدیت کی موافقت میں لکھ رہا ہوں وہ نتیجہ
ہے اس امداد کا۔

اب تک میں ربوہ نہیں گیا اور نہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب
سے مل سکا لیکن ارادہ ضرور ہے اور میں چاہتا ہوں کہ وہاں احمدی
جماعت کی تنظیم کا مطالعہ کروں۔ گو میں قادیان جا کر وہاں کی تنظیم کا
بڑا اچھا اثر دل پر لے کر آیا ہوں۔ اور ربوہ میں بھی یقیناً وہی ہو گا۔
جو قادیان میں دیکھ چکا ہوں۔ بہرحال آپ نے جو کچھ سنا ہے وہ
بالکل غلط ہے اور آپ جانتے ہیں کہ جس حد تک میرے ضمیر کا
تعلق ہے وہ کسی قیمت پر نہیں خریدا جا سکتا۔

پچھلے دو سال کے اندر بے شک میں نے میرزا غلام احمد
صاحب اور ان کی تحریک کو بہت سراہا ہے۔ لیکن محض بر بنائے
حقیقت و صداقت و آزادیٔ ضمیر مجھے معلوم تھا کہ سارا زمانہ احمدی
جماعت اور مرزا غلام احمد صاحب کا مخالف ہے۔ لیکن جب میں
نے خود اس جماعت کے لٹریچر اور اس کے عملی پہلو کا مطالعہ
کیا تو معلوم ہوا کہ یہ مخالفت محض بر بنائے عصبیت ہے اور
جو الزامات میرزا صاحب موصوف پر قائم کئے جاتے ہیں ان
میں صداقت کا شائبہ تک نہیں۔

سب سے بڑا الزام ان پر یہ عائد کیا جاتا ہے کہ وہ ختم نبوت کے
قائل نہ تھے۔ حالانکہ اس سے زیادہ لغو و لایعنی الزام کوئی اور ہو
ہی نہیں سکتا۔ وہ یقیناً ختم نبوت کے قائل تھے۔ اور غالباً
اس شغف و شدت کے ساتھ جو ایک سچے عاشق رسول
میں پایا جانا چاہیئے۔ وہ اپنے آپ کو بربنائے تقلید نبوی،
رسول کا سایہ اور اسوۂ نبوی کا مظہر ضرور قرار دیتے تھے۔ سو یہ
کوئی قابل اعتراض بات نہیں ہر شخص جو رسول اللہ کی زندگی کو سامنے
رکھکر اس کی تقلید کرے وہ "ظل نبوی" کہلایا جائے گا اور اگر
میرزا صاحب نے عملاً اس کو دکھایا تو وہ یقیناً ظل نبوی بھی تھے۔
اور بروز اسوۂ رسول بھی۔

لہ ۔ "ہم جس یقین معرفت اور بصیرت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء
مانتے ہیں اور یقین کرتے ہیں۔ اس کا لاکھواں حصہ بھی دوسرے لوگ نہیں مانتے۔ ان کا ایسا
ظرف ہی نہیں وہ اس حقیقت اور راز کو جو خاتم الانبیاء کی ختم نبوت میں ہے سمجھتے ہی نہیں
انہوں نے باپ دادا سے ایک لفظ سنا ہوا ہے مگر اس کی حقیقت سے بے خبر ہیں اور
نہیں جانتے کہ ختم نبوت کیا ہے اور اس پر ایمان لانے کا مفہوم کیا ہے مگر ہم بصیرت تام
سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء یقین کرتے ہیں اور خدا نے ہم پر ختم نبوت کی حقیقت کو
ایسے طور پر کھولدیا ہے کہ اس عرفان کے شربت سے جو ہمیں پلایا گیا ایک لذت پاتے ہیں
جس کا اندازہ کوئی نہیں کرسکتا۔ بجز ان لوگوں کے جو اس چشمہ سے سیراب ہوں۔" (ملفوظات) شاہد

کتنے افسوس کی بات ہے کہ لوگ نہ احمدی جماعت کے لٹریچر کا مطالعہ کرتے ہیں۔ اور نہ ان کے کارناموں کو دیکھتے ہیں۔ اور محض سُنی سنائی باتوں پر اعتماد کرکے اس کی طرف سے بدظن ہو جاتے ہیں۔

کس قدر عجیب بات ہے کہ مخالفین احمدیت بھی اس کی تنظیم اور اس کی دلچسپ تبلیغ کے قائل ہیں۔ (جن سے دجال کے دور افتادہ علاقوں میں بھی اسلام کی حقیقت لوگوں پر واضح ہوتی جارہی ہے۔) لیکن جس وقت سوال میرزا غلام احمد صاحب کے عقائد کردار کا سامنے آتا ہے تو وہ چراغ پا ہو جاتے ہیں۔ محض اس لئے کہ ان کے زمانہ میں چند تنگ نظر مولویوں نے بربنائے رشک اپنی نااہلیت چھپانے کے لئے مرزا صاحب موصوف کو برا بھلا کہنا شروع کیا تھا۔

آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ مرزا صاحب نے چھیاسی (۸۶) کو زیادہ کتابیں اپنی مختصر عمر میں لکھیں۔ اور ان سب کا مقصود صرف یہ تھا کہ وہ دنیا کے سامنے اسلام کو صحیح معنی میں پیش کریں۔ اور مسلمانوں کی ایک باعمل جماعت دنیا میں پیدا کر سکیں۔ سو آپ خود غور کیجئے کہ ان کے مخالفین دس آدمیوں کی بھی کوئی جماعت پیدا نہ کر سکے۔ اور مرزا صاحب کی تعلیم کے زیر اثر آج دنیا کے ہر گوشہ میں لاکھوں انسان تعلیم اسلام سے سر دست اس حد تک چکے ہیں۔ اور اس قدر پابندی سے احکام اسلام کے متبع ہیں کہ مجھے تو اس کی مثال کسی بڑے سے بڑے

عمامہ بند مولوی میں بھی نہیں ملتی۔

آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ مذہب اسلام کوئی خیالی مذہب نہ تھا اور نہ اس کی بنیاد کسی ذہنی فلسفہ پر قائم تھی بلکہ وہ سراسر عمل ہی عمل تھا۔ اور احمدی جماعت نے اسی عملی پہلو کو سامنے رکھکر اپنی جماعت میں ایک ایسی نئی روح پھونک دی جسکی مثال ہمیں کسی دوسری مسلم جماعت میں اس وقت نہیں ملتی۔

کسقدر تعجب کی بات ہے کہ وہ افراد جو نماز باجماعت کے پابند ہوں جو ایام صیام کا پورا احترام کرتے ہوں۔ جو صدقہ و زکوٰۃ کی رقم بغیر کسی پس و پیش کے نکالتے ہوں۔ جو لہو ولعب کی زندگی سے متنفر ہوں جو حد درجہ سادہ معاشرت بسر کرتے ہوں۔ جو کسی وقت بے کار زندگی نہ بسر کرتے ہوں جو ہر وقت ہر انسان کی خدمت کے لئے آمادہ رہتے ہوں جو صادق القول ہوں۔ امین ہوں۔ عہد و پیمان کے پابند ہوں ان کو آپ برا کہتے ہیں۔ صرف اس لئے کہ وہ مرزا غلام احمد صاحب کو مہدی موعود سمجھتے ہیں۔ حالانکہ جس حد تک روایات کا تعلق ہے وہ میرزا صاحب پر منطبق ہو سکتی ہیں۔

آپ آج کل علیل ہیں اس لئے مطالعہ کتب کا وقت آپ کے

پاس کافی ہوگا۔ اگر نامناسب نہ ہو تو سب سے پہلے میرزا صاحب کی
براہین احمدیہ پڑھ ڈالئے۔ اور اس کے بعد ان کی دوسری تصانیف۔
آپ پر خود واضح ہو جائے گا کہ میرزا صاحب کتنے بڑے انسان
کتنے محنتی قابل عزت تھے۔ اور کیسے کیسے چھوٹے انسانوں
نے ان کے بلند کردار پہ خاک ڈالنے کی کوشش کی۔"

(ماہنامہ نگار لکھنؤ ماہ مئی سنہ ۱۹۶۲ء)

جناب ایڈیٹر صاحب "پیام قائد" سرگودھا نے اس وقت لکھا
جب غیر احمدیوں نے جماعت احمدیہ سرگودھا کو اپنی جامع مسجد تعمیر کرنے سے
روکا۔

"چوتھی وجہ وجود کو ضرور تسلیم کرتی ہے۔ اور جب سرگودھا
میں تمام فرقہ ہائے اسلام کو مسجد تعمیر کرنے کے لئے گورنمنٹ کی
طرف سے جگہیں دی گئی ہیں۔ تو پھر اس خاص فرقہ سے کیوں سوتیلوں
والے سلوک کو روا رکھنے کی فہمائش کی جاتی ہے۔ ہمیں بتایا گیا
ہے کہ یہ سمندر میں قطرہ افراد پچاس ہزار روپیہ سالانہ کے قریب
باقاعدہ بجٹ کی صورت میں تبلیغ اسلام اور بیرونی غیر اسلامی
ممالک میں مساجد کی تعمیر کیلئے چندہ مہیا کرتے چلے آرہے ہیں
اور ان کی یہ مستقل قربانی جو انہوں نے خوشی سے اپنے اوپر
فرض کر رکھی ہے۔ دوسروں کو شرمندہ کرنے کیلئے کافی ہے۔"

(پیام قائد ۲۸ مئی ۱۹۶۲ء سرگودھا۔ بحوالہ الفضل ۲۶ جولائی ۱۹۶۲ء)

جناب ایڈیٹر صاحب "دعوت" دہلی - لاہور میں "لیو کوثر نیازی" نے
تقریب سیرۃ النبیؐ کے جلسہ میں کہا کہ "جو لوگ مغربی ممالک میں تبلیغ اسلام
کر رہے ہیں - ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں" اس کا جواب جماعت اسلامی
(ہند) کے نقیب معاصر دعوت (دہلی) نے اپنے ایڈیٹوریل میں دیا ہے -
جو بلا تبصرہ "صدق جدید" لکھنؤ سے ذیل میں درج کیا جاتا ہے :-

"اگر مختلف زبانوں کے ماہر ایک ہزار علماء بھی ہوں تو
وہ صرف افریقہ میں بہت آسانی سے کھپ سکتے ہیں - لیکن
افسوس ہے کہ ایسے علماء ڈھونڈنے سے نہیں ملتے - البتہ ایسے
علماء کی کمی نہیں جو اپنی جھیپ مٹانے کے لئے کام کرنیوالوں
میں کیڑے نکالتے ہیں اور فتوے لگا کر ان کی اہمیت کو کم
کرنے کی کوشش کرتے ہیں - لاہور کے ایک جلسہ میں
سیرۃ النبیؐ پر تقریر کرتے ہوئے ایک مولانا نے علماء کو
مشورہ دیا . . . . . . ایک دوسرا فریق یورپ اور افریقہ
میں تبلیغ اسلام کا کام ضرور انجام دے رہا ہے - اس نے
بہت سی زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم شائع کئے - اسکول
کھولے - جگہ جگہ مسجدیں تعمیر کیں - ہر زبان کے اخبار اور رسالے
شائع کئے - عیسائیوں اور دہریوں کی کانفرنسوں میں پہونچکر
انہیں اسلام سے روشناس کرایا - ریڈیو پر اسلام پر تقریریں

لیکن عیسائیوں کے اعتراضات کے جوابات دیئے، ہر زبان میں اسلام پر لٹریچر شائع کیا۔ مگر اس طبقے کے بارے میں انہی مولانا صاحب کا ارشاد ہے کہ جو لوگ مغربی ممالک میں اسلام کی تبلیغ کر رہے ہیں۔ ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ گویا علماء کی سب سے بڑی خدمت یہ ہے کہ وہ کچھ نہ کریں اور کرنے والوں پر فتوے جڑتے رہیں "

(بحوالہ صدق جدید ۲۴ اگست ۱۹۶۲ء)

نام دھاری ایڈیٹر صاحب "نوائے ہندوستان" دہلی اپنے ایک اداریہ میں الفضل کے ایک اداریہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"جن تنگ نظریوں اور تعصبوں کی وجہ سے مذہب دنیا میں بدنام ہے۔ مسلمانوں کے تمام فرقوں میں سے یہ (جماعت احمدیہ) علم دوست فراخ دل اور ترقی یافتہ جماعت ان سے بہت دور ہے۔ اتحادی سبھا کے صدر اس وقت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب جو منتخب ہوئے ہیں وہ اس جماعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ جو تعلیم اس جماعت کے موجودہ امام نے اپنے پیروؤں کو دی ہے وہ سنہری حروف میں لکھے جانے کے قابل ہے۔ اور اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ آپ نے اور نسل انسانی جیون کی تحقیق میں گہرائیوں

۱۔ صدر کونسل جنرل اسمبلی یو این او۔ امریکہ

میں اتر کر بنیادی سچائیاں تلاش کی ہیں۔ اور دوسرے لوگوں کے سامنے بیان کی ہیں۔"

(ترجمہ اخبار "نواں ہندوستان" مورخہ ۲۶/۹ منقول از الفضل ۲ اکتوبر ۱۹۶۴ء)

(۲) اسی طرح ہندوستان (دہلی) سے شائع ہونے والے سکھوں کے اسی مشہور فرقہ نام دھاری کے مؤقر جریدہ "نواں ہندوستان" نے ایک اشاعت میں جماعت احمدیہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا:۔

"جماعت احمدیہ عقائد کے لحاظ سے نام دھاری فرقہ کے خیالات کے بالکل قریب ہے۔ کہ دھرم صرف ایک فلسفیانہ سچائی نہیں بلکہ اس کا انسان کی عملی زندگی سے تعلق ہے۔ اور زندگی کے سفر کیلئے منتخب شدہ صحیح راستہ یا مقصد ہے۔ اور اس کی تکمیل کسی کامل انسان اور صاحب عمل ہم سفر کا بازو پکڑے بغیر نہیں ہو سکتی۔

جماعت احمدیہ نے اپنے ہمدردانہ رویہ سے اسلام کا نام دنیا میں روشن کر دیا ہے۔ اور غلطی خوردہ مسلمانوں کے اس "ایک ہاتھ میں تلوار اور ایک ہاتھ میں قرآن" کے غلط پرچار کی تردید کر کے اسلام کا صحیح چہرہ دنیا کے سامنے پیش کیا ہے اس میں شک نہیں کہ دین کی حفاظت میں ایک مسلمان کو ایڑیوں کے بل ہو کر تلوار چلانے کا حکم ہے۔ تاکہ زخم گہرا ہو۔ لیکن وہ تلوار محض مدافعانہ ہے۔ کسی پر زبردستی دین ٹھونسنے کے لئے نہیں۔ ابتدا میں آنحضرت کے مخالفین نے جب آپ کا جینا اجیرن بنا دیا تو آپ نے

اپنے پیروکاروں سے کہا کر اپنا وطن چھوڑ کر مدینے چلے جاؤ۔ یعنی اپنے پیرتشنوں کے ظلم و ستم پر ہاتھ اٹھانے کی بجائے حضور نے اپنا پیارا وطن چھوڑنا منظور کر لیا۔ لیکن آخر کار جب ان پر ظلم اور جبر کی حد کر دی گئی تو مجبوراً آپ نے اپنی اور اسلام کی حفاظت میں تلوار اٹھائی۔ ایسے ہی حالات کے لئے گورو گوبند جی کا بھی ظفر نامہ میں یہی حکم ہے۔ کہ جب شیر کے تمام وسیلے ختم ہو جائیں تو تلوار کے دستہ پر ہاتھ اٹھانا ایک لازمی امر ہے۔ یہ سمجھ کر دین کی اشاعت کے لئے جبر کرنا جائز ہے۔ ان احمق لوگوں کا عقیدہ ہے جنہیں نہ دین کی سمجھ ہے نہ اور نہ دنیا کی۔ وہ حقیقی سچائیوں سے دُور ہونے کی وجہ سے اس غلط عقیدہ پر فخر کرتے ہیں۔

اصل میں کسی پر بزور شمشیر نیکی ٹھونسنے سے بڑھ کر دنیا میں اور کوئی بدی نہیں۔ کیا دین اور کیا دنیا۔ ہر جگہ "من جیتے جگ جیت" (دل کا جیتنا ہی اصل جیت ہے) کا اصل میں ایک سنہری اصول ہے۔

(زوال ہندوستان پہلا ۱۳۔ بحوالہ اخبار الفضل ۲۳ نومبر ۱۹۶۲ء)

سردار پرتاپ سنگھ صاحب کیروں وزیر اعلیٰ مشرقی پنجاب بھارت نے ۲۹ جولائی ۱۹۶۲ء کو قادیان میں جماعت کی طرف سے منعقدہ ایک استقبالیہ تقریب میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:—

آج مجھے احمدیہ جماعت کے مقدس مقامات میں آکر بہت خوشی

ہوئی ہے۔ بالخصوص احمدیہ جماعت کی رواداری وسعت قلبی کو دیکھکر میں بہت متاثر ہوا ہوں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان خوبیوں والی جماعت کو دنیا میں پھیلنے سے کوئی روک نہیں سکتا اور یہ جماعت احمدیہ کا حق تھا کہ یورپ و دیگر ترقی یافتہ ممالک اس کیلئے خندہ پیشانی سے اپنے دامن کو پھیلاتے۔ ہمارے ملک میں مذہب تنگ نظری اور تعصب کی لپیٹ میں آیا ہوا ہے۔ ایسے مذاہب دنیا میں کسی طرح مفید نہیں ہو سکتے۔ اصل چیز انسانیت ہے۔ اور وہی مقدم ہے۔ پس میں احمدیہ جماعت سے کہتا ہوں کہ وہ اپنے خیالات کو زیادہ سے زیادہ پھیلائیں تاکہ دنیا میں انسانیت اور رواداری کا بول بالا ہو .... میرا یہ خیال ہے کہ احمدیہ جماعت نے اسلام کو جس رنگ میں پیش کیا ہے۔ اس سے اسلام کی ترقی کی بنیادیں مضبوط ہو گئی ہیں۔ یہ جگہ (قادیان) بہت ہی بابرکت اور نورانی ہے۔ اور میں اس میں آ کر بہت خوش ہوا ہوں۔ احمدیہ جماعت اگرچہ اقلیت میں ہے لیکن اس کو تبلیغ اور پرچار کا پورا پورا حق ہے۔ اور اس میں کوئی روک نہیں ڈال سکتا۔ اگر کوئی مطالبہ یا شکایت جماعت احمدیہ کی طرف سے پیش کی جائے گی تو میں پوری ہمدردی اور انصاف سے اس کی طرف توجہ کروں گا۔"

(اخبار بدر قادیان ۲؍اگست ۱۹۶۲ء)

جناب ایڈیٹر صاحب اخبار "اکالی پترکا" جالندھر نے اپنے ایک اداریہ میں سکھوں کو تلقین کرتے ہوئے لکھا:۔

"سکھو! تبلیغ کرتے ہیں احمدی۔ ان کے مذہبی راہنما کی طرف سے یہ ہدایت ہے کہ ہر ایک احمدی اپنی جائیداد کا کم از کم دسواں حصہ اور زیادہ سے زیادہ تیسرا حصہ اسلام کی تبلیغ کیلئے وصیت کرے۔

لندن اور جرمنی میں ان بے وسیلہ لوگوں نے عالی شان مساجد بنائی ہیں اب سوئٹزرلینڈ میں مسجد کے لئے چندے جمع کئے جا رہے ہیں۔ اور دھڑا دھڑ جمع ہو رہے ہیں۔ اور مسلمان عورتیں اس فنڈ کے جمع کرنے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہی ہیں"

(ترجمہ از روزنامہ اکالی پترکا جالندھر ۱۶ اکتوبر ۱۹۶۲ء)

پھر دوسرے موقعہ پر لکھا:۔

"ہمیں قادیانیوں سے سبق سیکھنا چاہیئے ...... قادیانیوں نے اسلام کے پرچار کے لئے دور دراز ملکوں میں اپنے مبلغ بھیجے ہیں اور بے شمار لٹریچر شائع کیا ہے"

(اکالی پترکا جالندھر ۱۱ فروری ۱۹۶۳ء)

جناب رام بالی صاحب ایڈیٹر اخبار بھیم پترکا جالندھر نے جلسہ سالانہ ۱۹۶۳ء قادیان میں شمولیت اختیار کی۔ اور واپس جا کر اپنے اخبار میں زیر عنوان "ایک باعمل جماعت" لکھا کہ:۔

"اپنے مشاہدے کی بناء پر میں کہہ سکتا ہوں کہ اسلام کا پرچار جتنے خلوص عمدہ اور مدلل ڈھنگ سے احمدی لوگ کرتے ہیں شاید ہی کوئی کرتا ہو یا کر سکتا ہو۔

....

تلواروں کے سایہ میں اسلام کا پرچار کر رہے ہیں۔ ظلم وستم برداشت کرنے کے باوجود کیا مجال کہ تبلیغ کے کام میں سستی آئے یا ان کے قدموں میں لغزش پیدا ہو۔ میں تو یہ کہے بنا نہیں رہ سکتا کہ اگر کسی نے دھرم پرچار کا ڈھنگ سیکھنا ہو تو احمدیوں سے سیکھے۔ کتنا اتحاد ہے ان میں۔ کتنی منظم ہے۔ یہ باعمل جماعت !! (اخبار بھیم پتر کا جالندھر ۔ ۵ جنوری سنہ ۱۹۶۳ء)

صدق جدید۔ لکھنؤ میں ایک صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

"بے شک ہمارے کچھ علماء کرام عیسائیت کی بیخ کنی کے لئے اپنی سی کوشش کر رہے ہیں۔ لیکن نتیجۃً وہ عبث ہے۔ کیونکہ آج کی دنیا میں ان کے ذرائع و رسائل بالکل ناکافی و محدود ہیں۔ ناانصافی ہوگی اگر میں ان تبلیغی کوششوں کا ذکر نہ کروں جو قادیانی جماعت کر رہی ہے۔ صرف یہی ایک فرقہ ایسا ہے جو عیسائیت کو ختم کرنے کے لئے مستعد عمل ہے۔ حقیقت میں قادیانی مبلغین ہی عیسائی مبلغوں کی راہ میں روڑا بنے ہوئے ہیں۔ لیکن جہاں یہ لوگ عیسائیت

کی تبلیغ کر رہے ہیں۔ وہیں اپنا جال بھی پھیلا رہے ہیں۔ تو گویا صورت
ایک ہی ہے یعنی اگر عیسائیت ختم ہو گئی تو قادیانیت پھیلے گی۔ میں نے
یہاں ایک بڑے جیّد عالم سے اس سلسلہ میں گفتگو کی تو انتہائی
مایوس کن جواب ملا۔ .... جب پہلی بار لاہور آیا تھا تو دو
ایک روز کے لئے ربوہ بھی گیا تھا۔ وہاں مجھے اسلام کی صحیح و
حقیقی تصویر نظر آئی ہے۔" (صدق جدید۔ یکم مارچ ۱۹۶۳ء ص۱)

مشہور سکھ سکالر سردار شمشیر سنگھ صاحب اشوک محکمہ پنجابی پٹیالہ نے
محترم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کی تصنیف "مذہب کے نام پر خون" پر
تبصرہ کرتے ہوئے جماعت احمدیہ کی تبلیغی کوششوں کے بارہ میں لکھا:۔

"جہاں اسلام کی تبلیغ کا تعلق ہے یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے
کہ احمدی مسلمانوں نے اپنے دین اسلام کی تبلیغ کے لئے عملی
صورت میں جتنی سرتوڑ کوشش کی ہے وہ شاید ہی عرب کے
خلفاء (راشدین) کے بعد کسی اور اسلامی جماعت نے کی
ہو۔ آپ لوگوں نے عیسائیوں کے عیسائیت کے عالمگیر مشنوں کا ذکر
کبھی مرتبہ سنا ہوگا۔ احمدی مسلمانوں نے ٹھیک اسی طرح ایک چھوٹے
سے دائرے سے نکل کر نہ صرف پنجاب میں ہی بلکہ افغانستان۔ برما
لنکا۔ ملایا۔ سنگاپور۔ اسرائیل۔ مسقط۔ سیریا۔ لبنان۔ بورنیو۔
انڈونیشیا۔ مشرقی اور مغربی افریقہ۔ امریکہ۔ انگلینڈ۔ ہالینڈ۔ ہنگری

البانیہ۔ یوگوسلاویہ۔ سپین۔ جرمنی وغیرہ ایشیائی اور یورپین ممالک میں جہاں بھی بس چلا کافی روپیہ خرچ کر کے اپنے مبلغین بھیجے ہیں۔ اور تکالیف اٹھا کر تبلیغ کے لئے مساجد کی شکل میں مراکز قائم کئے ہیں۔ اور قرآن شریف کے تراجم تقریباً ہر ملک کی زبان میں شائع کر کے تقسیم کئے ہیں۔ اسی طرح متعدد ایشیائی اور یورپین زبانوں میں اپنے مشنوں کے اخبار اور رسالے شائع کرنے بھی شروع کر دیئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان کی ان کوششوں میں اگر تھوڑی سی سچائی بھی ہو تب بھی تبلیغ کرنے کا ایسا خیال دوسرے اسلامی فرقوں کے مسلمان خواہ وہ کتنے ہی اچھے اور پاک دل مومن کیوں نہ ہوں۔ اپنے دل میں کبھی نہیں لا سکے۔ ہمارے سکھ دہرم کے پرچارکوں کے لئے جو گورونانک جی کے مشن کا پرچار کرتے رہتے ہیں۔ احمدی مسلمانوں کی یہ جدوجہد قابلِ غور اور قابلِ تقلید ہے۔" (ماہنامہ پنجابی جیون پرتی "پٹیالہ۔ مارچ ۱۹۶۳ء)

جناب مولانا عبدالماجد صاحب بی۔ اے۔ دریابادی مدیر صدق جدید لکھنؤ پر عبدالقیوم صاحب نے طائف (عرب) سے اعتراض کرتے ہوئے لکھا کہ "آپ قادیانیوں کو کافر سمجھیں اور پھر کہیں کہ وہ قرآن شریف کا ترجمہ کر رہے ہیں۔ یا حدیث پر کام کر رہے ہیں تو انشاء اللہ آپ سے کسی کو گلہ نہ ہوگا" اس پر مولانا صاحب موصوف نے لکھا:۔

"فرقہ احمدیہ کی خدمات قرآن و اسلام اگر ایک اسلامی فرقے کی طرف سے ہیں۔ جیسا کہ خود اس فرقہ کا دعویٰ ہے جب تو سبحان اللہ! لیکن اگر ایک کافر و مرتد گروہ کی جانب سے ہیں (جیسا کہ علماء کی اکثریت کا فتویٰ ہے) جب بھی قابل لحاظ بلکہ قابل رشک۔ اسی سلسلے میں ان کے عقائد کی بحث لے کر ناحق طعنہ مستقل ہے۔" (صدق جدید مارچ ۱۹۶۳ء)

جناب سردار آجیت سنگھ صاحب نامدھاری سکھوں کے گورو۔ قادیان تشریف لائے تو ایک جلسہ میں فرمایا :-

جماعت احمدیہ کے افراد در مقامات مقدسہ کو دیکھ کر مجھے بہت خوشی ہوئی ہے۔ جب بھی میں اس علاقہ سے گزرتا ہوں تو آپکی جماعت کی محبت اور حسن سلوک مجھے یاد آجاتا ہے۔ میں نے آپکی جماعت کی مساعی اور کوششوں کو افریقہ میں بھی دیکھا ہے۔ ہم لوگ کام کم کرتے ہیں اور پراپیگنڈہ زیادہ کرتے ہیں۔ لیکن میں نے افریقہ اور دوسرے بیرونی ممالک میں خود مشاہدہ کیا کہ احمدیہ جماعت کام زیادہ کرتی ہے اور باتیں اور پراپیگنڈا کم کرتی ہے۔ یہ ٹھوس اور پر خلوص کام کرنے والی احمدیہ جماعت ہے اور اس کی ترقی ایک طبعی امر ہے جس کو کوئی روک نہیں سکتا۔" (الفرقان درویشان قادیان نمبر اگست ستمبر اکتوبر ۱۹۶۳ء)

ہند و پاک کے مشہور ادیب جناب علامہ نیاز فتحپوری صاحب مدیر ماہنامہ "نگار" لکھنؤ نے جماعت احمدیہ کراچی کی "فضل عمر پبلک لائبریری مارڈن روڈ کراچی" کا افتتاح کرتے ہوئے فرمایا:۔

"اس سے قبل کہ رسمی باتیں شروع ہوں مجھے اجازت دیجئے۔ کہ اپنے بعض وہ تاثرات پیش کروں جن کا تعلق معلوم نہیں میرے احساس کمتری سے ہے یا آپ حضرات کے غیر معمولی حسن اخلاق سے۔ ہو سکتا ہے کہ دونوں سے ہو!

باور کیجئے کہ مجھے جب کبھی آپ حضرات کی معیت کا اتفاق ہوا ہے۔ میں نے ہمیشہ یہی محسوس کیا ہے کہ میں اس دنیا سے ہٹ کر کسی اور فضا میں سانس لے رہا ہوں۔ جہاں اولین احساس مجھے خوش دلی کا ہوتا ہے۔ اور اس کے بعد اپنی نااہلی کا۔ خوش دلی آپ حضرات کے خلوص و صداقت کی اور محرومی اپنی نااہلی اور نارسائی کی۔ چنانچہ اس وقت بھی میں اس جذبے سے دوچار ہوں۔ جس کو میں اگر ظاہر نہ کر دوں، تو شاید میرے دل کی گھٹن دُور نہ ہو۔

احمدی تحریک کا ذکر تو میں عرصے سے سنتا چلا آرہا تھا۔ لیکن خود اس پر غور و فکر کرنے کا موقع حال ہی میں ملا۔ اور میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ اگر تعلیم اسلام کا مقصود واقعی بلندی کردار، حسن عمل اور طہارت نفس ہے۔ (جس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا) تو اس وقت غالباً احمدی جماعت ہی وہ جماعت ہے جس نے

صحیح معنے میں اس عقیدۂ عظیم کو سمجھا اور اسے اجتماعی حیثیت بخشی
میں شاید مذہبی افادیت کا قائل ہوں۔ لیکن صرف اسی معنی میں کہ وہ ذریعہ
ہیں یا واسطے ہیں۔ صحیح اخلاق انسانی کی تعمیر کا۔ لیکن اگر ہمارے اندر پاکیزگی
نفس و حوصلۂ کردار پیدا نہ کر سکیں۔ تو میرے نزدیک یہ بت پرستی
ہی کی دوسری صورت ہے۔ وللہ درّ ما قال

یا رب بہ دل حادثہ طوفان رسیدہ باد
بت خانۂ کہ خانقہش نام کردہ اند

پھر اگر اس کے ساتھ اس حقیقت کو بھی سامنے رکھا جائے کہ مذہب
کا مقصود محض انفرادی اصلاح نہیں بلکہ اس کا نقطۂ نظر اجتماعی اصلاح
پورے جماعۂ بشری کی اصلاح ہے تو پھر تمام مذاہب عالم میں صرف
اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے ارتقاء انسانی کا یہ بلند نظریہ
پیش کیا اور اس کو بروئے کار لانے کے لئے عقائد کو یکسر عمل
میں تبدیل کر دیا۔

دنیا کے تمام مذاہب مخصوص تھے۔ مخصوص اقوام کے لئے۔ لیکن اسلام
کا خطاب تمام عالم انسانی سے تھا۔ معمورہ دنیا کی پوری ہیئت اجتماعی
سے تھا اور اسی بنا پر اس نے اکمل الادیان عالم ہونے کا دعویٰ کیا۔
الغرض یہ تھا اصل مفہوم و مقصود اسلام کا۔ جو افسوس ہے کہ عہد سعادت
و عہد خلفاء راشدین کے بعد رفتہ رفتہ فراموش ہو گیا۔ اور مسلمان بجائے
اس کے کہ دوسروں کو اصلاح و اجتماع کی دعوت دیتے خود افتراق و

انتشار کا شکار ہو گئے۔ اور مذہب نام رہ گیا صرف روایات کا۔

یہ حالت صدیوں تک جاری رہی یہاں تک کہ اسلام کو مردِ بیمار سمجھکر چاروں طرف سے اس پر حملے ہونے لگے اور اس کی کسمپرسی انتہا کو پہنچ گئی۔ یہی وہ وقت تھا اور یہی وہ فضا تھی ہندوستان کی جب ایک مردِ عمل سرزمین قادیان سے اٹھا۔ اور اس نے تن تنہا تمام مخالف طوفان کا مردانہ وار مقابلہ کر کے دنیا پر ثابت کر دیا کہ خدا کا روشن کیا ہوا چراغ مدہم تو ہو سکتا ہے لیکن اسے بجھایا نہیں جا سکتا۔ ولو کرہ المشرکون۔

اس وقت مجھے اس سے بحث نہیں کہ (حضرت) مرزا غلام احمد صاحب نے اپنے آپ کو کس حیثیت سے پیش کیا یا یہ کہ اپنے آپ کو کیا سمجھا۔ بلکہ صرف یہ ہے کہ کیا کیا۔ یا کیا کر دکھایا اور کیونکر ایسی منظم اور باعمل جماعت قائم کر سکے جس کی بے پناہ عملی قوت کا اعتراف ان کے مخالفین کو بھی ہے۔ وذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

احمدی جماعت کے قیام کو زیادہ زمانہ نہیں گذرا تاہم اتنا زمانہ یقیناً گذر چکا ہے کہ اگر یہ تحریک بے جان ہوتی اور اس کی بنیاد کمزور ہوتی تو دوسری جماعتوں کی طرح یہ بھی ختم ہو چکی ہوتی۔ لیکن جس وقت ہم دیکھتے ہیں کہ یہ تحریک ایک مختصر گاؤں سے شروع ہو کر نصف صدی کے اندر تمام دنیا کے تمام

گوشوں تک پہنچ جاتی ہے تو ہم کو اس کی استقامت عزم کا اعتراف
کرنا پڑتا ہے۔ اور یہ استقامت کسی جماعت میں اس وقت پیدا
ہو سکتی ہے جب اس کا بانی و مؤسس خود بڑا مخلص انسان ہو۔

نیست لیکن کوشش فرہاد نشاں باز دہد
تحریر آں نقش کہ از تیشۂ فرہاد بہ خارا ماند

جماعت احمدیہ کا دائرہ عمل جس حد تک وسیع ہو چکا ہے اس کی
تفصیل کا موقع ہے نہ ضرورت لیکن اس وقت یہ ظاہر کر دینا غالباً
نامناسب نہ ہوگا کہ اس کا نصب العین صرف قرآن اور اسلامی لٹریچر
کی اشاعت ہی نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ تعلیمات اسلام اخلاق اسلام
اور عادات خود اسلام کی عملی مثالیں بھی قائم کرنا ہے۔ یعنی وہ صرف یہ
کہہ کر خاموش نہیں ہو جاتے کہ اخلاق بلند کرو بلکہ اپنے کردار
عمل سے بھی اس تعلیم کی برکات کا ثبوت دیتے ہیں۔ اتنا صرف
روشن اور واضح ثبوت جس سے مفر بصیر ممکن ہی نہیں۔ چنانچہ
اگر تحریک احمدیت کے آغاز سے اس وقت تک کی ان تمام خدمات
کا جائزہ لیں جو اس نے خالص اخلاقی نقطۂ نظر سے مفاد عامہ کیلئے انجام
دی ہیں تو آنکھیں کھلی رہ جاتی ہیں۔ انہوں نے مدارس قائم کئے شفاخانے
تعمیر کرائے جہاں انہوں نے بلا تفریق مذہب و ملت طلباء کے وظائف
مقرر کئے۔ غرباء و مساکین کا مفت علاج کیا۔ یتامیٰ کی کفالت کی، بیواؤں
کے دکھ درد میں شریک ہوئے اور ان کی گرانقدر خدمات وسیع سے وسیع تر

ہوتی جاری ہیں۔

اب سے شاید دو تین سال قبل کی بات ہے جب فضل عمر ہسپتال کراچی کی عمارت دیکھنے کا موقع مجھے ملا تھا اور یہ معلوم کر کے حیران رہ گیا جب مجھے بتایا گیا کہ یہ تعمیر محض یہاں کے احمدی نوجوانوں کے ہاتھوں وجود میں آئی ہے۔ تو میرا ذہن قادیان کے اس مجاہد اعظم کی طرف منتقل ہوا جس کی فیضان تعلیم نے ایثار و قربانی اور سعی و عمل کا یہ جذبہ اپنے متبعین میں پیدا کیا اور اس خیر جاریہ کی تشکیل کے لئے اتنے جان نثار و فدائی پیدا کر دیئے۔ پھر میں یہاں سے چلا گیا۔ لیکن اس کا اتنا گہرا اثر دل پہ لے گیا کہ اس کے بعد جب کبھی کسی نے احمدی تحریک کا ذکر چھیڑا تو میں نے اس کی قوت عمل کے ثبوت میں ہمیشہ اپنے اس نئے تجربہ کو پیش کیا۔"

(الفضل ۳ اکتوبر ۱۹۶۳ء)

"احمدیت" جدید انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کی نظر میں۔ ہالینڈ کی لائیڈن یونیورسٹی نے اسلام کے متعلق دائرۃ المعارف (NEW INCYCLO-PEDIA OF ISLAM) ۱۹۶۱ء میں شائع کی ہے۔ اس میں زیر لفظ احمدیت لکھا ہے کہ:-

"...... بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیان ضلع گورداسپور پنجاب انڈیا کے رئیس گھرانہ میں ۱۸۳۹ء[1] مطابق ۱۲۵۵ھ

---

[1] ۔ سن پیدائش ۱۸۳۵ء ہے۔

میں پیدا ہوئے۔ مرزا سے مراد آپ کی اس مغل خاندان سے نسبت
ہے جو بابر کے زمانہ میں فاتح مغلوں کے ساتھ ہندوستان آیا تھا۔ بانی
سلسلۂ احمدیہ نے بچپن میں مروجہ عربی اور فارسی تعلیم عمدہ طریق پر حاصل
کی۔ بچپن سے ہی آپ تحقیق اور غور و فکر کی عادت رکھنے والے تھے۔
آپ نے اپنے والد کی اتباع میں حکیم بننے یا ان کی خواہشات کے مطابق
پنجاب گورنمنٹ میں ملازمت قبول کرنے یا وکیل بننے کی بجائے اپنے
لئے سکوت اور تنہائی کا گوشہ اختیار کر لیا۔ جس کے ساتھ آپ مراقبہ
اور مذہبی مطالعہ کرتے رہتے تھے۔۔۔۔۔۔ آپ نے ۱۸۸۰ء میں
چالیس سال کی عمر تک اپنی ضخیم اور اہم تصنیف براہین احمدیہ شائع
کرنا شروع کی۔ آپ نے یکم دسمبر ۱۸۸۸ء کو اعلان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ
کی طرف سے الہاماً آپ کو بیعت لینے کا ارشاد ہوا ہے۔ اس طرح
چند ابتدائی متبعین آپ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہوئے جو نہایت
فدائی تھے اور ان میں اکثریت نمایاں قابلیت رکھنے والوں کی تھی۔ آپ
نے دو سال بعد مسیح اور مہدی ہونے کا اعلان فرمایا۔۔۔۔۔ ۱۸۹۱ء
سے لے کر آپ کی وفات ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ مطابق ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء
تک آپ کے دعاوی کی مخالفت بتدریج بڑھتی چلی گئی۔ چند مباحثات
بالعموم مسلمانوں کے ساتھ نیز عیسائیوں اور ہندوؤں کے ساتھ بھی
ہوتے رہے۔ آپ نے الہام، وحی، پیشگوئیوں اور معجزات کا دعویٰ
کیا۔ آپ نے کرشن اوتار، مسیح کی آمد ثانی، مہدی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (

کا بروز ہونے کا بھی دعویٰ کیا .... آپ کی بیس سالہ تعلیمات متعدد ہیں۔ جن میں سے بعض عجیب بھی ہیں۔ مثلاً یہ کہ حضرت عیسیٰؑ نے طبعی طور پر وفات پائی اور سری نگر کشمیر میں مدفون ہیں۔ آپ کی تعلیمات نہایت درجہ معلومات سے پُر .... عموماً مخالفین پر اعتراضات پر مشتمل اور بعض اوقات نمایاں طور پر روحانیت سے بریز ہیں۔ ان میں ہندو اور عیسائی اثرات کے خلاف ردِ عمل ہے۔ لیکن زیادہ نمایاں طور پر آپ کے طرزِ زندگی میں مروجہ مغربی اثرات کے ساتھ ہندوستان میں اسلام کی تصوفانہ تشریح ہے۔

آپ کی وفات پر متبعین نے متفقاً ایک خلیفہ (حضرت مولانا نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ) منتخب کیا۔ اور ایک مستقل جماعت کی حیثیت میں رہے۔ جماعت کے اس طریقِ کار پر بعض کو شکوک پیدا ہوئے اور سنہ ۱۹۱۴ء میں خلیفہ اوّلؓ کی وفات پر انتظامیہ اور مغربیت پسند قلیل التعداد احباب نے لاہور میں علیحدہ جماعت قائم کر لی .... لیکن اکثریت قادیان میں رہی۔ جن کی حیثیت بانی سلسلہ احمدیہ کی تعلیمات کی نمائندگی اور ان کی اشاعت کرنے والی جماعت کی تھی ...

.... انہوں نے بانی سلسلہ احمدیہ کے پچیس سالہ فرزند (مرزا بشیر الدین محمود احمد) کو خلیفۃ المسیح الثانی منتخب کیا۔ آپکی چالیس سالہ خلافت اس جماعت کی تدریجی ترقی بلکہ درحقیقت ایک لحاظ سے ایک نئی جماعت کے قیام کی تاریخ پر مشتمل ہے ....

جماعت احمدیہ قادیان کی تعداد جماعت کی نئی پود اور جماعت میں داخل ہونے
والوں کے ذریعہ سے بڑھتی ہے .... احمدی جماعتیں پاکستان کے
علاوہ ہمسایہ ہندوستان - بالعموم مغربی افریقہ - انڈونیشیا سے
لے کر مشرقی وسطیٰ تک عرب ممالک کے متفرق مقامات پر قائم ہیں
بلکہ یورپ اور امریکہ میں بھی نئے شامل ہونے والوں کی جماعتیں
ہیں - جماعت کے افراد کم از کم ۱/۱۶ چندہ دیتے ہیں جس کے ساتھ
مزید چندہ جات دینے کی توقع کی جاتی ہے - اور بالعموم دیتے ہیں
اس طرح جماعت چندہ جات کی بہت بڑی رقم کے انتظامات
کے قابل سر انجام دیتی ہے - اور جماعت بلحاظ تنظیم بہت مضبوط
ہے اور ایک مرکز سے وابستہ ہے - جماعت میں اسلامی روایات
کے مطابق تنازعات کے فیصلے ہوتے ہیں اور حتی الامکان انکا نفاذ
بھی ہوتا ہے - ایک مرکزی مجلس مشاورت کا وسیع پیمانہ پر
انتخاب کیا جاتا ہے - مرکزی دفاتر بھی ہیں - تاہم آخری اختیارات
امام جماعت کے ہاتھ میں دیئے گئے ہیں - گذشتہ چالیس برس کے
ہدایات اور انتظام کے لحاظ سے جماعت کی رہنمائی بانی سلسلہ
احمدیہ کے فرزند مرزا بشیر الدین محمود احمد کے ہاتھ میں اس طور پہ
رہی ہے کہ موجودہ زمانہ میں جماعت خاص حد تک آپ ہی کی تخلیق
ہے - تنظیم جماعت کو متحد رکھتی ہے - اور نمایاں زوردار اور باوضع
طریق پر تبلیغی سرگرمیاں جماعت کی ترقی کو آگے بڑھاتی جا رہی ہیں -

بیرونی جماعتیں روحانی خصوصیات ایمان۔ اور دینی زندگی کے لحاظ سے خوب تعلیم یافتہ ہیں۔ اس سلسلہ میں چار بنیادی امور اہم ہیں:۔

(۱) بانیٔ سلسلہ کی یادگار۔ (۲) موجودہ امام کی تعظیم و تکریم۔

(۳) تعلیمات۔ (۴) مضبوط اور متحد جماعتی زندگی۔

بانیٔ سلسلہ کی تعلیمات کی تشریح اور تفصیل موجودہ امام کے ذریعہ ہوئی ہے۔ موجودہ صورت میں یہ تعلیمات آپ کی کتاب احمدیت یعنی حقیقی اسلام میں مؤثر رنگ میں بیان کی گئی ہیں۔ اسی طرح قرآن کریم کی عظیم تفسیر ہے۔ جو اردو میں لکھی جا رہی ہے۔ موجودہ بیعت کی درخواست فارم کے مندرجہ ذیل فقرات نمایاں طور پر قابل ذکر ہیں:۔

"اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ و اشہد ان محمداً عبدہٗ و رسولہ۔ میں اسلام کے سب حکموں پر عمل کرنے کی کوشش کرتا رہوں گا۔ جو آپ نیک کام بتائیں گے۔ ان میں آپ کی اطاعت کروں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین یقین کروں گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تمام دعاوی پر ایمان رکھوں گا"

احمدی عقیدہ کا مرکزی نکتہ یہ ہے کہ جماعت احمدیہ اسلام کی سچی تصویر پیش کرتی ہے۔ اس جماعت کی حضرت احمد کے ذریعہ نئی شان کے ساتھ بنیاد رکھی گئی ہے۔ جن کو خدا تعالیٰ نے اسی غرض کے لئے مبعوث فرمایا تھا۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ وہی رہنمائی

اللہ نگرانی میں جماعت کو ترقی عطا فرما رہا ہے۔

جماعت احمدیہ موجودہ امام کو جس قدر عزت و تکریم سے دیکھتی

ہے اس کا اندازہ موجودہ دور میں عالمی شخصیت ظفر اللہ خان کا مدلل

خراج عقیدت ہے۔ جو ۱۹۳۵ء میں "THE HEAD OF THE

AHMADIYYA MOVEMENT IN ISLAM"

نام سے شائع ہوا۔

جماعت کی مساعی پرجوش اور مؤثر تبلیغ کرنے کے علاوہ

سکول اور کالج قائم کرنے پر بھی مشتمل ہے۔ قادیان ہندوستان کا نمایاں

اور سب سے تعلیمیافتہ شہر معلوم ہوتا ہے۔ جماعت احمدیہ کثیر

لٹریچر شائع کرتی ہے۔ ان کی اپنی مساجد ہیں ...... ریڈکلف

کے فیصلہ کی وجہ سے جماعت کو اپنا مرکز قادیان سے پاکستان

میں ایک نئی جگہ قائم کرنا پڑا۔ جو پہلے بیابان تھا۔ اس کا نام ربوہ ہے

اب وہاں ایک نیا شہر آباد کیا جا رہا ہے۔ بانی سلسلہ احمدیہ کی

پچاس سے زیادہ کتابیں ہیں۔ جو موجودہ جماعت کی طرف سے دوبارہ

شائع کی جا رہی ہیں۔ غالباً سب سے اہم کتاب اسلامی اصول کی

فلاسفی ہے۔ جس کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ خلیفہ اوّلؓ

نے نصف درجن کے قریب کتب لکھی ہیں۔ اور موجودہ خلیفہ بھی تیس

سے زیادہ کتب کے مصنف ہیں۔ زیادہ اہم دیباچہ تفسیر القرآن

اور اسلام کا اقتصادی نظام ہیں ...... جماعت نے قرآن مجید

کے مختلف زبانوں میں تراجم شائع کئے ہیں۔ مزید برآں جماعت نے مختلف زبانوں میں روزانہ، ہفتہ وار، ماہوار اخبارات جاری کر رکھے ہیں۔"

(انسائیکلوپیڈیا آف اسلام شائع کردہ از ہالینڈ لائیڈن یونیورسٹی زیر لفظ احمدیت۔ منقول از خالد)۔

جناب ایڈیٹر صاحب "الجمعیة" دہلی نے ملی دکھوں کے کرداسکے عنوان میں لکھا۔

"پاکستان کی قومی اسمبلی میں وزارت مالیات کے پارلیمنٹری سیکرٹری نے بتایا کہ ۱۹۵۹ء سے اب تک احمدی مشنوں کو ان کی بیرونی ممالک میں تبلیغی سرگرمیوں کے لئے حکومت پاکستان نے بارہ لاکھ گیارہ ہزار روپے کا زر مبادلہ دیا ہے۔ اس پر وقفہ سوالات کے دوران ایک ممبر نے اعتراض کیا کہ ایک ایسی جماعت کو جس کے یہ عقائد ہیں زر مبادلہ کیوں دیا گیا؟۔ اس کے جواب میں پارلیمنٹری سیکرٹری نے کہا۔ کہ حکومت کسی کے ساتھ رعایت نہیں کرتی۔ اس کی پالیسی یہ ہے کہ جو بھی مذہبی ادارہ درخواست کرے حکومت اس کے لئے زر مبادلہ منظور کرلے۔

حکومت نے جس جماعت کی تبلیغی سرگرمیوں کیلئے زر مبادلہ منظور کیا ہے اس نے گویا ہر سال تین لاکھ روپے کی منظوری حاصل کی۔

جسٹس منیر نے قومی اسمبلی میں یہ کہا کہ حکومت ایسی اور ایسی جماعت کیلئے
زر مبادلہ کیوں منظور کرتی ہے۔ اسے شرم آنی چاہیئے کہ ایسی مذہبی
جماعت تو غیر ممالک میں تبلیغی سرگرمیوں کے لئے ماہانہ تین لاکھ روپے
کا زر مبادلہ حاصل کرے۔ مگر اس جماعت کی جو حریف طاقتیں ہیں
وہ اپنی تبلیغی سرگرمیوں کے لئے زر مبادلہ کی پھوٹی کوڑی بھی وصول
نہ کر سکیں۔

پھر لکھتے ہیں:

بجائے اس کے کہ وہ اپنی جماعتوں کی اس کوتاہی پر نادم ہوتے کہ
ان کا کوئی فرد تبلیغی مقاصد کے لئے باہر نہیں جاتا۔ وہ اُس جماعت
کا زر مبادلہ بند کرانا چاہتے ہیں۔ جس سے ان کا بنیادی اختلاف
ہے۔ خود کا یہ حال ہے کہ نہ انگریزی اور فرانسیسی زبانوں کا درک
رکھتے ہیں۔ اور نہ غیر ممالک میں جا کر اپنی سرگرمیوں سے باطل
جماعتوں کا مقابلہ کرتے ہیں۔ مگر چاہتے یہ ہیں کہ جو جماعت
غیر ممالک میں تبلیغی سرگرمیوں میں مصروف ہے اس کی ٹانگ
پکڑ کر کھینچ لیں۔ اور باہر کی دنیا میں نہ خود کام کریں اور نہ دوسروں
کو کام کرنے دیں۔ یہ حضرات صرف فتووں سے کام نکالنا چاہتے
ہیں۔ حالانکہ دنیا کام کو دیکھتی ہے۔ خالی فتووں کو نہیں دیکھتی۔ اگر
پاکستان کے علماء نے صرف باتوں اور فتووں سے دوسروں
کی رہنمائی چاہی تو وہ شکست کھائیں گے۔ اور میدان عمل میں

وہی لوگ بازی لے جاسکیں گے جن کی ترقی کو دیکھکر ہم جلے بھنے جا رہے ہیں۔ یہ سطور ہم نے اس لئے لکھی ہیں کہ علماء کو غیرت آئے اور وہ باہر کی دنیا میں دوسروں سے زیادہ کام کرکے دکھائیں۔ اور باطل جماعتوں کو اپنے کام اور اپنی خدمات سے زک دینے کی کوشش کریں۔"

(الجمعیۃ دہلی ۲۳ راگست ۱۹۶۲ء منقول از الفضل ۱۰ ر ستمبر ۱۹۶۲ء)

جناب ڈاکٹر انعام الحق صاحب ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ بنگلہ راجشاہی یونیورسٹی

اپنی کتاب "مشرقی پاکستان میں اسلام" کے زیر عنوان "احمدیہ تحریک" پر رقمطراز ہیں:-

"مشرقی پنجاب میں قادیان نامی ایک گاؤں کے باشندے مرزا غلام احمد (علیہ السلام) اس تحریک کے بانی ہیں۔ اس دور میں ہندوستان میں مذہبی تحریکوں میں سے اس کا اثر سب سے زیادہ نمایاں ہے۔ ہندوستان کے باہر دنیا کے مختلف گوشوں میں اس تحریک کے مبلغین اپنی زندگیوں کو اسلام کی اشاعت و تبلیغ کی خاطر وقف کئے ہوئے ہیں۔

مشرقی پاکستان میں اس تحریک کا مرکز بمقام برہمن بڑیہ ضلع تمک پورہ میں ہے۔ اس تحریک کے پیرو ترقی پسند اور اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگ زیادہ ہیں۔ اس لئے انگریزی تعلیم یافتہ طبقہ میں اس تحریک کا اثر و رسوخ دن بدن بڑھتا جا رہا ہے۔ ان لوگوں کے چند عقیدے اگرچہ ان کو

اسلام کے بنیادی عقیدوں کے خلاف کہنا ٹھیک نہیں۔ وہ ان کی
سائنٹیفک تشریح کرتے ہیں۔ اور نئے براہین کے ساتھ دنیا میں
پیش کرتے ہیں۔ جن سے ان کی عظیم کوشش مغرب و مشرق
کے عیسائیوں کو مسلمان بنانا ہے۔"
(مشرقی پاکستان میں اسلام" بنگلہ سے ترجمہ اردو۔ بحوالہ الفرقان ڈویژن نمبر ۱)

جناب نعیم صدیقی صاحب مدیر ماہنامہ "سیارہ" لاہور نے افریقہ
میں تبلیغ اسلام کی ضرورت و اہمیت اور افریقہ میں عیسائی مشنریوں کی سرگرمی
کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا:-

"افریقہ میں اسلام کا پیغام پھیلانے کے لئے کچھ کام مصر
سے ہو رہا ہے۔ مگر وہ بہت کم ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ
آس پاس کے عرب ممالک اور ایشیائے مسلم ممالک مل جل کر اس
مہم میں سرگرمی سے حصہ لیں۔ خصوصاً پاکستان پر بہت بڑی ذمہ داری
عائد ہوتی ہے۔

پاکستان کی طرف سے اب تک جو تبلیغی کام ہو رہا ہے۔ وہ یا
تو انفرادی قسم کا ہے یا کمزور اداروں کی طرف سے چند مبلغین
نہایت محدود کام کر رہے ہیں۔ البتہ احمدیوں کا کام منظم بھی ہے
اور زیادہ وسیع بھی۔ چنانچہ ایک رپورٹ کے مطابق مشرقی افریقہ
کی مقامی مسلم آبادی میں دس ہزار احمدی ہیں۔ اور پرتگیزی مشرقی

افریقہ کے دس لاکھ مسلمانوں میں خاصی بڑی تعداد احمدیوں کی بیان کی جاتی ہے۔ کینیا کے بعض علاقوں میں احمدی مبلغ کام کرتے ہیں۔ نیروبی میں ان کا بڑا تبلیغی مرکز اور کالج قائم ہے۔ اور انگریزی روزنامہ نکل رہا ہے"

(سیارہ" لاہور۔ اکتوبر ۱۹۶۲ء ص۱۵)

ناب سردار بھگت سنگھ جی ایڈیٹر سوشل سندیش گورمکھی ہفت روزہ۔ بٹالہ ضلع گورداسپور انڈیا نے جماعت احمدیہ کے جلسہ سالانہ کی خبر شائع کرتے ہوئے جماعت احمدیہ سے متعارف کرانے کی غرض سے لکھا:۔

"یاد رہے کہ قادیان کی جماعت احمدیہ مسلمانوں میں بہت سلجھے ہوئے لوگوں کی جماعت ہے۔ ان کی قابلیت اور بلند خیالی نے فرقہ وارانہ اتحاد کو بہت تقویت دی ہے۔ ۱۹۴۷ء کے ہولناک دَور میں جب کہ مذہبی جنون کا عام غلبہ تھا۔ انہوں نے اپنا باہمی تعاون اور اعلیٰ کردار ترک نہ کیا۔ اور حتی الامکان پاکستان سے آنے والے ہندوؤں اور سکھوں کی جانیں بچائیں۔ ان کے اصولوں کو مدنظر رکھا جائے تو مذہب پر یہ الزام کہ اس کی موجودگی میں انسانیت پنپ نہیں سکتی غلط ثابت ہوتا ہے اور

ہر انسان کے دل پر یہ بات نقش ہو جاتی ہے کہ مذہب کا مقصد باہمی محبت اور اتحاد پیدا کرنا ہے۔ اور یہ کہ مختلف مذاہب میں نفاق کا بیج بونے والے نہ صرف انسانیت کے ہی دشمن ہیں۔ بلکہ مذہب کے بھی بیری ہیں۔ کیونکہ اس کے پرچار سے دلوں میں دھرم کے خلاف نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔"

(ترجمہ از گورمکھی تو جشل سندیش بٹالہ ۱۸ دسمبر ۱۹۶۴ء
بحوالہ الفضل ۲۳ دسمبر ۱۹۶۴ء)

پروفیسر غلام جیلانی برق نے لکھا:-

"مجھے جناب مرزا (غلام احمد) صاحب کے دعویٰ سے اختلاف تھی۔ لیکن ان کے بہت سے مسائل سے متفق ہوں مثلاً ان کی اخلاقی تعلیم و تبلیغ از بس مؤثر و پاکیزہ ہے۔ وہ تمام اقوام کے انبیاء پر ایمان رکھتے ہیں۔ وہ ضعیف احادیث کے رطب و یابس سے دامن بچا کر چلتے ہیں۔ وہ ائمہ اربعہ کے بعد بھی اجتہاد کے قائل ہیں۔ وہ بظاہر کائنات پر غور و فکر کا درس دیتے ہیں۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ انگریز کے مکر و فن سے پوری طرح آگاہ تھے۔"

(حرف محرمانہ ص ۱۹۵)

جناب ایڈیٹر صاحب ہفت روزہ "رضاکار" لاہور۔ ترجمان اہل تشیع نے اپنے ایڈیٹوریل میں کراچی کے ایک صاحب سید شوکت حسین رضوی کا خط شائع کیا ہے۔ جس میں انہوں نے مدیر رضاکار کو لکھا ہے:۔

"آپ نے شیعہ جماعت کا تقابل احمدی جماعت سے کیا ہے۔ واقعی ہمارے لئے ڈوب مرنے کا مقام ہے کہ ہم مٹھی بھر احمدیوں سے بھی پیچھے نظر آتے ہیں۔۔۔۔۔۔ لیکن اس سلسلے میں ایک بات آپ سے دریافت طلب ہے۔ وہ یہ کہ احمدی جماعت کا امام زندہ ہے اور اس باعث اس جماعت کا ایک مرکز قائم ہے اور مرکز کے زندہ اور مضبوط ہونے ہی کا یہ کرشمہ ہے کہ احمدی جماعت کے تمام ادارے دینی ہوں یا قومی سب کے سب شاہراہ ترقی پر گامزن ہیں۔ اور ان کے سالانہ بجٹ لاکھوں روپے تک پہنچتے ہیں۔ ہماری جماعت کی اصل کمزوری یہی ہے کہ ہمارا کوئی مرکز نہیں ہے۔ اور مرکز نہ ہونے کی وجہ سے ہی قوم عدیم تنظیم کا شکار ہے۔ اور پھر اسی باعث تمام خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔"

(رضاکار ۸ ر جون ۱۹۶۵ء)

اخبار الجمعیۃ دہلی میں شائع شدہ ایک اہم خبر۔

لندن ۱۱ر جولائی۔ اعلان کیا گیا ہے کہ آئندہ مہینہ کے دوران لندن کی مسجد میں احمدیہ مسلمانوں کی ایک سالانہ کانفرنس ہو گی۔ اس وقت اس فرقہ کے ۵۰ مشن مختلف ممالک میں کام کر رہے ہیں۔ یورپ میں ان کی مغربی ہالینڈ۔ سوئٹزرلینڈ و اسپین میں برانچیں موجود ہیں۔ برطانیہ میں اس کی برانچوں کی تعداد ۱۸ ہے۔ یورپ میں کام کرنے والے احمدی مبلغ ہر سال ایک کانفرنس منعقد کرتے ہیں۔ بین الاقوامی عدالت کے جج سر ظفر اللہ خاں اس کانفرنس میں افتتاحی خطبہ پڑھیں گے۔"

(الجمعیۃ دہلی ۱۲ر جولائی ۱۹۶۵ء از الفضل ۱۷ر اگست ۱۹۶۵ء)

مسیحی رسالہ ہمتا سہ ماہی جبل پور (بھارت) لکھتا ہے:-

جناب مرزا غلام احمد صاحب مرحوم بانی سلسلہ احمدیہ و مدعی مسیح موعود دم واپسیں تک ایک طرف مسیحی مناظرین سے نبرد آزما رہے۔ دوسری جانب قرآنی الفاظ کی عجیب و غریب صرفی و نحوی موشگافیاں کرکے دیگر مسائل کی طرح وفات مسیح کے مسئلہ پر بڑے بڑے صاحب جبہ و دستار مولویوں کو اپنی غیر معمولی قرآنی بصیرت و علم کلام پر عبور ہونے کی وجہ سے بڑے بڑے جید علماء اسلام کو اپنے دلائل و براہین کی ندرت اور معقولات و منقولات پر بے پناہ

قدرت و دستگاہ سے حاصل بانٹ کر دیا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ اپنی زندگی میں ہر مکتب فکر کے ملاؤں کی شدید مخالفت کے باوجود اپنے مقصد میں کامیاب رہے اور اپنے پیچھے ایک بڑی فعال و جاں نثار جماعت دنیا میں چھوڑ گئے۔"

(۱۴ اکتوبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۲۵)

جناب انصار زمری صاحب ہفت روزہ شہاب ۱۹ تا ۲۲ میں "کچھ غم دوراں" کے زیر عنوان رقمطراز ہیں:۔

"ہم اسی غم و غصہ میں پرانے پچھال کی طرح پیچ و تاب کھا رہے تھے کہ ایک اور خبر پر نظر پڑی۔ یہ ربوہ کے سالانہ جلسہ کے متعلق تھی۔ اس میں بتایا گیا تھا کہ جلسہ وزارت مالیات کے سیکرٹری جناب ایم۔ایم احمد کی صدارت میں ہوا۔ اور عالمی عدالت کے جج چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحب نے اس میں تقریر فرمائی۔ خبر کا لب لباب یہ تھا کہ چودھری محمد ظفر اللہ خان لندن میں یورپی مسلمانوں کی پہلی کنونشن میں شریک ہوئے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ سویڈن۔ ڈنمارک۔ جرمنی۔ ہالینڈ۔ انگلینڈ اور دوسرے کئی علاقوں کے مسلمان اس میں شامل ہوئے تھے۔ یہ سب سچے اور پکے مسلمان ہیں۔ چودھری صاحب نے فرمایا۔ کہ بیرون ملک پڑھے لکھے اور تربیت یافتہ لوگوں کو تبلیغ اسلام کے لئے روانہ کرنا چاہیئے۔ یہ خبر پڑھنے

کے بعد ہمارے شعبے کا پہیہ الٹا پیچ کھانے لگا یعنی ہم یہ سوچنے لگے کہ ہم سے تو یہی لوگ اچھے جو کم از کم یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ تعلیمیافتہ مشنریوں کو بیرون ملک اشاعت اسلام کے لئے بھیجنا چاہیئے۔ یہ الگ بات ہے کہ یہ کس قسم کے اسلام کی اشاعت کرتے ہیں۔ ہم لوگ تو اس بات کا وہم و گمان بھی نہیں کر سکتے کہ ہم لوگ آئندہ کسی صدی میں بیرون ملک اس اسلام کی اشاعت کر سکیں گے جو ہمیں جان و دل سے عزیز ہے۔ ہم نے تو تبلیغی سرگرمیوں کا مفہوم فرقہ وارانہ بحث و تمحیص سمجھا ہے اور اسی کام میں مصروف رہ کر اپنی دنیا اور عاقبت کو نہ جانے کس قدر سنوارتے ہیں یا بگاڑتے ہیں۔

(شہاب لاہور ۲۶ دسمبر ۱۹۶۵ء صٹ)

اخبار حقیقت لکھنؤ میں محترم انیس احمد عباسی صاحب کاکوروی نے جماعت احمدیہ کی تبلیغی خدمات کے زیر عنوان لکھا:۔

"اختلاف عقائد اور فرقہ وارانہ تنگ نظری کی بنا پر کوئی کچھ کہے مگر یہ تو واقعہ ہے کہ گذشتہ چالیس پچاس سال کے اندر جماعت احمدیہ نے اپنے عقائد کے بموجب اسلام کی جیسی وسیع پیمانے پر تبلیغ کی ہے اس کی مثال ہندوستان کی کوئی دوسری اسلامی جماعت پیش نہیں کر سکتی۔

ایک ایسی مختصر جماعت جس کی تعداد ہندوستان اور پاکستان میں مجموعی طور پر دس بارہ لاکھ افراد سے زیادہ نہ ہو گی ۔ وہ ہر سال لاکھوں روپیہ ممالک یورپ و امریکہ میں صرف تبلیغ پر صرف کر رہی ہے ۔ آج کے پرچہ میں ایک احمدی نامہ نگار کا جو مراسلہ درج کیا گیا ہے ۔ اس سے معلوم ہو گا کہ جماعت احمدیہ کا اس سال تبلیغی بجٹ ۴۱۴۲،۹۲،۸۷ روپیہ ہے ۔ اور اس میں اب تک تقریباً ۳۰ و ۴۰ لاکھ روپے چندے کے وعدے بھی ہو چکے ہیں ۔ جو یقیناً جمع ہو جائیں گے اور بقیہ رقم بھی سال کے اندر ہی پوری ہو جائے گی ۔ کوئی شک نہیں کہ جیسی عمل تنظیم اور مستعدی و سرگرمی کے ساتھ جماعت احمدیہ تبلیغ کا کام کرتی ہے اس کی مثال صرف مسیحی تبلیغی مشن کے کاموں میں ملے گی ۔ مسلمان ہی نہیں بلکہ ہمارا خیال ہے کہ کسی دوسرے مذہب کے پیرووں میں بھی ایسی تبلیغی تنظیم موجود نہیں ہے ۔ جماعت احمدیہ اور اس کے رہنما بہرحال اپنے اس مذہبی تبلیغی جوش و انہماک کے لئے قابل ستائش ہیں ۔ کاش کہ دوسری اسلامی جماعتیں بھی احمدیوں سے سبق حاصل کریں "

(حقیقت لکھنؤ ۔ ۴ رجون ۱۹۶۶ء)

مشہور سکھ لیڈر ہربھجن جی پرنسپل سکھ شہید مشنری کالج امرت سر نے اپنے ایک مضمون میں جماعت احمدیہ کی بیرونی ممالک میں تبلیغی مساعی کا شاندار الفاظ میں ذکر کیا کہ :-

مسلمانوں میں کل کا پیدا شدہ فرقہ احمدیوں کا ہے۔ اس نے مختصر سے عرصہ میں تبلیغ کے ذریعہ اپنی جماعت کے لئے جو بین الاقوامی اہمیت حاصل کی ہے وہ حیران کن ہے۔ دل کو تھام کر ذرا مقابلہ کرو۔ حسب ذیل اعداد و شمار کا ....

غیر مسلم ممالک میں مشنوں اور مبلغین کی تعداد

نمبر شمار	ملک کا نام	مراکز کی تعداد	مبلغین کی تعداد
۱	انگلینڈ	۱	۳
۲	امریکہ	۱۸	۵
۳	جرمنی	۲۰	۲
۴	ہالینڈ	۱	۱
۵	سوئٹزرلینڈ	۱	۱
۶	سیرالیون	۴۴	۴
۷	لنکا	۳	۲
۸	سنگاپور	۱	۱
۹	بورنیو	۵	۱
۱۰	انڈونیشیا	۲۸	۱۰
۱۱	مشرقی افریقہ	۱۸	۲۰
۱۲	نائیجیریا	۳۳	۴
۱۳	گولڈ کوسٹ	۲۲۷	۱۷
۱۴	سپین	۱	۱

اسپےنو بن کی اشاعت میں ستوں من لٹریچر انکی طرف سے تقسیم کیا جا رہا ہے۔ اسکے علاوہ ہے جو مختلف ممالک کی الگ الگ زبانوں میں شائع کئے جا رہے ہیں

اخبارات اور رسائل کی تعداد

نمبر شمار	ملک کا نام	اخبار کا نام
۱	امریکہ	دی مسلم ن رائٹز۔ احمدیہ گزٹ
۲	سوئیٹزرلینڈ	دارالسلام
۳	کبابیر	البشریٰ عربی
۴	سیرالیون	دی افریقن کریسنٹ
۵	فری ٹاؤن	البشریٰ انگریزی
۶	نائیجیریا	دی ٹروتھ
۷	بورنیو	پیس
۸	مشرقی افریقہ	پان میگو
۹	انڈونیشیا	ی ٹار سلام

پھر اگر اس جماعت کا بانی (حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام) فخر سے یہ دعویٰ کرے

"میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا"

"وہ دن دور نہیں جب دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا یعنی اسلام ایک ہی رسول ہوگا یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم" تو اس میں حیران ہونے کی کونسی بات ہے؟ (ترجمہ از قومی درد جالندھر ۲۴ راگست ۱۹۶۶ء و اخبار اکالی پترکا جالندھر یکم ستمبر ۱۹۶۶ء)

جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب ایڈیٹر رسالہ "میثاق" لاہور۔ جو سالہا سال جماعت اسلامی کے سرگرم رکن رہ چکے ہیں رقمطراز ہیں :-

"مرحوم جماعت اسلامی کا حال تو یہ رہا ہے کہ ابھی اسے قائم ہوئے تین سال بھی نہیں ہوئے تھے کہ اسکے سربرآوردہ اراکین کی اکثریت اور کل ارکان کی تقریباً ایک تہائی تعداد اس سے علیحدہ ہوگئی تھی اور اس کے بعد ان کے "السابقون الاولون" ایک ایک کر کے اس سے کٹتے چلے گئے۔ پھر ۱۹۵۶ء میں اسکے ارباب حل و عقد کا ایک بڑا گروہ اور اس کے ارکان کی ایک قابل لحاظ تعداد اس سے علیحدہ ہوگئی۔ تاآنکہ اب ان ستر بہتر ارکان میں سے کہ جو جماعت میں اول اول شریک ہوئے تھے۔ اب مولانا مودودی کے سوا شاید کوئی ایک دو ارکان ہی جماعت میں باقی رہ گئے ہوں۔ اس کے برعکس جس گروہ (جماعت احمدیہ) کی ضلالت و گمراہی پر پوری امت کا اجماع ہے اور جس کے خلاف منطق اور استدلال کا پورا زور صرف کرنے کے علاوہ ایک منظم سیاسی یورش (AGITATION) تک کی جا چکی ہے۔ اس کا عالم یہ ہے کہ اس کی صفوں میں عام انتشار تو کیا ہوتا، ویسی علیحدگی بھی کبھی نہیں ہوئی جیسی جماعت اسلامی میں بار بار ہو چکی ہے اور اسکی "نبوت" ہی نہیں "ایک خلافت" بھی بغیر کسی قابل ذکر اختلاف و انتشار کے گزر گئی۔" (میثاق لاہور صفحہ ۸ ستمبر ۱۹۶۶ء)

مطبوعہ
ضیاء الاسلام پریس ربوہ

کتابت
محمد ارشد کاتب دارالصدر غربی ربوہ